بعونہٖ تعالیٰ

نہ آں جنسم کہ از قحطِ خریدار از بہا افتم
ہماں خورشید تابانم اگر در زیر پا افتم

کُلّیاتِ وفا

نتیجہ فکر سر دفتر شاعران افضل الشعراء جناب مولوی حکیم عبدالہادی خانصاحب وفا مرحوم رامپوری

جس میں

اردو فارسی کلام کا کل مجموعہ یعنی قصائد و غزلیات و رباعیات وغیرہ درج ہیں

باہتمام محمد عبدالواحد عفی عنہ خلف مصنف مغفور

منشی محمد عبدالکبیر کے
مطبع فیض عام علی گڑھ میں طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[illegible]

[illegible]

[illegible]

جو کہ فن مکاتبت و معانی سے بالکل [illegible] اور اس کا
زبان دانی نام رکھا گیا ہے کیا خوب ہے۔

از مصنف

[illegible] [illegible]
شدہ از وضع [illegible] [illegible]

نالۂ [illegible] فریاد اور ہائے ہُو [illegible] | اور درد منت [illegible]

وفا مرحوم

حضرت [illegible] سے پہلے ایک [illegible] جو
تھوڑے زمانہ کیلئے [illegible] کو چمکا دینے والا اور [illegible]
ہوتا ہے [illegible] وفا مرحوم کا [illegible]
[illegible] کرنے کیلئے [illegible]
[illegible] فنیات کا پایۂ [illegible] کوئی [illegible]
[illegible] کو اڑا دینا چاہتے تھے [illegible] بقول مصنف

[illegible] وفا [illegible]
ہیں سے کچھ رنگ اڑایا ہے غزلخوانی کا

بیشک فن شاعری کے آخری زمانہ کے استاد اور اولوالعزم شاعر وفا مرحوم [illegible]
۱۲۵۰ھ میں بمقام ریاست [illegible] پیدا ہوئے جن کا تعلق ریاست [illegible]
ایک معزز خاندان سے تھا

لیاقت علمی [illegible]
عربی میں [illegible]
آپ مولانا عبد الحق [illegible] کے شاگرد تھے [illegible]
[illegible] مشہور اساتذہ سے [illegible]
خانصاحب سے [illegible] حاصل کی

اخلاق و عادات مرحوم کے اخلاق نہایت [illegible] تھے [illegible]
کے ساتھ محبت اور خلوص آپ کا خاص شعار زندگی تھا۔ ہر شخص سے خلوص
و خندہ پیشانی سے ملتے۔ ساتھ ہی ساتھ نہایت آزاد اور مستقل [illegible] تھے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible] کی جلسہ

میں دیوان یا کسی [illegible] بعض

احباب نے اصرار [illegible] اتفاق [illegible] ایک مرتبہ

دیوان کے گم ہو جانے [illegible] قائم تھا [illegible]

تیری غزل بہت جلد موضوع کر لیتے تھے بعض شاعر [illegible] فوراً غزل
کہہ کر سناتے تھے جن میں شریک [illegible] آپ [illegible] تھے۔

شاگردی [illegible] شاعری [illegible] آپ کو [illegible] میں دستگاہ کامل
حاصل تھی [illegible] آپ [illegible] کا [illegible] حقیقت تو یہ ہے کہ
جو جذبات آپ کے کلام سے پیدا ہوتے ہیں [illegible] غالب کے
اور کسی شعر میں [illegible] آپ کا [illegible] تھا
ایک [illegible] سمجھتے [illegible]

آپ صرف اسد [illegible]
کلام [illegible]
سے لبریز [illegible]

مگر [illegible] زبان کی سلاست محاورات
کی بندش میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ [illegible] آپ کا حصہ تھی۔ نزاکت و
باریکی مضامین آپ کا خاص اصول تھا۔ اکثر اشعار ایسے ہیں جن میں یہ تمیز
مشکل ہے کہ [illegible] مرحوم کے ہیں یا غالب مرحوم [illegible] ایک جگہ فرماتے ہیں سے

[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]

کیوں نہ [illegible] سے [illegible] | [illegible]

آپ کا کلام وقت مشاعرہ کیسا [illegible]
یہ کہ [illegible] کلام [illegible]
[illegible] | [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] اس لیے آپ [illegible]

[illegible] کہ ان کی اصلاح میں مشہور اساتذہ [illegible]

مرحوم کے ایک مخلص دوست مولانا حسرت موہانی نے [illegible]

قلمبند کردیا تھا [illegible] سمجھتا ہوں [illegible] انھوں نے مرحوم [illegible]

[illegible] امید لکھنؤ میں شائع فرمایا [illegible]

(آپ ہی کے کلام میں کسی سے اصلاح لینے کا حال معلوم نہیں ہوا البتہ دو
ایک غزلیں ابتدا میں مرزا داغ کو دکھائی تھیں اور اس کے بعد کچھ کلام
امیر مینائی مرحوم کی نظر سے گذرا تھا مگر حق یہ ہے کہ مرحوم خود اپنی طبیعت
خداداد کے شاگرد تھے اور ان دونوں استادوں سے شاگردی کا تعلق
برائے نام اور محض ایک رسم قدیم کی تقلید تھی ورنہ وفا کے رنگ سخن کو
داغ و امیر کے رنگ سے کچھ واسطہ نہیں)

افسوس مرحوم کی زندگی نے بہت کم وفا کی جس سے آپ کے کلام
کو شہرۂ آفاق ہونے [illegible] ورنہ آج دنیائے شاعری میں صرف وفا ہی ایک
ایسا تخلص ہوتا جس کی نظیر کہیں نہ ملتی۔

غالب و مومن کا رنگ آپ کو بہت مرغوب تھا شعرائے زمانہ کی وضع
کے اکثر شاکی رہا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ زبان و محاورے کے سبب سے
لوگ غالب کی طرز کو پسند نہیں کرتے۔ جیسا کہ ان کے اشعار سے ظاہر

[illegible]

استاد امیر آؤ دیکھو ستم ہے

[illegible]

موت | ضعیفی سے بیمار ہو کر [illegible] [illegible]

اطبا کا علاج ہوا مگر مرض موت کی دوا کسی نے [illegible]

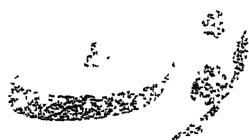
اتفاق ہوتا ہے [illegible]

[illegible]

افسوس آپ فوت ہوئے [illegible]

[illegible]

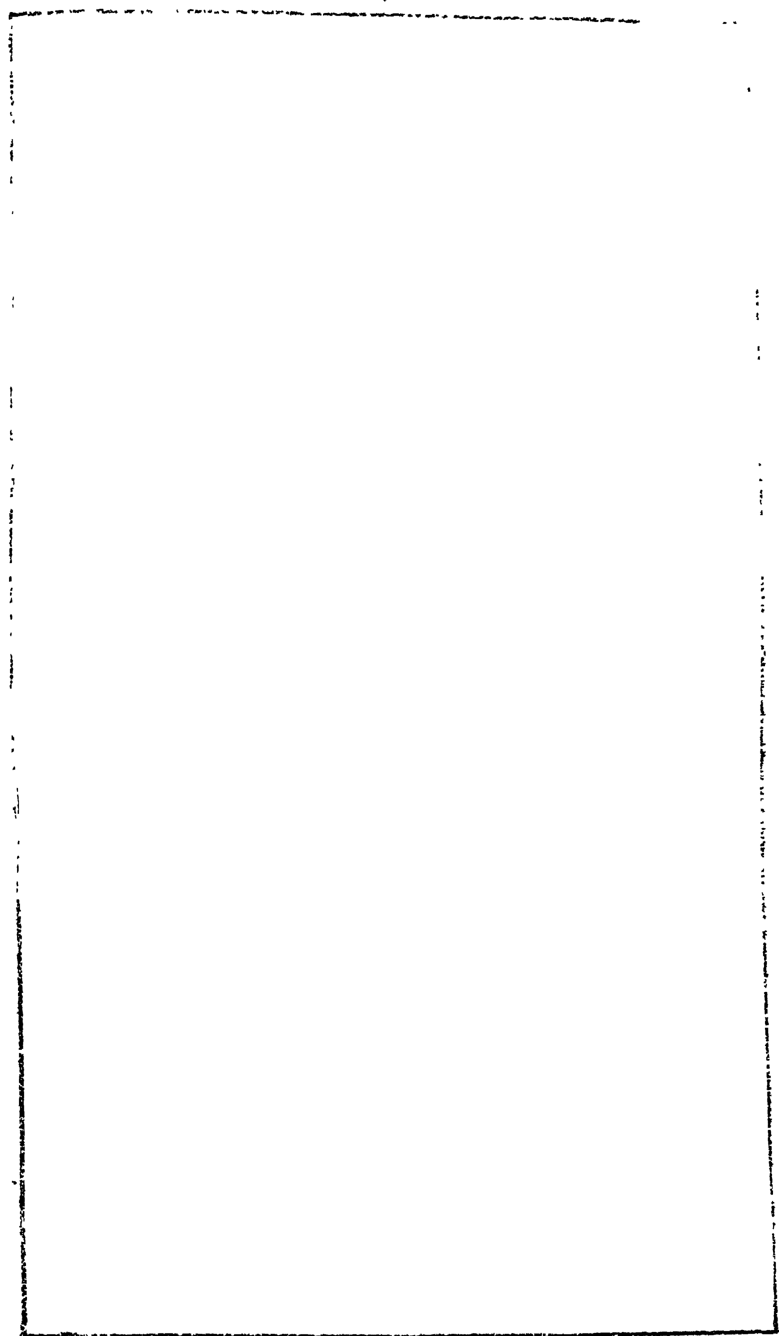
[illegible]



مصنف نے کہا تھا کہ تقریظ لکھوا لے [illegible]
طول عمل کو ہم نے بیکار سمجھا۔ اس لیے کہ آپ کے کلام کی خوبی تقریظ
پر منحصر نہیں۔ اس موقعہ پر ہم اُن کے ایک شعر پر اکتفا کرتے ہیں
اور رخصت ہوتے ہیں۔ ؎

[illegible]
[illegible]

([illegible])



ملنے کا پتہ:- حافظ محمد شفیق سرائے حکیم علی گڑھ جیلان سعید منزل

ان من الشعر لحکمۃ و ان من البیان لسحرا

بفضل خداوند کردگار و بتائید داور داور مرقع

بیمثالی مجموعۂ نازک خیالی

یادگار وفا

یعنے

کلیات وفا

من تصنیف عالیجناب سر دفتر شاعران ملک الشعرا

مولوی حکیم محمد عبدالہادی خانصاحب وفا

مرحوم رامپوری ۱۳۴۲ھ

قیمت فی جلد عہ/ ۱۲



قصیدہ

شکستِ رونقِ بازارِ ناکامی کا ہے ساماں
جہاں سے دودِ شمع کشتہ بنکر اڑ گیا حرماں

بہارِ شادمانی کا ستارہ آج یہ چمکا
رحلِ گلدستۂ انجم میں ہوا اک گل خنداں

خوشی بالیدہ یوں ہوتی ہے جیسے نشۂ صہبا
مسرت اسطرح بڑھتی ہے جیسے وصل کا ارماں

بہ فیضِ مہدِ فیاض کی افزائش دیکھو
کہ عشرت ہو گئی ہے اندنوں خاصۂ رگ کاں

رگِ جاں میں ہے یوں ریشہ دوانی کیفیت شادی
کہ جیسے تاک کی رگ رگ میں موجِ بادہ ہو پنہاں

چمن میں دیکھ نقاشِ چمن کی رنگ آمیزی
ہر اک گل ہے بہارستاں ہر اک پتی نگارستاں

جو غنچہ یوں ہے لب بستہ تو گویا کچھ خبر دیگا
بہ رنگِ نکہت اس میں سو طرح کے مژدے ہیں پنہاں

چمن میں آج کس گل کی الٰہی آمد آمد ہے
کہ نرگس دیکھتی ہے پھر رہی راہِ گل و ریحاں

یکایک قلزمِ ہستی میں اٹھی ہیں نئی موجیں
محیطِ بادۂ عشرت میں آیا ہے عجب طوفاں

وہی موجیں ہوئی ہیں نقشِ مسطر میری کاغذ پر
وہی طوفاں ہوا ہے جوشِ طبعِ تہنیت ساماں

طبیعت کو اڑائے پھرتی ہے یہ شوخیِ مضموں / نسیمِ باغ کے ہاتھوں میں یا نکہت کا ہو داماں

اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ اس دعوے پہ کیا حجت / اگر مجھ سے کوئی چاہے کہ ان باتوں پہ کیا برہاں

کہوں اس فیض کا منشا وہی ذاتِ گرامی ہے / کہ تھا جس کی تجلی کا ازل سے آج تک ساماں

کہیں وسعتِ تمنا میں ترا ہے اسکا دامنِ بخشش / کہیں امید نے ڈھونڈھا ہو اوسکا دل الرحیماں

کرم نے آنکھ گر کھولی تو اوسکے دستِ بازو پر / ہوئی بیدار جو دولت تو اوس کی تیغِ فرماں

وہی .....ع جس کا سایہ سایۂ رحمت / وہ رحمت جس کی آغوشِ حمایت میں ہے ایماں

پناہِ جان و دل امیدگاہِ دانش و بینش / ملاذِ اہلِ علم و فضل خلقِ رحمتِ یزداں

نگہدارِ شریعت حامیِ دینِ رسول اللہ / مطیعِ حکمِ پیغمبر عدوِ البغی و الطغیاں

شرف میں ظلِ کعبہ حلم میں سدِ سکندر ہے / کرم میں ہے ابرِ نیساں سے عطا میں چشمۂ حیواں

وفا میں وہ دعائے صبحِ ہر روشن ضمیر کی / صفائے قلب میں وہ تابشِ آئینۂ عرفاں

طبیعت سے نکل آیا ہے یوں اک مطلعِ روشن / کہ جیسے جیب سے ظاہر ہو دستِ موسیٰ عمراں

مطلعِ ثانی

تری پیکارِ ہمت کی یہ وسعت ہے شہِ ذیشاں / کہ جس کے دائرہ میں ایک نقطہ گنبدِ گرداں

ترا نقشِ قدم آئینۂ مہر و مہ و زہرا / تری خاکِ قدم ہر توتیائے دیدۂ کیواں

ترے ایامِ دولت میں تن آسانی کو یہ رونق / ترے عہدِ سعادت عہد میں راحت کا یہ ساماں

پرے اوس سے جہاں اصحابِ کہف آرام کرتے ہیں / رکھا کر بستہ اپنا سو گیا ہے فتنۂ دوراں

ترے دستِ کرم نے کی ہے ایسی گوہر افشانی / ہوا ہے ابرِ نیساں گریۂ عاشق سے بھی ارزاں

اسے باندھا اوسے کھولا اسے [illegible] / نگاہِ دلکشا تیری کمندِ گردنِ احساں

ترا فرمان راسخ ہے وہ اصلِ معرفت جس سے / رگِ جاں بنکے دل میں دوڑتا ہے رشتۂ ایماں

یہ تیری صورت و سیرت نشانِ قدرتِ ایزد / معنون ایک ہے لیکن ہوئے ہیں اوسکے دو عنواں

ترا اس شان سے آنا ہے روحِ تازہ کا آنا / دیارِ مصطفیٰ آباد تھا اک قالبِ بیجاں

ع اصل میں پڑھنے میں نہیں آیا

نویدِ ساعتِ سالِ ہمایوں اے خوشا ساعت — کہ ہے صبحِ ازل کی روح اور شامِ ابد کی جان
ہر اک غنچہ ہوا ہے رشکِ صد روضۂ جنت — ہر اک ذرہ ہوا ہے غیرتِ صد انجمِ تابان
مثالِ اوس قطرۂ خوں کی جو ہو مژگانِ عاشق پے — ٹپک کر اب گرا جاتا ہے رنگِ گلشنِ رضوان
قیامت تک نہ چھوٹیگا کچھ ایسی ڈھب سے کھینچا ہے — زلیخائے ہوس نے یوسفِ مقصود کا دامان
ہر اندیشہ نشاطِ جاودانی کا ہیولیٰ ہے — خوشی ہے تخم۔ دل ہے کشت اور عیشِ ابد دہقان
زمانہ اپنے حسنِ شیوۂ رفتار پر شیدا — فلک اپنے کمالِ اہتمامِ کار پر نازان
نکیونکر اوجِ منزل سایۂ اوجِ قضا ٹھہرے — کہ طاقِ عرش سے اترا ہے نقشِ رفعتِ ایوان
خوشا یہ پاسبانی مرحبا اقبالِ دربانی — مہ و خورشید پھرتے ہیں بجائے دیدۂ دربان
نمودِ عیش نے لطفِ ازل سے شرط باندھی ہے — نہ میرا تار ٹوٹے اور نہ تیرا رشتۂ پیمان
تہِ دل سے دعا دیتا ہوں میں وہ بھی دعا ایسی — لکھے نامِ اجابت پر طلب کیواسطے فرمان
مقابل امتناعِ شے کے ہو جبتک وجوبِ شے — رہے تا ذاتِ ممکن سے قیامِ معنیٔ امکان
الٰہی۔ تیرے دشمن کو رہے ہستی سے یہ دوری — تباین جسطرح آپسمیں رکھتا ہے نہیں سے ہان
رہے تا حافظے کا کام حفظِ صورتِ اشیا — رہے جبتک دماغی عارضوں میں سہو و نسیان
ہوا خواہانِ دولت یاد ہوں خدامِ حضرت کو — رکھے تحویلِ نسیاں میں عدو کے نام کو دوران
رہے جبتک جہاں میں بزمِ حسن و عشق کی گرمی — رہے جبتک نیازِ عاشقان و نازِ معشوقان
ترے بختِ ہمایوں پر رہے فیضِ ازل مفتوں — تری تقدیر کی نسبت سے چرخِ ہشتمیں نازان
وفا بھی ہو سخن سنج و دعاگو و ثنا گستر — ترا بذلِ کرم ہو وقر افزائے دعاگویان

ہمیشہ روز افزوں ہو ہمایوں ہو مبارک ہو
تجھے سرمایۂ دولت مجھے مداحیٔ شایاں

قصیدہ

حبذا داوریٔ داورِ دارا آئین — جسکے نقشِ قدمِ حلم و وقار و تمکین

اوس کا اندیشۂ انصاف وہ تعدیل اثر
شورشِ طبعِ حوادث کو ہے جس سے تسکیں

اوس کا اعجاز تصور وہ خلایق پرور
جس سے ہے تقویتِ روح دماغ تکویں

وہ جہاں پاؤں رکھے سر بھی ادب سے رکھنا
ذرہ ذرہ ہے وہاں حرمتِ عالم کا امیں

ع...... افسر دریادل و صافی طینت
قبلۂ دانش و امیدگہ علم و یقیں

اے ترے قول و عمل میں صفتِ معنی و لفظ
اے ترے عہد و وفا میں روشِ نقش و نگیں

اے تری خاکِ قدم طرۂ دستارِ شرف
اے ترا نقشِ قدم سرمۂ چشمِ یقیں

مطلعِ صبحِ سعادت تری توسن کی رکاب
برجِ مہرِ شرف و فتح و ظفر خانۂ زیں

تیرے رہوار کا از بسکہ ہے بارِ احساں
دیکھ لی ایسی کہ اب اٹھ نہیں سکتی ہے زمیں

ہے ترے ناخنِ احساں کا تصرف ایسا
ہر دوسرے عالم پہ نہیں ہے گرہ چینِ جبیں

تو ہے اور تیرے لیے رحم و کرم کی خصلت
میں ہوں اور میرے لیے خستگیٔ جانِ حزیں

پائمالِ ستمِ دہر ہوں انصاف انصاف
دردمندِ غمِ ایام ہوں تسکیں تسکیں

دل میں اک قطرۂ خوں ہاں وہ ذرا سی امید
مجھ میں اک دم ہے ابھی ہاں وہ دمِ بازپسیں

قطرۂ اشک یتیماں کی طرح بس ارزاں
سو وہ ہے نقشِ قدم خاک بسر خاک نشیں

اک ذرا جنبشِ لبہائے تسلی افزا
اک ذرا پرسشِ حالِ دل و جانِ غمگیں

مجھ سے مانگا مری محرومیٔ قسمت نے مجھے
جب یہ دیکھا کہ کوئی اس کا خریدار نہیں

تو اگر چاہے تو خدمت کو ابھی حاضر ہے
جانِ تصدیق سرشت اور دلِ صدق گزیں

یہ دعا میں چمنِ فیضِ ازل سے گل ہیں
پیشکش لائق ہے تیرے لئے طبعِ رنگیں

نہ چھوا بادِ صبا نے کبھی دامن اُن کا
شاخِ گل تک کبھی پہنچے نہیں دستِ گلچیں

اے وفا عرضِ مطالب میں نہ ہونا گستاخ
ہاتھ سے جائے نہ سررشتۂ آداب کہیں

مرحبا جذبِ اجابت کہ دعا ہے دل میں
اور نکلتا ہے زباں سے مری حرفِ آمیں

تو ہو دنیا کیلئے آیتِ افضال و کرم
دل ہو رحمت کا محل چشم ہو چشمِ حق بیں

ع۔ اصل سے پڑھنے میں نہیں آتا

ہو مرا ہاتھ بھی وابستہ دامانِ عطا
اور یہ سر ہو ترے بابِ سعادت کا رہیں

قصیدہ

چمن ہے فیض ہوا سے کچھ اسقدر شاداب
کہ جائے ہر رگِ گل دیکھتا ہوں موجِ شراب

سرِ طراوتِ صحرا سے عیش ہے سرسبز
خیالِ تازگیِ گل سے نشہ ہے سیراب

بھڑک یہ آتشِ گل میں کہ قطرۂ شبنم
گرے جو گل پہ تو اڑ جائے صورتِ سیماب

بہار ساقی و مرغانِ بوستان میکش
ہے رنگِ بادۂ گل و لالہ جامِ بادۂ ناب

اشارہ کرتی ہے عشرت کہ دادِ عیش بدہ
پکارے کہتی ہے فرصت کہ وقت را دریاب

بسوئے بیخودیِ عیش طبع یوں مائل
کہ جیسے دیدۂ اصحابِ کہف واندرِ خواب

کوئی تہنیہ سازِ نشاط میں سرگرم
کوئی سپاس گذارِ مسبب الاسباب

مجھے بھی دل سے کشادِ درِ سخن مقصود
نب و زباں پہ مری یا مفتح الابواب

اگرچہ نکتہ سرائی پہ طبع آمادہ
اگرچہ سحر طرازی کے جمع سب اسباب

مگر یہ مشکل ایسا کہ راستی گذار
ہوس کا یہ تقاضا کہ بے محل مشتاب

یکایک اٹھ گیا دل سے پردۂ اوہام
کیا یہ فہم علم و یقیں نے مجھے خطاب

کہ لکھ ستائشِ امیدگاہِ اہلِ کمال
وہ جس کے فہم کے قائل سبھی اولو الالباب

وہ کون صاحبِ تیغ و قلم عہ ......
جنابِ فیض منش فیض دوست فیض مآب

پڑھوں وہ مطلعِ تابندہ مدحِ حاضر میں
کہ کسبِ نور کرے جس سے مہرِ عالمتاب

مطلع ثانی

ترے ہی لطف سے راحت جہاں میں راحت یاب
ترے ہی قہر سے ہے خانمانِ فتنہ خراب

یہ تیرے عہد میں بیٹھے ہیں تھک کر اہلِ جفا
یہ تیرے وقت میں بیکار ظلم کے اسباب

نہ تیر غمزۂ خوباں میں وہ رہی تیزی
نہ شوخ چشموں کی تیغِ نگاہ میں وہ آب

عہ اصل میں پڑھنے میں نہیں آیا

ہوا ہے گریہ مبدل بخندہ اب ایسا
کہ اشکِ چشمِ یتیماں میں ہے دُرِ نایاب

جو بشانِ قہر دکھائے تو مثلِ برقِ فنا
جو مہر و لطف پہ آئے تو ہے برنگِ سحاب

جو قوم غیر میں ہو فاضل و یگانۂ عصر
کرے تو معرضِ علم و ہنر میں اوس سے خطاب

وہ تیرے سامنے رہ جائے اس طرح حیراں
کہ جیسے ذمیِ نافہم پیشِ اہلِ کتاب

ترا زمانہ زمانے سے منتخب ایسا
کہ جیسے فصلِ گل و روزِ وصل و عہدِ شباب

ترے کرم سے ترا قہر منکسر یوں ہے
کہ جیسے تندیِ صہبا بامتزاجِ گلاب

ستم کہ منشیِ تقدیر نے مجھی کو لکھا
زبون و خستہ و ناچار و بیکس و بیتاب

اجل سے ہے راہزن اور پاؤں ہو گئے زخمی
نہ ہے ٹھہرنے کی طاقت نہ بھاگنے کی ہے تاب

مری نگاہ میں ہے بسکہ جلوۂ حسرت
پڑھوں سراب جو دیکھوں لکھا ہوا ہے آب

مری بساط میں مقصود کیا ہے باہمت
مرے خیال میں امید کیا ہے نقش بر آب

طلسم لاکھ تمنا کے توڑ ڈالے ہیں
مرا خیال بھی میری طرح ہے خانہ خراب

مری امید کو تیرے کرم سے وہ نسبت
کہ جیسے معصیت و جوشِ رحمتِ وہاب

ادھر بھی جلوۂ احساں کہ تیرہ روز ہوں میں
ادھر بھی رشحۂ بخشش کہ ہوں میں تشنۂ آب

تری عموم مکارم کا کیا ہو اندازہ
نہ ذہن میں یہ رسائی نہ حوصلہ میں یہ تاب

نہ یہ ضرور کہ حسنِ سخن کروں اظہار
نہ یہ غرض کہ ہو میرے کلام میں اطناب

وفا نے کھینچے ہیں بس صرف یہ نقوشِ نیاز
ادا کیے تری تعظیم کے فقط آداب

کفیلِ وسعتِ دولت ہو دورِ ہفت فلک
رہینِ عیش و مسرت رہیں دلِ احباب

قصیدہ

زمانہ لطف ہوا سے ہے انبساط پذیر
عجب نہیں ہے اگر چٹکے غنچۂ تصویر

شگفتگی کا چمن میں کھلا ہے باب ایسا
کہ پڑھ رہی ہے ہر اک عندلیب صرفِ صفیر

کچھ ایسی باد بہاری میں قوتِ تطبیب — کچھ ایسی قوت ترطیب میں نئی تاثیر

مثال موجۂ دریا کرے وہیں جنبش — چمن کی خاک پہ گر باغبان کھینچے لکیر

جو ٹہہ گیا کبھی سنبل میں خلطِ سوداوی — تو گل کی صورتِ دم سحر ہوئی وہیں تکسیر

مئ نشاط کا ساقی زمانہ مسعود — متاعِ عیش کی قسام خوبیٔ تقدیر

ہر اک طرف یہ صدا ہے کہ ہاں بنوش و بنوش — ہر اک طرف یہ ندا ہے کہ ہاں بیا و بگیر

یہ فیض اوسکی بہارِ کرم سے حاصل ہے — کہ جس کا نام ہے آغازِ صفحۂ تقدیر

مدار دولت و دیں قبلہ گاہ اہلِ یقیں — مطیعِ حکم نبی ظلِ کبریائے قدیر

ثنا میں ایسا چمکتا ہوا پڑہوں مطلع — چراغ کشتہ بنے جسکو آگے ماہِ منیر

مطلع ثانی

شہا خدا نے دیا ہے تجھے وہ صاف ضمیر — کہ ہے صحیفۂ صبح ازل کی اک تفسیر

بجا ہے کھینچے عطارد اگر شبیہ تری — کہ بنگیا ورقِ مہر کاغذِ تصویر

ترا وہ نظمِ ریاست خدا ہے جسکا کفیل — ترا وہ حسن عدالت قضا ہے جسکی نصیر

زمانہ عہد میں تیرے یہ راستی پیشہ — کہ ثابت اب نہیں کرتے ہیں چرخ کی تدویر

ذرا تغیرِ عالم کا ہو جو تو مانع — کبھی نہ چہرۂ عاشق سے رنگ ہو تغییر

نہ اپنی حد سے قدم آگے رکھ سکے دریا — بنا کر اس لئے ڈالی ہے موج کی زنجیر

ہے آستانہ ترا چرخ ہشتمیں سے بلند — ہر ایک ذرہ ترے آستاں کا بدرِ منیر

ترے ظہورِ کرم تیرے جود و ہمم سے — جہاں میں رنج ہے تھوڑا سا اور عیش کثیر

بغیر یک دلِ حاسد کوئی نہیں غمگیں — سوائے تیرے عدو کے کوئی نہیں دلگیر

ستم کہ مجھسا سخنور ہو اسطرح پامال — غضب کہ دامِ نحوست میں ہو ہما بھی اسیر

یہ نازکیٔ معانی یہ خوبیٔ الفاظ — یہ تیز گامیٔ خامہ یہ شوخیٔ تحریر

نگاہ پڑتی ہے جسکی وہ پھر نہیں اٹھتی — سواد سے ہے مرے حرفوں کا سرمۂ تسخیر

ستم کشیدہ ہوں ایسا کہ دستِ قدرت نے
کیا جو روزِ ازل میرے نام کو تحریر

بجائے حرفوں کے سو داغِ آرزو دلگیر
پھر اوس پہ کھینچ دیا خطِ خوبیِ تقدیر

وہ بینوا ہوں وہ خانہ خراب و بیکس ہوں
کہ میرے کام میں میری اجل ہوئی ہے مشیر

فتادہ خاک پر ایسا کہ جیسے قطرۂ اشک
فسردہ ایسا کہ جیسے دلِ یتیم و اسیر

فلک نے ڈال دیئے میرے کام میں عقدے
قضا نے توڑ دیئے میرے ناخنِ تدبیر

میں اس خرابۂ دنیا میں وہ پریشاں خواب
کہ فتنۂ روزِ قیامت کا جسکی اک تعبیر

میں اپنی بیسروپائی میں ایک قطرۂ آب
تو اپنے جود و سخاوت میں ایک ابرِ مطیر

میں اپنے دامِ ہوس میں ہوں ایک صیدِ زبوں
تو اپنی قوتِ بازو سے ہے غضنفر گیر

تری طرف سے مرے دل میں یوں ارادت ہے
کہ جیسے سینۂ مومن میں ہو غمِ شبیر

عطا عطا کہ مجھے ہے امیدِ بخششِ خاص
کرم کرم کہ ترے در پہ لائی ہے تقدیر

وفا کو طولِ سخن سے نہیں کوئی مطلب
نہ اپنا حسنِ بیاں ہے ضروری التحریر

ثنائے حضرتِ اقدس سے ہے شروعِ سخن
دعائے دولتِ فرخ پہ ختم ہے تقریر

زمیں پہ تا ہو فلک اور فلک پہ تا ہوں نجوم
نجوم میں ہو ضیا اور ضیا میں ہو تاثیر

خدا بڑھائے تری عمر و قدر و جاہ و جلال
قضا لکھے ترے حصہ میں ملک و مال و خطیر

دہن میں تا ہو زباں اور زباں میں تا ہو سخن
سخن میں تا ہو اثر اور اثر ہو لطف پذیر

مری طرف سے ہو ایثار گوہرِ معنے
تری طرف سے ہو انعام عزت و توقیر

قصیدہ

حبذا اے مری تقدیر تری قدرِ جلیل
دیتے ہیں روحِ امیں عرش کی تجھے تمثیل

کیا کہوں اوجِ شرف کیا کہوں قسمت کا عروج
تھرتھراتا ہے یہاں ضعف سے پائے تخییل

دیکھکر آنکھ سلیماں کی جھپک جاتی ہے
فکرِ لقماں میں بھی رہتی نہیں تابِ تعجیل

طائر سدرہ نے بھی سیکڑوں تدبیریں کیں
پر نکالے سے نہ نکلی کوئی اڑنیکی دلیل

میرا یہ خط جبیں ہے وہ بیان مجمل
جزو افلاک پہ کچھ لکھی ہے جسکی تفصیل

کیا تعجب ہے جو پایا مری طالع نے فروغ
پہونچا اس منصب کبریٰ پہ جو یہ عبد ذلیل

تھا میں پامال جفا صورت نقش کف پا
تھی مری خاک نشینی مرے مٹنے کی دلیل

ناتوانی میں اگر خاک سے نسبت دیتا
تو یہ جانو کہ یہ کہنا تھا سراسر تاویل

ملگیا دوش ہوا کا تو سہارا اس کو
دور رہتا تھا مرا سایہ بھی مجھ سے سو میل

اب جے تقدیر نے تدبیر سے ملنا چاہا
ہوگیا مجھسے موافق جو ذرا چرخ محیل

یہ شرف مجھکو ملا اوسکی ثناخوانی سے
جو ہے یوسف کیطرح صورت و معنی میں جمیل

اوس کے اکرام سے ہے کشت تمنا سیراب
اوس کے افضال سے تازہ ہی ہر اک نخل نخیل

جس جگہ ڈھونڈھیئے ہے چشمہ حیواں جاری
جس طرف دیکھیئے پھولا ہے گلستان خلیل

وہ ع۵ ...... املک چرخ سریر
جسکی ہر بخ و عطارو پہ ہوا جیب بخیل

خسرو عہد فلک چتر سلیماں اورنگ
آفتاب افسر و جوزا کمر و جم اکلیل

وہ ہے جمشید خدم مہر علم چرخ حشم
شوکت و دبدبہ و جاہ میں بے مثل و عدیل

مدح میں پڑھتا ہوں وہ مطلع عالی مضموں
جسکی تحسین کیلئے چرخ سے اتریں جبریل

مطلع ثانی

یوں ترا حکم ہے احکام شریعت کی دلیل
جسطرح امر نبی امر خدا کی تفصیل

تیرا اقبال وہ اقبال خدا جسکا معین
تیرا فرمان وہ فرمان قضا جسکی کفیل

عالم قدس میں جاکر جو کیا استقرا
عقل اول کے ذریعہ سے یہ سوجھی تمثیل

کہ ترا خامہ ہے یوں مثبت احکام رسول
جیسے موسیٰ کا عصا دعوی موسیٰ کی دلیل

شرع و قانون ہوے صورت صغریٰ کبریٰ
حد اوسط کی جگہ تیرے قیاسات دخیل

بعد ترتیب کے اس سے یہ نتیجہ نکلا
کہ ترے حکم کی واجب ہوئی سب پر تعمیل

ع۵ اصل میں پڑھنے میں نہیں آیا

یوں ترے نام سے دیوانِ قضا کی رونق / مہر سے ہوتی ہے فرمان کی جیسے تکمیل

چمنِ دہر میں اسلام کا یہ چرچا ہے / نکلی غنچہ کی چٹک سے بھی صدائے تہلیل

ہے خلایق کی دعا تیرے لئے حصنِ حصیں / حفظِ حق روز بنو ہے ترے قلعہ کی فصیل

تشنۂ زیست کو ملتی ہے حیاتِ جاوید / تیری شیریں سخنی آبِ بقا کی ہے دلیل

تجھسے باتوں میں مسیحا کا بھی دم رکجائے / سانس یوں چلنے لگے جیسے چلے نبضِ علیل

وائے کا لفظ زباں پر کوئی لاتا ہی نہیں / اس زمانہ میں ہیں متروک حروفِ تعلیل

کیا عجب آئے گدائی کو درِ دولت پر / بنگیا ہے ہمہ تن چرخ جو شکلِ زنبیل

سایہ گستر ہو تری ذات جو اک عالم پر / اس زمانہ میں ہے منحوس ہما کی تظلیل

اُڑ گیا دیکھ کے تیرے چمنِ نعمت کو / رنگِ عاشق کیطرح رنگِ گلستانِ خلیل

مجھکو بھی زمرۂ خدام سے اک نسبت ہو / آج عزت میں سکندر بھی نہیں میرا عدیل

سر سے مطلوب مجھے قطعِ رہِ کسبِ کمال / دل سے مرغوب مجھے علم و ہنر کی تحصیل

پر مرے بخت نے کی اپنی اثر میں جلدی / ڈالدی میرے ہر اک کام میں [illegible] ڈھیل

ہوں میں پابندِ حوادث نہیں ملتی تدبیر / ہوں گرفتارِ مصائب نہیں چھٹنے کی سبیل

اسطرف رہزنِ جمعیتِ دل فکرِ معاش / اوسطرف دشمنِ جاں میرے لئے چرخِ بخیل

بخت واژوں کی یہ تاکید کہ محنت ہو کثیر / دورِ گردوں کی یہ تنبیہ کہ راحت ہو قلیل

آرزو ہے کہ مرا سر ہو ترے در کا رہیں / تیری دولت ہو مرے سایۂ راحت کی کفیل

چاہیئے سر پہ مرے ظلِّ شہِ عالیجاہ / مجھکو درکار نہیں بالِ ہما کی تظلیل

آرزو ہے کہ اسی سایہ میں آرام کروں / صرف ہو جائے اسی در پہ مری عمرِ قلیل

کوئی دم چین سے گذرے تو بڑی نعمت ہے / کیا ہوا ملگئی گر خضر کو اک عمرِ طویل

ختم کرتا ہے **وفا** تیری دعا پر یہ سخن / اصلِ مطلوب کی جانب ہے قلم کی تحویل

قوتِ حافظہ جب تک کرے حفظِ صورت / قوتِ واہمہ جب تک کرے وہم و تخئیل

پھر معانی میں تصرف کرے جبتک قوت تیرے دشمن کو تصور میں بھی رستہ نہ ملے	کبھی ترکیب ہو آپس میں کبھی ہو تفصیل لیس سے ایس میں آکر وہ کبھی ہو نہ دخیل

تری دولت تری شوکت ترا اعزاز بڑھے
ترے دشمن ترے حاسد کی گھٹے عمر قلیل

قصیدہ درنعت حضور سرور کائنات مفخر موجودات علیہ افضل السلام و الصلوٰۃ

ان دنوں زور پہ ہے طبع سراپا جودت	کود جائے نہ کہیں یہ فلک العرش کی چھت
قوت فکر ہے یا قوت بال جبریل	سرعت ذہن ہے یا نبض پری کی سرعت
کسطرح مانوں میں عقل ہیولانی کو	میرے نزدیک ہے بالفعل جو ہے بالقوت
نہ مرے ذہن کو ترتیب قضایا درکار	نہ مجھے شکل بنانے کی رہی اب حاجت
کس لئے اب میں کروں جستجوئے حاشیتین	کیوں مرا ذہن ہو محتاج حصول صورت
جو اثر کسب سے ہوتا وہ بلا کسب ہوا	تھا جو مطلوب وہ حاصل ہے مجھے بے محنت
ہاں مجھے مکتب تشبیہ سے ہے اک استغنا	ہاں مجھے محفل تنزیہ سے ہے اک رغبت
عالم قدس کو جاتا ہوں تو سیکھ آتا ہوں	ہر گھڑی ایک نیا علم نئی اک حکمت
قوت حافظہ اس درجہ کو پہونچی کہ مجھے	یاد ہے عالم ارواح کی سب کیفیت
پھر نہ نکلی جو مرے دھیان میں شے ہی کوئی آ	پھر نہ بگڑی جو مرے ذہن میں آئی صورت
اسطرح پائے معانی میں پڑا رشتۂ فکر	جسطرح گردن عنقا میں کمند شہرت
اسطرف جوش معانی ہے ادھر بزم سخن	کنج خلوت میں بھی رہتی ہے مجھے اک کثرت
اسطرح میری طبیعت میں بھری ہے شوخی	جسطرح دیدۂ آہو میں ہو جوش وحشت
کیا نظر آنے لگا جلوۂ حسن معنے	کیا مرے آئینۂ دل کی بنی اک صورت
جو نکلتی ہے نگہ مثل شعاع خورشید	بیچ آنکھوں سے چمک جاتی ہے وہ برق صفت

نظر آتا نہیں اب داغ سویدا دل میں
نور معنی نے مٹا دی ہے یہاں تک ظلمت

بات کہتا ہوں کہ وا ہوتے ہیں صد عقدۂ راز
میرے لب کھلتے ہیں یا کھلتے ہیں قفل حکمت

پر جبریل ملے مجھکو جو کاغذ مانگوں
شاخ سدرہ مجھے دیں گر ہو قلم کی حاجت

ہاتھ باندھے کھڑے رہتے ہیں فرشتے ہر دم
بلکہ رتبہ مرا اللہ ری میری عظمت

کیوں ملایک نہ مری بات کی تصدیق کریں
کیوں نہو میرے تصور کو علو ہمت

کیوں نہو ذہن رسا کیوں نہو عقل سلیم
کیوں نہو زور قلم کیوں نہو ایسی قوت

میری تقریر میں کیونکر نہ ہو طرز الہام
میری تحریر میں کیونکر نہ ہو شان و شوکت

کس کا بندہ ہوں مجھے کسکی ہے طاعت منظور
کس کا مداح ہوں کسکی ہے ثنا و مدحت

کس کا ہے نام زباں پر مری سبحان اللہ
کس کا ہے دھیان مجھے واہ ری میری قسمت

وہ شہنشاہ رسل ختم رسل فخر رسل
دونوں عالم کا شرف دونوں جہاں کی عزت

آفتاب ازلیت ہمہ حسن بیچوں
ماہتاب ابدیت ہمہ نور وحدت

نیر اوج سخا جس کی دو عالم میں ضیا
گوہر درج عطا جسکی جہاں میں شہرت

فضل میں کعبۂ دل فیض میں باران عطا
لطف میں بحر کرم جود میں ابر رحمت

مطلع صبح ازل مشعلۂ شام ابد
شمع فانوس قدم پرتو شمع وحدت

مظہر نور خدا معنی کنت کنزاً
لیگیا عرصۂ ایجاد میں گوئے سبقت

نو بہار چمن حسن و طراز خوبی
زلف وہ صل علی منہ وہ خدا کی رحمت

آپ نقاش حقیقت نے اوسے چوم لیا
لوح محفوظ پہ کھینچی جو وہ زیبا صورت

قد رعنا نہیں گویا الف الحمد کا ہے
خم ابرو نہیں قرآن کی ہے اک آیت

جنبش لب ہے کہ ہے موجۂ آب حیواں
خندۂ لب ہے کہ ہے خندۂ صبح عشرت

اسطرح ہے لب نازک میں تبسم پنہاں
جیسے آغوش میں غنچہ کی چھپی ہو نکہت

شان میں آپ کی پڑھتا ہوں میں ایسا مطلع
جس کے سننے سے ہو عشاق کی دلکو فرحت

مطلع ثانی

تو وہاں پہونچا ہے اے طائرِ اوجِ عرفت ۔ جس جگہ پڑ نہیں سکتی تھی کمندِ ہمت

مطلع ثالث

اللہ اللہ رسے ترے قصرِ بریں کی رفعت ۔ جسکی ہے بام قضا جسکا ہے زینہ قدرت

نفس قدسی ترے ادراک میں کھسیا عاجز ۔ عقل اول کو تری کُنہ میں کیسی حیرت

نام تیرا خطِ سرنامۂ لولاک لما ۔ حکم تیرا ہمیں اک نقشِ نگینِ قدرت

مہرِ عنوانِ نبوت ہے ترا دینِ متین ۔ نظمِ دیوانِ رسالت ہے یہ تیری ملت

ٹھہرے جب عرشِ بریں تیرے لئے پاانداز ۔ قاب قوسین کو پھر کیوں نہو تجھسے زینت

انبیا بیٹھیں ترے آگے دو زانو ہو کر ۔ محفلِ قدس تری ذات سے والا رتبت

نغمہ خواں تیرے لئے بلبلِ شاخِ طوبیٰ ۔ طائرِ سدرہ بھی اک زمزمہ سنجِ عشرت

مغفرت کہتے ہیں جسکو وہ ترے در کی مطیع ۔ رحمتِ حق کو ترے دستِ کرم سے بیعت

تیری خوشنودیِ خاطر ہے رضامندیِ حق ۔ اور رضامندیِ حق تیری کتاب و سنت

ایک کو ایک سے یوں ربط ہے باہم جیسے ۔ دو ہوں مفہوم۔ تضایف کی ہو جنمیں نسبت

تختۂ خلدِ بریں تیری گلی کا رستہ ۔ زینتِ ہشتِ فلک اک ترے گھر کی زینت

تیری امت کو مبارک ہو عطائے کوثر ۔ دشمنوں پر تری جاری رہے حکمِ تبت

تیری تعریف بہارِ چمنِ عیش و نشاط ۔ روح کو اس سے طراوت تو دلوں کو نزہت

خود بخود غنچۂ دل ہنسنے لگا کھلنے لگا ۔ سانس چلتی ہے کہ چلتی ہے نسیمِ جنت

ہاں یہ سچ ہے کہ ترا وصف ہمارا مقصود ۔ ہاں یہ حق ہے کہ تری نعت ہے قطعی غایت

نام لینے پہ ترے ٹھیری ہے عالم کی نجات ۔ وصف لکھنے میں ترے دیکھی خطا نے عصمت

میں کہاں اور یہ تحریر یہ تقریر کہاں ۔ دستِ کوتاہ میں رعشہ تو زباں میں لکنت

اے وفا دیکھ سنبھل پاؤں کہاں رکھتا ہے ۔ جانتا ہے کہ یہ کیسا ہے محلِ عبرت

یاں سے جبریل دبے پاؤں چلے جاتے ہیں — ہے یہ میدانِ خطر ہے یہ مقامِ ہیبت
عرض کر حضرتِ اقدس میں بصد عجز و نیاز — اک یہی شعر کہ اس شعر میں ہے کیفیت

مجھ پہ ہو تیرا کرم تجھ پہ دو عالم کی درود
مجھ پہ ہو تیری نظر تجھ پہ خدا کی رحمت

قصیدہ در مدح جناب فیضمآب فخر قوم حکیم محمد اجمل خانصاحب

دم لیا تھا کہ ہوئے دونوں جہاں بے آرام — میرا آغاز مصیبت ہے قیامت انجام
دستِ فریاد سے ہے چاک گریبانِ سحر — آہِ سوزاں نے جلایا ہے ادھر پردۂ شام
میں ہوں اس وادیِ وحشت میں کہ ہے نقشِ خضر — نہ مجھے تابِ گریز اور نہ یارائے قیام
مرکزِ دورِ حوادث مجھے ٹھیرایا ہے — ہاں مسلمان ہوں ایمان ہے مہلک الایام
حالتِ منتظرہ کوئی نہیں ہے باقی — عدمِ محض ہوں بیکار ہے قیدِ ادام
ضعف سے تارِ گریباں بھی مجھے پھانسی ہے — چھوڑ جلادِ فلک دیکھ ہو نا بدنام
ہے نمک پاشِ جراحاتِ جگر خندۂ صبح — آبِ شمشیرِ سیہ تاب مجھے گریۂ شام
کاٹ کر زیست کے دن راہِ عدم کاٹتا ہوں — میں ہوں وہ تیغ کہ ہے کنجِ لحد مجھکو نیام
شانِ ستاریِ معبود کے صدقے جاؤں — نامرادی نے چھپایا ہے کفن سے اندام
حسبِ مفہوم تضادوں کا مقابل ہوں میں — کیا یہ کم ہے کہ مجھے کہتے ہیں دشمن ناکام
موت ہر دم نگراں آنے میں لاکھوں انکار — عمرِ بے صرفہ رواں زیست کا مجھپر الزام
میرے غمخوار خفا ہوں تو مناؤں کیونکر — پہلے سے روٹھ کے بیٹھی ہے امیدِ آرام
بیٹھکر پردۂ اعجازِ مسیحائی میں — کہہ گئی یاس کہ بس اب تجھے جینا ہے حرام
سر میں سودائے جنوں دورِ فلک کا شکوہ — بختِ بد درپئے آزار زمانہ بدنام
ذہن میں سیکڑوں مضمون جگر خوں کن ہیں — سانس لینے کی بھی فرصت نہیں دیتے ایام

اوسکے ہاتھوں میں ہے بیماریِ حیوانی دوا | جس کے قدموں نے لگا بیٹھا ہے انجاحِ مرام
اوسکے ہونے سے مشخص ہے وجودِ صحت | جیسے ہوتے ہیں اضافت سے ممیز اعدام
مرحبا شانِ کرم فیہ شفاءٌ للناس | حبذا فیضِ اعم فیہ صلاحٌ للعام
کون کہتا ہے سمجھنا بھی ہے سمجھا دینا | واقعی فہم ہے لازم متعدی افہام
ناطقہ اور ہے اظہارِ سخن میں اصرار | سامعہ اور ہے ایضاحِ بیاں میں ابرام
لوکے دیتے ہیں ہم گرچہ ادب ہے مانع | یونہیں مانتے ہم گرچہ ہے صنعتِ ایہام
حافظ و حاذق و یکتائے زماں اجمل خاں | فاضل و افضل و فرزانہ فہیم و فہام
اس سے چمکا مہِ انور میں جمالِ احساں | اس سے پایا شہِ خاور نے کمالِ انعام
فیض و ایثار و کرم جسکے خطوطِ کفِ دست | حلم و تمکین و ادب جس کے نقوشِ اقدام
بذلِ توصیف اوسی کا ہے کہ بڑھتے بڑھتے | شاخِ طوبیٰ اسے مل جاتی ہے شاخِ اقلام
فیضِ تمکیں یہ اوسی کا ہے کہ جمتے جمتے | ہو کر اعراض بنے جاتے ہیں جوہرِ ارقام
بسکہ جوشِ مئی تقریر سے بدمست ہوئیں | قابلِ عفو ہے یہ سوءِ ادب کا الزام
توسنِ طبع کی شوخی کا ٹھکانا کیا ہے | ہیں چلا آپ سے اور ہاتھ سے چھوٹے ہے لگام
دیکھنا زمرۂ خدام میں حاضر ہے خطاب | قوتِ ناطقہ کہتی ہے اٹھا دو ایہام
صاحبا فیض پناہا و عقیدت گاہا | میری امید نے باندھا ترے در پر احرام
اے ترا دستِ کرم مرہمِ ناسورِ شفا | اے ترا خلقِ رسا چارۂ زہرِ آلام
سامنے تیرے ہے آئینۂ حفظِ صحت | ہاتھ میں تیرے ہے سررشتۂ اصلاحِ انام
تیری توضیحِ بیاں صبحِ بہارِ اعجاز | تیرا ابہامِ سخن غنچۂ شاخِ الہام
تیری تشخیص میں تشکیک کو ہے استرخا | تیری تشریح میں رہ جاتے ہیں پائے افہام
تیری تعلیم ہے اک رابطۂ حسنِ عمل | تیری ترمیم ہے اک ضابطۂ حسنِ نظام
تیری تحقیق مٹا دیتی ہے اشکالِ عقیم | تیری تصدیق جلاتی ہے حجابِ اوہام

تیرے اخلاق ہیں تریاقِ مزاجِ ارواح
تیرے الطاف ہیں معجونِ نحولِ اجسام

فیضِ پیہم خاک نوازی ہو اگر اوجِ قدم
جوشش زن سطحِ زمیں پہ ہو اگر موجِ خرام

ذرّہ ذرّہ ہو گریبانِ شرف کا تکمہ
قطرہ قطرہ دُرِ یکتائے محیطِ اکرام

ہاسئے ہیں اور ترے فیض سے سحر زدہ ہیں
ہاں ہیں اور ستائے مجھے بخشیتا کام

ساقیِ دہر نے زہراب پلایا پیہم
رگ و پے میں نہ اثر جائے کہیں تلخیِ کام

دیکھلو میری حقیقت کہ عیاں ہے تم پر
نہ سنو بات ہوس کی کہ ہوس ہے نمام

تیرے ہوتے ہوئے میں وقفِ گدازِ غم ہوں
کیوں شبِ قدر میں مخسوف رہے ماہِ تمام

نہ صلے کی مجھے خواہش نہ کوئی حسنِ طلب
مجھکو اظہارِ ہنر طولِ سخن سے کیا کام

سرگذشتِ دلِ افسردہ ہے وہ بھی منظوم
کہ طبیعت کو ہے مرغوب ذرا نظمِ کلام

اے **وفا** حدِ ادب کتنی ہے گستاخ نہ ہو
تا کجا اتمامِ غم روک وہاں ہاتھ کو تھام

پہلے سے جذبِ اجابت نے دکھایا ہے اثر
حرفِ آمیں جو تھا آگے دعا کے صدکام

مئی معنی سے ہو تا روشنیِ بزمِ حواس
دشمنِ افعالِ و نغی کا ہو جبتک سرسام

تو ہوا ورشئہ فیضانِ الٰہی کا عروج
[illegible] نزولِ آلام

جب تک ارواحِ ثلثہ ہوں تو ہی سے مختوم
دولت و ثروت و اقبال رہیں تیرے غلام

قطعہ

اے خداوندِ قبلۂ حاجات
بارک اللہ ضاعف الحسنات

تجھسے دنیا کو کیوں ارادت ہے
روح پرور ہیں کیا ترے عادات

دلنشیں کیوں تری حکایت ہے
کیوں یہ معجز اثر ہیں تیرے صفات

ہاں مگر کوئی اسکا باعث ہے
ہاں مگر اس میں ہے نئی کچھ بات

بات کیا تو ہے سایۂ رحمت
سایۂ ذاتِ واجب الطاعات

مطلع صبح دولت و اجلال	مرحبا اے تجلی برکات
مرکزِ دورِ کوکبِ اقبال	نردبانِ ترقیٔ درجات
مہر و ماہ و عطارد و زہرہ	تیری روشن دلی سے ہیں لمعات
ابر نیسان و آب حیوانی	تیرے احسانِ عام کے رشحات
لطف تیرا کفیلِ آسایش	خلق تیرا طبیبِ مخلوقات
ہائے میں اور یہ دلِ مردہ	ہائے دل اور یہ برے حالات
تیرہ بختی و کنج ناکامی	زندگی و زبونیٔ اوقات
اس طرح یاس قاطع امید	جس طرح مرگ ہادمُ اللذات
حسنِ صورت بھی حسنِ سیرت بھی	جسطرح رنگ و بو و شیر و نبات
تجھسے حاتم کو کون نسبت ہے	تجھ میں اک بات اور وہ اک بات
صدق جود و سخا میں ہے تفریق	کہیں بالعرض ہے کہیں بالذات
عقل ہے اور تجلیٔ ایمان	قلب ہے اور صفائے ادراکات
ہو فدا پر بھی وہ نگاہِ کرم	جس سے حاصل ہو ایک تازہ حیات

تجھ پہ ہو فضل منعم مطلق
مجھ پہ ہو تیری نیم التفات



غزلیات

تمھاری بےنیازی سے بنا سامان راحت کا
مبارک ہو دل مضطر کو گہوارہ قیامت کا

الٰہی کسقدر اونچا ہے سر عجز ندامت کا
توقع نے دکھایا کنگرہ ایوان رحمت کا

مسخر ایک حلقہ میں ہوا ہے نقش کثرت کا
جسے کہتے ہیں کن وہ ہے نگین مہر نبوت کا

جو وحدت نے بنایا جملہ انگشت شہادت کا
حقیقت نے اٹھایا فرق ظاہر لطف و نسبت کا

دکھا دینگے کھڑا ہونا گنہگاران امت کا
کہ ہر ہر جرم پر بیٹھا ہے سکہ شان رحمت کا

اٹھا ہے دہر میں کیا غلغلہ ختم رسالت کا
ازل سے جیب ہستی سے نکالا ہاتھ بعیت کا

مٹی ہیں ملتیں اقبال ہے تیری شریعت کا
جھکی ہیں گردنیں احسان ہے تیری رسالت کا

دکھائے انتظار شوق صورت بیقراری کی
عدم سے رکھدیا ہے آئنہ اک خواب راحت کا

جنون عشق نے ہر رنگ میں کی ہے زلیخائی
کفن میں بھی وہی اک چاک ہے دست محبت کا

گنہگاروں میں ذوق معصیت کچھ ڈھونڈ
یہ بزم مغفرت میں ذکر ہے کسکی شفاعت کا

مرا آغاز ہے انجام پھر انجام کیا ہوگا
مری تردامنی گویا پسینا ہے خجالت کا

اگر چمن [illegible] لیگا تو ہم بھی [illegible] ڈال لینگے
دلِ حیرت زدہ آئینہ ہے نیرنگِ قدرت کا

[illegible] آسے تو اوں کو
ترا نقشِ قدم افسر بنا فرقِ رسالت کا

بلندی فلک کو خاک کی پستی نے توڑا ہے
یہاں بھی عجز نے تھاما ہے بازو میری ہمت کا

سوادِ اعظمِ داغِ سویدا پھر بتاؤں گا
دلِ بستہ ہو دروازہ ستم آبادِ محنت کا

مجھے کیا آفتابِ حشر کی گیتی نمائی سے
ابھی پیشِ نظر ہے آئنہ زانوئے حسرت کا

قضا نے جنسِ حیرت خیز کیا چن چن کے رکھی ہے
اٹھی دکانِ غفلت کھل گیا بازار عبرت کا

ادھر بھی دیکھ اے شانِ جمالی کیا عنایت ہے
کہ شعلہ شمعِ وحدت کا ہے شانہ زلفِ کثرت کا

یہ دل تیرا ہے جاں تیری سخن تیرا زباں تیری
شکوہ کیا کروں موقع نہیں ملتا شکایت کا

چھپا عیبِ گنہگاری دکھا وہ شانِ ستاری
کہ بن جائے قیامت بھی مجھے پردہ مصیبت کا

مجھے صبرِ تمنا سوزِ غم فرسا عنایت کر
کہ کھینچے نوکِ خارِ آرزو دامن [illegible] ہمت کا

مجھے ہاں جادۂ راہِ توکل کی ہدایت کر
نہ الجھے حلقۂ دامِ ہوس میں پاؤں ہمت کا

جلا دے چشمِ ظاہر بیں کو برقِ لن ترانی سے
مجھے دے آنکھ دل کی آئنہ بیں سرِّ حقیقت کا

مجھے معنی پرستِ جلوۂ توحید و عرفاں کر
کہ ہے صورت پرستی دین و ایماں اہلِ صورت کا

سکھایا ہے خدا نے تجھکو بسم اللہ مجریہا
خدایا تو نے چھوڑا ہے سفینہ اپنی امت کا

دو عالم کو لپیٹوں دو اگر پرواز کی فرصت
ہوائے حشر ہے شہپر مری عنقائے فکرت کا

ترقی ہے مگر معکوس کیوں گر گر اچھلتے ہیں
کہ بڑھتے بڑھتے پایہ گھٹ گیا ہے اہلِ نخوت کا

ہوئی ہے جوہرِ ذاتی یبوست بد دماغی کی
اثر پیدا ہوا ہے روح میں دودِ رعونت کا

ادب کچھ چاہیے روح الامیں کو بوسہ لینے میں
مرے لب پر سخن ٹھیرا ہے نعتِ پاکِ حضرت کا

وہ ہوں گلچینِ باغِ قدس رضواں مجھ پہ نازاں ہے
مرا ہر بیت گلدستہ بنے گا طاقِ جنت کا

وفا یہ امتیازِ قدر دانی بھی غنیمت ہے
مرا بختِ سیہ آئینہ ہے حسنِ طبیعت کا

محوِ نیرنگِ تماشا ہوں تماشا کسکا
مجھے یہ دیکھ کہ پروا بھی ہے پروا کسکا

آج مرتا ہوں تو پھر [illegible]
[illegible] مجھ سہارا کسکا

[illegible] میں [illegible] جلوہ [illegible]
[illegible] نقشا کسکا

ہم بھی مشتاق ہیں اسے طرزِ خموشی اسکے
[illegible] خیالی [illegible] چرچا کسکا

ملگئی خاک میں ناموسِ نظر دیکھ تو لو
بنگیا نقشِ قدم دیدۂ بینا کسکا

سادگی کہتی ہے مجھسے ہے نمایش کسکی ؟
ناز کہتا ہے کہ میں ہوں چمن آرا کسکا

بیکسی میری طرف غیر بھی اپنا ہے مجھے
وہ جہاں اوسکی طرف وہ ستم آرا کسکا

دیکھنا اے اثرِ عشق اُبھر آیا ہے
مردمِ چشم کے پردے میں سویدا کسکا

سحر و اعجاز سے باہر ہے تجلی اونکی
ماہِ نخشب سے غرض کیا یدِ بیضا کسکا

کیوں نہ آئے یہ طبیعت ہے طبیعت کسکی
کیوں نہ سمجھائے اشارہ ہے اشارا کسکا

بیوفائی سے بھی کچھ رنگ جما یا نہ گیا
جب رقیبوں سے الگ ہے تو وہ ہوگا کسکا

[illegible] ذوقِ سوال [illegible]
[illegible] پھونکا ہے یہ افسونِ تمنا کسکا

سینۂ تنگ ہے اسکے لئے ہستی و عدم
[illegible] باہر ہے [illegible] صلہ فرسا کسکا

مفت ہم دیکھنے والوں میں گنے جاتے ہیں
جلوہ کس کا ہے نظر کس کی تماشا کسکا

ایک ہے ساقی خود بیں تو اشارا کیوں ہے
گردشِ جام ہے کیا جلوۂ صہبا کسکا

بوسہ وحدت سے ملا لوٹ گئی رنگِ کثرت
میکدہ کیا ہے خم و ساغر و مینا کسکا

اے وفا ہیچ دل و اصل زباں قطع ہوئی
جب توقع نہ رہی پھر مجھے شکوا کسکا

وہ ساغرِ شباب چھلکتا ہوا ہے کیا
آنکھوں سے تیر اوچٹی نگہِ ادا ہے کیا

تیرا گناہ گار ہوں تیرے سوا ہے کیا
اپنی طرف تو دیکھ سب مجھے دیکھتا ہے کیا

جب دل ہی بجھ گیا تو کسی سے گلا ہے کیا
جب میں نہیں رہا تو پھر اچھا برا ہے کیا

عذرِ جفا کے پردہ میں فکرِ جفا ہے کیا
در پردہ پھر یہ رنجشِ طاقت گسل ہے کیوں
پھر یہ تغافلِ ستمِ بے حجاب کیوں؟
جادو طرازیٔ سخنِ دلنشیں ہے کیوں
افسونِ شوق گوش و دعا میں پھونکنا
خونابۂ سرشک پہ یوں خاک ڈالنا
چھلے کسی کے ناخنِ تدبیر توڑنا!
محشر بھی ایک صفحۂ بزمِ خیال ہے
سیلابِ آتشیں تپشِ مو سے ہے موجزن
دیکھا حریفِ طعنۂ دشمن نہ ہو سکا
تغیرِ رنگِ حال پہ جیتا ہوں ہائے ہائے
تعلیمِ غیر سے بھی تغافل چھوڑنا
آئینہ ہے گواہ کہ ہوں مظہرِ صفات
تیری طرف ہیں ظاہر و باطن کھنچے ہوئے
شیرازۂ وجود و عدم ہے تری کمر
قربان اس بگاڑ کے صدقے بناؤ کے
ہے وقتِ نزع۔ ناقۂ عمرِ رواں بھی گرم
کیوں دوستی کے پردہ سے آتی ہے بوئے غیر
مجبور ہو کے غیر کو اپنا بنا لیا
توڑا ہی تم نے عہدِ محبت ہزار بار

ظالم پھر امتحانِ امیدِ وفا ہے کیا
بے پردہ پھر یہ نازشِ صبر آزما ہے کیا
پھر یہ تجاہلِ نگہِ آشنا ہے کیا
نیرنگیٔ وعدہ ہائے تسلی فزا ہے کیا
پھر انگلیوں میں دلِ بے مدعا ہے کیا
پھر چھیڑنا کہ سرخیٔ رنگِ حنا ہے کیا
پھر پوچھنا کہ عقدۂ بندِ قبا ہے کیا
اعمال نامۂ نگہِ سرمہ سا ہے کیا
خونِ بہار کیا رگِ موجِ صبا ہے کیا
تم جانتے ہو یہ دلِ بے مدعا ہے کیا
وہ مجھ سے پوچھتے ہیں تمھیں ہو گیا ہے کیا
ہم یاس پر جئیں گے امیدِ وفا ہے کیا
اے حسنِ بے حجاب ذرا پوچھنا ہے کیا
ہستی کو چھوڑ دیکھ عدم میں رہا ہے کیا
جو راز کھل گیا ہے وہی چھپ گیا ہے کیا
جو تجھ پہ مٹ گیا ہے وہی بن گیا ہے کیا
ہے ہے شکستِ رنگِ صدائے درا ہے کیا
خلوتگہِ وصال میں جوشِ حیا ہے کیا
ظالم کی دشمنی بھی محبت فزا ہے کیا
آخر شکستِ شیشۂ دل کی صدا ہے کیا

احباب قدرداں ہیں سخن تمھارے وفا

پھر تو بتا کہ تیری غزل کا صلابت کیا

واہ کیا حوصلہ ہے رحمت یزدانی کا
مغفرت ناز اٹھاتی ہے پشیمانی کا

تو کفن داغ بنا جامۂ عریانی کا
پردہ کھلتا ہے مری بے سروسامانی کا

عجز ہمت کی ندامت سے دبا جاتا ہوں
بوجھ اب اٹھ نہیں سکتا ہے تن آسانی کا

جلوہ آرائی خورشید قیامت معلوم
وہ بھی عنقا ہے مرے عالم حیرانی کا

ڈالدی ہے نفس بازپسیں سہل چل
بادباں کھولدیا کشتیٔ طوفانی کا

ستم اجر نما دیکھ ابنایا ہے مجھے
قطرۂ خوں وہ بھی رگ دیدۂ قربانی کا

اور قیدوں سے مری قید بھی ہے نکلی ہوئی
میں گرفتار ہوں انداز نگہبانی کا

ورق فتنۂ محشر کو لگا رکھا ہے
دل بھی شیرازہ ہے مجموع پریشانی کا

جس پر آبادیٔ محشر بھی مٹی جاتی ہے
میں وہی جلوہ گہ ناز ہوں ویرانی کا

بندہ پرور کی قیامت میں وہی شان ہی
سیر بانی میں بھی انداز ہے مہمانی کا

ہم عدم سے بھی پرے جائیں اگر تو لیجائے
جم گیا رنگ ترے غمزۂ پنہانی کا

گردش چشم بتاں پیس گئی ہے مجھکو
سرمہ ہوں دیدۂ آہوئے بیابانی کا

بنگیا روز جزا پردۂ ناموس مجھے
چھپگیا عیب مری بے سروسامانی کا

اے وفا شیفتہ غالب و مومن ہوکر
میں نے کچھ رنگ اڑایا ہے غزلخوانی کا

کمال حسن کو اندیشۂ زوال نہ تھا
جہاں اسیر گئے ہم وہاں یہ ماہ و سال نہ تھا

سپہر تفرقہ پرداز کا خیال نہ تھا
سرور خواب عدم تھا مگر وصال نہ تھا

مجھے زبونی تقدیر سے ملال نہ تھا
میں اس پہ خوش ہوں کہ دشمن بھی یکجاں نہ تھا

مزہ وہی ہے جو ہوا عتبار کے قابل
ترے فراق سے بڑھکر مجھے وصال نہ تھا

وہ اور پہلوئے تصویر میں سے چلے آئیں
پکارنے لگتی ہے کہیں مجھے خیال نہ تھا

بنا ہے شورِ قیامت کسی کی ہمت سے
لبِ خموشی میں پوشیدہ جو سوال نہ تھا

نگاہِ شوق کی اب قدر ہے گئے وہ دن
داغِ صیقلِ آئینہ وصال نہ تھا

امیدِ مرگ ہو یا وعدۂ قیامت ہو
وہ کون تھا کہ تہِ زانوئے سوال نہ تھا

عبث مرے لبِ خاموش پہ الجھتا ہے
نگاہِ یاس بھی ظالم کوئی سوال نہ تھا

تم اپنے جلوۂ با امتیاز سے پوچھو
کہیں فریفتۂ حسنِ بے مثال نہ تھا

نگاہ پردہ میں بیٹھی تھی چین سے کس دن
حیا میں کیا اثرِ شوخیٔ غزال نہ تھا

مجھے وہ پردۂ معشوق میں نظر آیا
نصیب سے کبھی شکوہ نہ تھا ملال نہ تھا

تمہارا عکس بھی شوخی سے تھم نہیں سکتا
تمہارا آئینہ کیا دیدۂ غزال نہ تھا

وفا زمانہ سے روندا ہے کس لیے مجھکو
کسی بہار میں سبزہ نہ تھا نہال نہ تھا

تمہارے حسنِ عالم سوز کو چلمن سے کیا ہوگا
بھڑک اٹھتا ہے شعلہ اور بھی دامن سے کیا ہوگا

پلایا زہر آخر مجھکو غمخواری کے پردہ میں
جو میرے دوستوں سے ہو چکا دشمن سے کیا ہوگا

تمہاری سادگیٔ حسن کا احساں ہے آنکھوں پر
نگاہیں ہر طرف پھیر جلوۂ پرفن سے کیا ہوگا

شبابِ ناز نے بھی اس طرف بندِ قبا کھولے
بس اے وحشت جنوں اب چاک پیراہن سے کیا ہوگا

ابھی دل میں ہے اک تخمِ امل ہی برقِ ناکامی
بجز حاصل مری بربادیٔ خرمن سے کیا ہوگا

مٹائے سے کہاں مٹتا ہے داغِ شرمِ رسوائی
چلو رہنے بھی دو اب اس خمِ گردن سے کیا ہوگا

ہماری یہ خموشی ہے طلسمِ ماتمِ ہستی
بس اے شورِ قیامت اب ترے شیون سے کیا ہوگا

دیا ہے سرمۂ حیرت تماشائے خیالی نے
مری آنکھوں کو خاکِ وادیٔ ایمن سے کیا ہوگا

رگِ ہستی میں ہر ریشہ رواں اک برقِ جاں پرور
چمن میں سنبل و گل لالہ و سوسن سے کیا ہوگا

وہ آتش زیرِ پا ہوں نقشِ پا خورشیدِ محشر ہے
جہاں میں ہوں وہاں کھٹکا مجھے رہزن سے کیا ہوگا

سنا ہے شوقِ بے پروا نے واں پردے اٹھائے ہیں
چلو اب ہم بھی تو دیکھیں عارضِ روشن سے کیا ہوگا

کسی کی ناز وابستہ کو ... [illegible]
ازل سے میں بھی جولانگاہ ... بینیائی ہو

اگر دکیوں کھولتے ہو گوشۂ دامن سے کیا ہوگا
اثر مجھکو تمھاری شوخیِ توسن سے کیا ہوگا

[illegible]

وفا کیا بیکسیاں وفا کا نام مٹتا ہے
تمھیں کہدو لپیٹ کر اب مری مدفن سے کیا ہوگا

اے مزاجِ بیکسیِ شوق یہ کیا ہو گیا
مجھکو رشکِ غیر بھی امید افزا ہو گیا

حسن کس نیرنگ سے ہنگامہ آرا ہو گیا
پھر تماشا سرمۂ چشمِ تماشا ہو گیا

کس سے پوچھوں پاسِ ناموسِ حیا کیا ہو گیا
اک جہاں وقفِ نگاہِ بے محابا ہو گیا

ہائے اوسکی بیحجابی کیا حجابِ ناز تھی
سیکڑوں پردوں کا اٹھنا ایک پردا ہو گیا

اسپہ جیتا ہوں کہ تجھسے ناامیدی ہے مجھے
داغِ محرومی مجھے داغِ تمنا ہو گیا

ہاں خبر لینا ذرا اے جلوۂ اندیشہ سوز
شوق کہتا ہے کہ نظارہ بھی پردا ہو گیا

اک تصور اور لاکھوں صورتیں امید کی
لو تمھارا آئنہ بھی تم سے اچھا ہو گیا

مژدہ اے ذوقِ خرابی پھر بنا جاتا ہوں میں
تازہ سامانِ مصیبت پھر مہیا ہو گیا

لیچلا پھر اک طرف اندیشۂ خانہ خراب
ہمرکاب صبرِ شوقِ بے سروپا ہو گیا

کروٹیں سینے میں پھر کچھ کچھ مزے آنے لگے
جوشِ دردِ بیقراری راحت افزا ہو گیا

آمدِ سیلِ حوادث جنبشِ گہوارہ ہے
حلقۂ گردابِ آغوشِ تمنا ہو گیا

پھر رگ و پے میں اتر آیا ہے زہرِ جانکنی
نشۂ خوابِ عدم آنکھوں میں پیدا ہو گیا

رنگ کے اڑنے سے نقشِ بیکسی کو جم گئے
ٹوٹنا امید کا دل کو سہارا ہو گیا

پھر نگاہِ گرم ہے سرجوشِ صہبائے عتاب
نازبیجا ساقیِ بزمِ تماشا ہو گیا

قالبِ افسردگی میں جان سی آنے لگی
قطرۂ خوں جل گیا آخر سویدا ہو گیا

سختیِ جاں سے حقیقت ضبط کی کھلنے لگی
مجھکو جس پر ناز تھا وہ راز افشا ہو گیا

پھر توقع نے بچھا رکھا ہے وہ دامِ فریب
دیکھ! جس کا حلقہ حلقہ چشمِ عنقا ہو گیا

ہاں تماشا حشر کا دیوار کے پیچھے سہی — یاں غمِ درماندگی امید فرسا ہو گیا

پھانس لینا آفتابِ حشر کا مشکل نہیں — طولِ شبہائے جدائی خوب پھندا ہو گیا

دیکھنے والے ہیں کسکے کس نے دیکھا ہے کسے — تم کسے سمجھے ہو کیا ہے کون رسوا ہو گیا

بیوفا اُف کا تکڑا اضطرابِ نا آشنا — دل نہ دوں کیونکر تمھیں کیلئے اچھا ہو گیا

اے وفا میں ہوں ہلاکِ شیوہ ہائے التفات
طعنۂ اغیار بھی مجھکو گوارا ہو گیا

دیکھ! رنگِ بیوفائی رنگ افزا ہو گیا — تیری خوبی ہے کہ اب دشمن بھی تجھسا ہو گیا

بختِ بد کو آسماں سے ربط پیدا ہو گیا — دوستی یہ ہے کہ تو دشمن ہمارا ہو گیا

اے ترا لطف و کرم جب کارفرما ہو گیا — اک زمانہ کا بُرا ہونا بھی اچھا ہو گیا

واہ تدبیرِ کشائش اور بھی اُلجھا دیا — یہ نیا عقدہ ہے جو ناخن سے پیدا ہو گیا

اک نگاہِ ناز تھی بس حاصلِ روزِ جزا — لو ادھر آ جاؤ اب محشر تمھارا ہو گیا

کچھ نہیں زہرابِ مرگِ ناگہاں تہ جرعہ ہے — مجھکو سر جوشِ گدازِ غم گوارا ہو گیا

زینتِ طاقِ ازل زیبِ نمایش گاہِ حشر — آئنہ بنکر دلِ حیراں تماشا ہو گیا

پاک ہے قیدِ نظر سے جلوۂ نظارہ سوز — بس دکھانیکے لئے آنکھوں کا پردا ہو گیا

ہاں تکلف برطرف تم قدردانِ دل سہی — دل کہاں سے لاؤں صرفِ ناز بیجا ہو گیا

کچھ تو شانِ بینیازی ہے ہمیں بھی کام ہے — اور کیا ہو گا کہ تو اچھوں سے اچھا ہو گیا

کیا کھپایا دل میں تو نے مرحبا اے ضبطِ یاس — وسعت آبادِ عدم داغِ سویدا ہو گیا

گرمیٔ رفتار سے میں ہوں وہ آتش زیرِ پا — آفتابِ حشر اک نقشِ کفِ پا ہو گیا

پاسدارِ سختجانی کون؟ مرگِ ناگہاں — ہو گیا بس چارۂ امیدِ فردا ہو گیا

دیکھنا ہر قطرۂ خوں ہے محیطِ ذوقِ دل — جوشِ سودا کیا ہوا جوشِ سویدا ہو گیا

واہ اے جذبِ تصور یہ ترا حسنِ عمل — دیدۂ مجنوں بھی نقشِ پائے لیلیٰ ہو گیا

مرتے مرتے عشق آفت کار کو فرصت ہی / اڑتے اڑتے رنگ بھی رنگ تمنا ہو گیا
رو رہا ہوں داد رونیکی نہیں ملتی مجھے / اے امیر خوش بیاں کچھ تو کہو کیا ہو گیا

اے **وفا** اوستاد کے مرنے کا ہم کس کو کہیں
پھر بھی کہتا ہوں جو ہونا تھا گو یا ہو گیا

چھو لکر پہلوے امید میں آیا نگیا / جو پتہ ہمکو بتایا تھا وہ پایا نگیا
قلم انداز فنا ہوں مری وقعت دیکھو / میں ہوں وہ حرف مکرر جو مٹایا نگیا
اس تکلف پہ کہاں لطف ہم آغوشی کا / آپ سے پہلوے تصویر میں آیا نگیا
وہ ادا اور بھی یہ اور ہے پھر اور بھی / بیخیا زی سے کوئی رنگ جمایا نگیا
اس رکاوٹ میں بھی نیرنگ دل آویزی ہے / روٹھ جانیکی ہے خوبی کہ منایا نگیا
دیدیا طاق سے آئینہ اٹھا کر اون کو / حال مجھ سے دل حیراں کا دکھایا نگیا
ورق حشر لگایا ہے عدم کے پیچھے / جب مرا حال خموشی سے جتایا نگیا
ربط و بیربطی انفاس سے کچھ بھی نہوا / یہ غبار غم دل تھا کہ اڑایا نگیا
بیکسیہائے تمنا سے حیا آنے لگی / تیری تصویر کو سینہ سے لگایا نگیا
دیکھنا چرخ جفا کار کی مجبوری کو / اسطرح ہمکو گرایا کہ اٹھایا نگیا

اے **وفا** آرزوے مرگ نے جی چھوڑ دیا
دست احباب سے اب زہر بھی کھایا نگیا

کس کو دماغ ماضی و فردا و حال کا / محشر بھی ایک سادہ ورق ہے خیال کا
اس دلکشی پہ ہائے وہ کھنچنا خیال کا / تصویر میں بھی رنگ بھرا ہے ملال کا
یہ کارئی نگاہ نے دل کو ملا لیا / پھر چل گیا فریب امید وصال کا
پھر ہے تلاش جلوۂ اندیشہ سوز کی / پھر چاہتا ہوں دادیٔ ایمن خیال کا
پھر مجھ کو سادگی تمنا دکھا گئی / وہ نقش دلنشیں تری بزم وصال کا

کچھ جوشِ بیخودی نے قیامت کو پردی ہے
پہلو بدل دیا جگرِ خستہ حال کا

پھر مانگتا ہوں وادئ امن سے وحشتِ کو
صیقل طلب ہے آئینہ حسنِ خیال کا

وہ اہتمامِ بالشِ مخمل نہیں رہا
پھر سر اٹھا ہے آرزوئے پائمال کا

پھر چل رہی ہے صرصرِ بیتابئ جنوں
الٹا ہے پھر ورق دلِ آشفتہ حال کا

چمکا دیا ہے صیقلِ تیغِ نگاہ نے
آئینۂ شباب میں جوہر جمال کا

ساقی نے پھر دیا مئے ذوقِ شکست سے
دل بھی تو نہ ہے مرے جامِ سفال کا

میں اک طلسمِ یاس ہوں اے صبر بزباں
گویا جواب اپنے لبِ بے سوال کا

میری شماریں کبھی نہیں جرمِ بے ثبات
امیدوار ہوں کرمِ لایزال کا

رسوائیوں میں حسن نے حجاب چھپا دیئے
میں ہالک ہوں تو پردہ چشمِ غزال کا

تو اور ایک رنگ سے نقشہ جما ہوا
میں اور بغل میں آئینہ تغیر حال کا

ہوتا ہوں طرزِ غالب و مومن پہ اے وفا
نقصان نہیں جو ہو تجھے دعویٰ کمال کا

دو جہاں کو نگہِ عجز سے اکثر دیکھا
ہم نے امید کو حرماں کی برابر دیکھا

طالعِ بے ہنری اوجِ فلک پر دیکھا
جس جگہ وہم نہ پہونچا تھا وہاں سر دیکھا

اس برے وقت میں بھی لاکھ سے اچھا ہوں میں
میں نے معشوق کے پردہ میں مقدر دیکھا

کیا کہوں قصۂ دل جیسی حالت ابتر
دوستوں نے مجھے اغیار سے بڑھ کر دیکھا

اے اجل خوب بتایا وہ قیامت ہوگی
جس کے آغوش میں تو نے دلِ مضطر دیکھا

بیکسیہائے تمنا نے سلایا ہے مجھے
پھر نہ جاگوں گا اگر خواب میں محشر دیکھا

یار جب پردہ نشیں ہے تو کہاں کا پردہ
پردہ دیتا ہے کہ اوسے پردہ سے باہر دیکھا

پاؤں پھیلائے ہیں بیجا ہوسِ دنیا نے
ہم نے دنیا ہی کو لیٹا ہوا بستر دیکھا

اس کھلے ظلم نے سب کھول دیئے ہیں پردے
ہم نے دیکھا تجھے سو بار ستمگر دیکھا

ٹپکا پڑتا ہے رگِ شوق سے خونِ حسرت
کیا **وفا** دستِ قضا میں کوئی نشتر دیکھا

مانا کہ میرے پاس تک آیا نجائیگا
کیا غیر سے بھی ہاتھ اُٹھایا نجائیگا

بگڑا ہوا وہ کیا جو بنایا نہ جائیگا
روٹھا ہوا وہ کیا جو منایا نجائیگا

جلوے پکارتے ہیں چلو آؤ دیکھ لو!
پھر کون کہہ رہا ہے دکھایا نجائیگا

بے پردگی کا پردہ ہے اندازِ شرمِ یار
پچھلے سے ڈھل گیا کہ چھپایا نجائیگا

اے ہمنشیں تصوّرِ زانوئے یار سے
یوں دبگیا ہے سر کہ اُٹھایا نجائیگا

کیوں ہو رہی ہے میری طبیعت کی روک ٹوک
وعدہ کی شب نہیں ہے کہ آیا نجائیگا

پتھر بنا دیا جگر و دل کو یاس نے
تم سے بھی ان گھروں میں سمایا نجائیگا

شوخی تو لائی پہلوئے تصویر کیطرف
تمکین نے کہدیا کہیں جایا نجائیگا

طولِ امیدِ روزِ جزا کا ہے فیصلہ
وہ مختصر جواب کہ آیا نجائیگا

ہے ہے **وفا** وہ گلشنِ امید مٹ گیا
کہتے تھے جس کو غیر ہٹایا نہ جائیگا

خلوت سے اُٹھ کے بیٹھ رہے انجمن میں کیا
تم خود اُلجھ گئے تلہ سمیر فن میں کیا

چلتی نہیں زبان تمھارے دہن میں کیا
مہندی لگائے بیٹھے ہو پائے سخن میں کیا

سرجوشِ مے کیساتھ ہے آمیزشِ گلاب
شوخی سے ملگئی وہ نزاکت بدن میں کیا

اپنے کی روک ٹوک ہے اپنے سے واہ واہ
تیرے سوا ہے اور تری انجمن میں کیا

ہے ایک تارِ سبحہ و زنار دیکھنا
ہے ایک بات شیخ میں کیا برہمن میں کیا

ہیں دامنِ خیال میں گلہائے بیخزاں
اُڑتا ہوا سا رنگِ چمن ہے چمن میں کیا

کن پہلوؤں سے تختۂ مشقِ حساب ہوں
احباب نے لپیٹ دیا ہے کفن میں کیا

واعظ مے طہور بھی دیرینہ سال ہے
یاں زہر ملگیا ہے شرابِ کہن میں کیا

غربت میں ہمکو چھوڑ دی ہے جانِ دردمند — کمبخت تو نے وعدہ کیا تھا وطن میں کیا
تصویر ہوں لبِ مسی آلودہ دیکھ کر — سرمہ دیا ہے یار نے چشمِ سخن میں کیا
وضعِ ستم درست پرانی روش بجا — کچھ اور بھی کمال ہے چرخِ کہن میں کیا
دلچسپ جو کلام ہے عالم پسند ہے — پنجاب سندھ بنگ اودھ کیا دکن میں کیا

اہلِ کمال سے ہے وفا چشم آفریں
اُٹھے یہ نونہال زمینِ سخن میں کیا

نہوا پر نہوا وحشتِ خود سر اپنا — تجھ سے انصاف ہے اے داورِ محشر اپنا
بیقراری نے لگایا ہے ٹھکانے مجھکو — پہلوے مہر قیامت میں ہے بستر اپنا
کیا کھلے پھرتے ہو تم قاتلِ عالم ہوکر — کیوں دکھاتے ہو تماشہ سرِ محشر اپنا
ہمنشیں محوِ تصور ہوں اٹھاؤں کیونکر — دیگیا ہے کسی زانو کے تلے سر اپنا
ملگیا ایک نہ ملنے سے ترے کنجِ لحد — بنگیا ایک بگڑنے سے ترے گھر اپنا
مجھ سے کیا پوچھتے ہو او لو بجھا پھونک دو — جلنے والے بھی ہیں اپنے رخِ انور اپنا
دل میں کیا سوچتے ہو! تم جسے چاہو دیکھو — آنکھ اپنی ہے نظر اپنی ہے منظر اپنا
اسکی ترکیب خرابی سے ہے اللہ اللہ — وہ بگڑتے ہیں تو بنتا ہے مقدر اپنا
ہائے وہ رنگِ محبت کہ تبسم بن کر — مسی آلودہ لبِ یار میں تھا گھر اپنا
کچھ خبر ہے تجھیں برگشتگیٔ مژگاں کی! — وہ نزاکت سے سنبھلتا نہیں نشتر اپنا
چاہیئے آئینۂ دل پہ فنا کی صیقل — مٹتے ہی مٹتے چمک جائے گا جوہر اپنا

تیرہ بختی نے وفا خوب چھپا رکھا تھا
کھلگیا جلسۂ احباب پہ جوہر اپنا

ظالم یہ ستم کیا ہے کہ ملکر نہیں ملتا — تو پردۂ امید سے باہر نہیں ملتا
آپس میں ستمگر سے ستمگر نہیں ملتا — دشنہ سے سناں تیغ سے خنجر نہیں ملتا

محشر سے بھی وہ فتنۂ محشر نہیں ملتا
آئینہ بھی اوس قد کی برابر نہیں ملتا

باتوں سے فقط بختِ سکندر نہیں ملتا
ہاں قافیہ ملتا ہے مقدر نہیں ملتا

در پردہ نظر ملتی ہے آنکھیں نہیں ملتیں
کیا لطف ہے مے ملتی ہے ساغر نہیں ملتا

اے وائے مری بیکسیٔ راہِ محبت
رہزن سے شکایت ہے کہ رہبر نہیں ملتا

دل سے گئی بچکر وہ نگاہِ غلط انداز
جو ٹوٹ کے رہجائے وہ نشتر نہیں ملتا

بیگانگیٔ حسن کے نیرنگ تو دیکھو!
پردہ میں ہے اور پردہ سے ظاہر نہیں ملتا

خوش ہو کے سُلا دوں تجھے آغوشِ اجل میں
ایسا کوئی پہلو دلِ مضطر نہیں ملتا

یہ پاسِ وفا بھی ہے ترے حسن کا صدقہ
مجبور ہوں تجھ سے کوئی بہتر نہیں ملتا

قانع کو جہاں میں نظر آتا نہیں مفلس
طامع کو خدائی میں تونگر نہیں ملتا

کوتاہیٔ قسمت نے مزہ خوب چکھایا
اب زہر بھی خواہش کی برابر نہیں ملتا

اس آس پہ جیتا ہوں کہ ہے وعدۂ دیدار
اس بات سے مرتا ہوں کہ کیونکر نہیں ملتا

یہ رنگ ہمارا ہے کہ محشر سے ملا ہے
وہ عکس تمہارا ہے کہ ملکر نہیں ملتا

اس قید پر اپنوں سے ہے یہ شوخیٔ بیجا
وہ شرم کو بھی پردہ کے اندر نہیں ملتا

رہنے دے وفاؔ طعنۂ اغیار سے چھوٹے
دشمن سے نہ کہنا دلِ مضطر نہیں ملتا

وہ دل جسے تھا عشق کا آزار کیا ہوا
مرتی تھی جس پہ موت وہ بیمار کیا ہوا

میں پائمالِ شوخیٔ رفتار کیا ہوا
فتنے بھی اٹھے کہتے ہوئے یار کیا ہوا

ان لن ترانیوں سے تری پھُک رہا ہے دل
اے برق وش وہ وعدۂ دیدار کیا ہوا

دشمن کسی کی آنکھ سے تشبیہ دیتے ہیں
اچھا ہوا! میں عشق کا بیمار کیا ہوا

میں چھپ گیا ہوں پردۂ شرمِ گناہ میں
رحمت پکارتی ہے گنہگار کیا ہوا!

آنکھوں میں بیکسی کا سماں بندھ رہا ہے کیوں
ہے ہے ہجومِ حسرتِ دیدار کیا ہوا

میں اور ماتمِ لبِ خاموش ہائے ہائے
وہ جوشِ نالہ ہائے شرربار کیا ہوا

کیوں ہو گیا ہے دیدۂ حسرت پرست بند
رشکِ نظارہ بازیٔ اغیار کیا ہوا

کیوں ایمنِ خیال میں اڑنے لگی ہے خاک
وہ وعدۂ تجلیٔ دیدار کیا ہوا

کس سے فسانہ اون کے تغافل کا سن لیا
کیوں سو گیا ہے طالعِ بیدار کیا ہوا!

وہ التفاتِ نرگسِ شہلا کہاں گیا!
وہ ساز و بازِ طرۂ طرار کیا ہوا

کمبخت جی چرانے لگا زخمِ آرزو
ذوقِ نمک فشانیٔ گفتار کیا ہوا

دیکھو! دکانِ دیدۂ حیرت کدھر گئی
پوچھو! کہ انتظار کا بازار کیا ہوا

الفت نے دو جہاں سے کیا مجھکو نا امید
آزاد ہو گیا میں گرفتار کیا ہوا

میں اور شیونِ دلِ گم گشتہ ہائے ہائے
غم جسکو رو رہا ہے وہ غمخوار کیا ہوا

میں خمارِ نشۂ الفت سے خوگر ہو گیا
ہائے ہوتے ہوتے دردِ سر بھی اب مجھے سر ہو گیا

اس ترقی پر ہے جوشِ نالہ ہائے متصل
دم اگر ٹوٹا تو سمجھو شورِ محشر ہو گیا

بیوفا مت کاٹکرا مضطربِ نا آشنا
دل نہ دوں کیونکر تمھیں کیا تم سے بڑھکر ہو گیا

لذتِ دیدار نے اچھا نمو پیدا کیا
دیکھ! آئینہ ترے قد کی برابر ہو گیا

بیکسی نے پاؤں پھیلائے ہیں کس آرام سے
مژدہ اے خواب عدم کنجِ لحد گھر ہو گیا

وہ نگاہِ شوخ کچھ بڑھکر حیا سے پھر گئی
ہائے قسمت ٹوٹکر خنجر بھی نشتر ہو گیا

آپ ہی آزار ہوں اور آپ ہی آزار کش
یہ تنِ کاہیدہ اپنا خارِ بستر ہو گیا

ذہن میں سو کھیل تدبیروں کے اور بگڑے ہوئے
ہائے قسمت اک جہاں میرا مقدر ہو گیا

پھر جگر میں تازہ سامانِ خلش پیدا ہوا
پھر خیالِ نوکِ مژگاں مجھکو نشتر ہو گیا

پھر نظر آتی ہے دلمیں چوٹ سی ابھری ہوئی
ایک پھوڑا سا کلیجے کی برابر ہو گیا

پھر ہوائے بیقراری سے اڑا جاتا ہے دم
پھر یہ اندازِ شکستِ رنگ شہپر ہو گیا

زہر کیا اترا رگ و پے میں کہ آنکھیں کھل گئیں
حال اچھا ہو گیا جتنا کہ ابتر ہو گیا

قدِ ہلاکِ حسرتِ دیدار ہے بس چھوڑ دو — تم نے رکھا ہاتھ یہ کمبخت مضطر ہو گیا

اے وفا نیرنگِ بے پردہ کا پردہ دیکھنا
در پئے ظلمِ نہانی وہ ستمگر ہو گیا

نوجوانی سے دبا جاتا ہے بچپن انکا — ان سے شوخی میں بڑھا جاتا ہے جوبن انکا

اور بھی تیز ہوا غمزۂ پُرفن انکا — دمِ شمشیرِ حیا ہے خمِ گردن انکا

جلوۂ حسن کی شوخی سے پتا چلتا ہے — پہلوئے برقِ تجلی میں ہے مسکن انکا

لن ترانی ہی رہی حشر میں بھی عاشق سے — ہے دو عالم سے الگ وادیٔ ایمن انکا

میں بھی جسکو نہ سنوں کون ہے؟ شکایت میری — مان لے جسکو خدا کون؟ لڑکپن انکا

ہے یہی مستی بیجا تو خدا خیر کرے — اُن کے ہاتھوں سے نکلجائے نہ دامن انکا

مرنیوالے دہنِ یار کے جو گذرے تھے — بے نشانی نے بتایا مجھے مدفن انکا

حفظِ ناموس تجلی بھی عجب شان سے ہے — ذرہ ذرہ ہے چراغِ تہِ دامن انکا

طور جلنے کیلئے بیچ میں کیوں آیا ہے — جلوہ انکا ہے کلیم انکے ہیں ایمن انکا

آنکھ غماز نگہ شوخ طبیعت بیباک — انکے گھر والے بتاتے ہیں نشیمن انکا

دُور اے پاسِ ادب اے ہوس اٹھی جاتی ہیں — کھینچ اے دستِ ہوس گوشۂ دامن انکا

اے وفا دیکھ محبت کا نتیجہ یہ ہے
ہائے جو دوست ہمارا ہے وہ دشمن انکا

محوِ دیدار ہوں اُس عالمِ یکتائی کا — جلوۂ طور جہاں سرمہ ہے بینائی کا

میری نظروں سے ٹپکتا ہے مذاقِ دیدار — میری آنکھوں پہ ہوا احسان خود آرائی کا

کھیل سمجھے! یہ خبر حضرتِ موسیٰ کو نہ تھی — پردہ کھلتا ہے یہاں چشمِ تماشائی کا

شمع بے دود ہے دیوار بھی ہے بے سایہ — پوچھنا کیا ہے مرے عالمِ تنہائی کا

شوخیٔ نار اُدھر یہ دلِ بیتاب اِدھر — دامنِ برق ہے اور ہاتھ ہے رسوائی کا

خوب اس قطعِ تعلق نے مٹایا جھگڑا
لو قیامت میں وہ منکر ہے شناسائی کا

ایک سے سیکڑوں معشوق بنا ہم ہمنے
دلمیں جو نقش بٹھایا تری یکتائی کا

پاسِ اغیار سے تم ہاتھ اٹھا سکتے نہیں
اس نزاکت پہ یہ دعویٰ ہے ستم آرائی کا

پارہ پارہ ہے اگر دامنِ صبرِ عاشق
پردۂ حسن میں بھی چاک ہے رسوائی کا

رحم کر! خوف کر! انصاف کر! اے سختی جاں
جی چھٹا جاتا ہے طولِ شبِ تنہائی کا

اے وفا آئے قیامت تو ابھی آ جائے
بوجھ اب اٹھ نہیں سکتا غمِ فردائی کا

برنگِ خوں ٹپک نکلا ہے جوہر بیوفائی کا
تری شمشیر آئینہ ہے تیری کج ادائی کا

بہت سی شرم بھی ہے اک طریقہ خودنمائی کا
لبِ پردہ ہے گھونگھٹ اسپہ دامن پارسائی کا

ترا کھینچ کھینچ کے یہ ملنا ہے دلمیں چٹکیاں لینا
تری نا آشنائی میں مزہ ہے آشنائی کا

وہ استادِ ستم پرداز آفت کار کیا ہوگا
سکھایا جس نے کافر تجھکو شیوہ دلربائی کا

تجھے کیا غم کیے جا شوق سے تو مشقِ خونریزی
مجھے رونا ہے اے قاتل تری نازک کلائی کا

غضب ہو عالمِ ہستی میں پاسِ وضعِ خودداری
ستم ہو نوجوانی میں یہ دعوے پارسائی کا

برنگِ کاغذِ تصویر مجھ میں دم نہیں باقی
اور انکو حوصلہ ابتک ہے طاقت آزمائی کا

علوِ ظاہری سے پستیٔ ہمت نہیں جاتی
مہِ نو ہے نمونہ میرے کچکولِ گدائی کا

ہم اسکے جان اسکی مال اسکا پھر یہ رونا کیا
گلہ دریا سے کیوں قطرہ کو عبدیت ویائی کا

تم اپنے عمر اچھی وقت اچھا آؤ مل بیٹھو!
نہ آئے حسن بے پردہ پہ دھبہ پارسائی کا

تجھے کیا کیا بھروسہ تیغ و خنجر کی روانی پر
مجھے لوٹا ہوا اک آسرا نازک کلائی کا

خرامِ نازنینِ یار کا بھی واہ کیا کہنا
چمن کہتے ہیں جسکو نقش ہے پائے حنائی کا

سیہ کاغذ میں ہو جیسے سپیدی ایک نقطہ کی
ہوا یہ حال صبحِ حشر و شبہائے جدائی کا

مٹا دیتا ہے گویا صیقلِ آئینۂ ہستی
چمکتا ہے عدم کے پردہ میں جوہر صفائی کا

نور اثر ہکر مجھے پہچان لے اے جلوۂ رحمت — جبینِ بخت پر ہے داغ شرمِ نارسائی کا
اگر بدلے میں اسکے دو جہاں دیجے تو زیبا ہے — گدا ہوں آپ کا اور عجز ہے تحفہ گدائی کا
دلِ بیدیت و یا ذوقِ وصالِ یار کیا جانے — کہ سب کچھ ملگیا جب ملگیا پہلو جدائی کا
دلِ بیصبر دشمن سے نہ ملجاتا تو کیا کرتا — کہ یہ کمبخت نو آموز تھا مشقِ جدائی کا
جہاں ہم ہیں مقید واں نئے ڈھب کی شفقت ہے — پر تحقیقا یہ لکھا کرتے ہیں مضموں رہائی کا
خبر لو شرم و شوخی کی وہ کیا آپ سے کہتی ہیں — تمھارے گھر میں چرچا ہو تمھاری پارسائی کا

وفا نورِ حقیقت دیکھ لے روئے محمد میں
جمالِ پاک آئینہ ہے شانِ کبریائی کا

میں اُس کی ایک بات سے مجبور ہوگیا — کہتا ہے ہم کو شکوہ بھی منظور ہوگیا
نقشِ امید دل میں جو باندھا وہ در تھا — پھاہا رکھا جو زخم پہ ناسور ہوگیا
آئینہ دیکھنے سے بھی انکار ہے اُسے — اتنا کھنچا کہ آپ سے بھی دور ہوگیا
نظارگی نہیں ہے یہ تجلی ضرور تھی — پردہ میں کیوں چھپا تھا کہ مشہور ہوگیا
ہاں! اس ستم کشی کی تلافی بھی چاہیئے — سمجھینگے ایک روز جو تو حور ہوگیا
یادِ ادائے حسن ہوئی ہے وکیلِ عشق — نزدیک ہوگیا ہے اگر دور ہوگیا
میں وہ! کہ دیکھے سیکڑوں تجھ جیسے مستِ ناز — تو وہ! کہ ایک جرعہ میں مخمور ہوگیا
اُس مہروش کے جلوۂ خوبی کو دیکھنا — سایہ اگر زمیں پہ گرا نور ہوگیا
حسرت بھری نگاہ سے کیوں دیکھتے ہیں ہم — کیا آسماں کوئی دلِ رنجور ہوگیا
افسردگی دل نے بجھایا چراغِ دل — لو! مجمعِ خیال بھی بےنور ہوگیا

مہر وطن سے دل کو جو خالی کیا **وفا**
رنجِ سفر سے اور بھی معمور ہوگیا

مجھے چلتا ہے پتہ اسگلے پریشانو نکا — میں ہوں آغازِ بیاں کتنے ہی افسانونکا

دوست رکھتے ہیں مجھے دوست کشکش ہیں عدو
پھول یا غنچوں کا ہوں اور خار بیابانوں کا

دیدہ و دل جگر و جاں ہیں وہ حالت میری ہی
ایک افسوس ہی حاصل کئی ویرانوں کا

میں ہوں وہ مستِ مئے جلوۂ ساقی کہ مجھے
گردشِ ہفت فلک دور ہے پیمانوں کا

اور کیفیتِ دل سے نہیں واقف لیکن
پہلے مجمع تھا یہاں کتنے ہی ارمانوں کا

کچھ تو آخر میں لگا رہنے دو اے دستِ جنوں
رشتہ ہاں ٹوٹے جنوں سے نہ گریبانوں کا

سبز بختی بھی مجھے صورتِ بربادی ہے
میں جو سبزہ ہوں تو اُجڑی ہوئی کاشانوں کا

صبحِ گلشن ہے تری ایک قبائے رنگیں
واشدہ غنچہ گل چاک ہے داماںوں کا

ایک دروازہ کشادہ ہے اُدھر اے زاہد
ایک در جانبِ فردوس ہے میخانوں کا

وائے! اے سوزِ محبت یہ تری بے اثری
کھیل ہے شمع پہ گرنا انھیں پروانوں کا

آنکھ اٹھ جائے غلط بھی تو نشانہ کی طرف
پھیر دیتی ہے قضا رخ وہیں پیکانوں کا

یہ بُری حالتِ دل اور غزل کا پڑھنا
نوحہ خواں میں ہوں **وفا** اپنے غم انجانوں کا

گل و لالہ میں ہے سب رنگ ہستی تیرے نازوں کا
بہارِ باغ گویا پردہ ہے نظارہ بازوں کا

بچانا اے دلِ ناداں بہت نکلی سادہ وضعی پر
کہ یہ نیرنگ بھی اک رنگ ہے نیرنگ سازوں کا

ہوائے معصیت سے عصمتِ یوسف کو کیا نسبت
کوئی دامن بھی چھو سکتا نہیں ہے پاکبازوں کا

کھڑی ہے عالمِ حیرت میں حسرت میری بالیں پر
اجل بھی اک طرف منہ تک رہی ہے چارہ سازوں کا

بھلا یارب میں طولِ نامۂ اعمال کیا سمجھوں
رہا ہاتھوں میں گیسو عمر بھر گیسو درازوں کا

ہزاروں رنگ اور ہر رنگ ایک وضعِ محبوبی
مگر منہگا نہ ہستی بھی دل ہے عشقبازوں کا

زلیخا حسنِ یوسف کیلئے شہرت کا باعث ہی
نیازِ عشق سے بڑھتا ہے رتبہ بےنیازوں کا

فلک سے کیا شکایت مجھکو اس بیہودہ گردی کی
کہ وہ بھی اے **وفا** اک پیشہ ور ہے ہرزہ تازوں کا

سامانِ عیش ہجر میں وحشت اثر ہوا
مطرب کا نغمہ نالۂ مرغِ سحر ہوا

بعدِ فنا یہ سوزِ نہاں کا اثر ہوا
ہر ذرہ میری خاکِ سیہ کا شرر ہوا

کچھ نسبت ابرِ رحمتِ حق سے تو ہے اسے
اچھا ہے زہدِ خشک سے دامن جو تر ہوا

نیرنگِ حُسن و عشق کی سرگرمیاں تو دیکھ
پی اُس نے بزمِ غیر میں مجھ کو اثر ہوا

وسعت ملے تو دیکھیے پھر نکلی ہمتیں
تنگی پہ تم سے فتنۂ محشر کا گھر ہوا

بلبل کا دم بہار کے ہمراہ اُڑ گیا
رنگِ چمن ہی اسکے لئے بال و پر ہوا

کیوں سر نگڑے بیٹھ رہے مجھکو دیکھکر
کیا میں بھی آن کیواسطے اک دردِ سر ہوا

کیا حُسنِ یوسفی میں نہ تھیں خود نمائیاں
ایدستِ شوق کس لیئے تو پردہ در ہوا

دم لینگے میرے نالے کہاں کچھ خبر نہیں
ہاں محشر ان کے واسطے اک رہگذر ہوا

کیں ابتدائے عشق میں اُس سے شکایتیں
اب فکر ہے کہ حال سے کیوں باخبر ہوا

آتش ابھی نہ سنگ میں تھی دل تھا سوختہ
ہونا تھا جو وہ ہونے سے بھی پیشتر ہوا

یوں تیرے در پہ ضعف نے لاکر بٹھا دیا
مانندِ نقشِ پا نہ اُدھر سے اِدھر ہوا

فرقت میں چشمِ تر سے ٹپکنے لگا لہو
موئے مژہ بھی میرے لئے نیشتر ہوا

سب اعتبار ہیں عدمِ ہستی کے اے وفا
یہ داغ دل ہوا کہیں دردِ جگر ہوا

سامنے آنکھوں کے وہ نقشِ نگیں ہو کر پھرتا
عکس کیا خانۂ آئینہ سے باہر پھرتا

اسکی تقدیر میں گردش ہی اگر لکھی تھی
کاش اُس بزم میں دل صورتِ ساغر پھرتا

ایسا اندھیر بھی کیا اے شبِ تنہائیِ غم
کچھ تو آنکھوں میں خیالِ مہ و اختر پھرتا

روزِ اول بھی تو وہ خواب پریشاں تھے ہم
جسکی تعبیر میں اے چرخ ترا سر پھرتا

کیا ہوا دل میں اگر نوکِ مژہ بیٹھ گئی
لطف جب ہوتا کہ رگ رگ میں یہ نشتر پھرتا

تیرے کوچہ کی ہوا لگتی اگر یوسفؑ کو
نکہتِ گل کی طرح جامہ سے باہر پھرتا

حالتِ یاس میں سب بھولا ہوا بیٹھا ہوں
وعدۂ مرگ ہی کچھ دل میں مقرر پھرتا

جان بھی کھنچنے لگی دیکھ کے وحشت میری
ساتھ ساتھ اپنے کہاں تک کوئی رہبر پھرتا

کوچۂ یار میں ٹھوکر کے سوا کیا ملتا
لاکھ اگر کاسۂ گردوں کی طرح سر پھرتا

تجھ سے ہے اے نگہِ یار بگڑنا بننا
ایک تو پھیرتی تو سو بار مقدر پھرتا

دیکھتے تم بھی کہ کس ڈھب سے تمھیں ہم لیتے
اپنی جانب جو ذرا داورِ محشر پھرتا

میں ہوں مداحِ علی کرم اللہ وجہہ کیونکہ نہ بخشا جاتا
یہ بھی وہ بات کہ پیاسا لبِ کوثر پھرتا

یکقلم صفحۂ محشر ورقِ دل بنتا !
اک قدم آگے جو وہ فتنۂ محشر پھرتا

کاش ہر آہ میں اک لختِ دل الجھا ہوتا
دم بھی سینہ میں **وفا** صورتِ خنجر پھرتا

ہر ایک کو ہر مرتبہ حاصل نہیں ہوتا
آئینہ سکندر کے مقابل نہیں ہوتا

بے لطف ہے وہ کام مصیبت نہیں جسمیں
بیقدر ہے وہ عقدہ جو مشکل نہیں ہوتا

تم وصل میں دیوانگیِ شوق سے ڈرنا
میں کشمکشِ ناز سے بیدل نہیں ہوتا

کس کام کا اے قیس ترا چاکِ گریباں
لیلیٰ کا اگر پردۂ محمل نہیں ہوتا

میں خرمنِ امید ہوں تو برقِ غضب ہے
مجھ سے بجز افسوس کے حاصل نہیں ہوتا

کیا ظلم ہے بے پردہ اُسے غیر نے دیکھا
کیوں پردہ مری آنکھ کا حائل نہیں ہوتا

نالے سے نہ کیوں دردِ جگر اور بھی بڑھتا
دشنے سے سوا زخم کے حاصل نہیں ہوتا

ہوں مثلِ حباب اور کہیں قطرہ ہوں کہیں موج
میں ذوقِ فنا سے کبھی غافل نہیں ہوتا

کہتے ہیں مرے زخم یہ ہنس ہنس کے مزہ میں
ایسا نمکیں خندۂ قاتل نہیں ہوتا

ہاں! غیر بھی کیا دعوئ الفت میں ہے جھوٹا؟
کہتے ہو کسی پر کوئی مائل نہیں ہوتا

کھویا تمھیں عشاق کی بیحوصلگی نے
محشر میں تمھارا کوئی سائل نہیں ہوتا

جادہ پہ چلے جاتے ہیں جو راست قدم ہیں
یہ خضر جدا تا سرِ منزل نہیں ہوتا

اندازۂ ہمت سے کوئی شے نہیں بڑھتی
یعنی خط ساغر خط ساحل نہیں ہوتا

ق

ہر خال سیہ داغ جگر بن نہیں سکتا!
ہر قطرۂ خوناب کبھی دل نہیں ہوتا

تجھکو ہی مگر آگ لگانی نہیں آتی
کیا طور سے اچھا بھی کوئی دل نہیں ہوتا

دنیا سے **وفا** سر دیہانتک ہے مراد دل
میں سوز جہنم کا بھی قائل نہیں ہوتا

اوس نوبہار حسن سے کیا سامنا ہوا
نکہت سے پہلے رنگ چمن ہے اڑا ہوا

قدموں سے تیرے سب ہیں بلائیں لگی ہوئیں
نقش قدم پہ فتنۂ محشر مٹا ہوا

اب کیا ملیگی راہ شب ہجر موت کو!
دل اک چراغ دود سے وہ بھی بجھا ہوا

اپنے شریک حسن سے ہیں یہ رکاوٹیں
تصویر سے بھی ملنے لگا ہے کھنچا ہوا

ڈر ہے کھٹک نہ جائے ترے انتظار سے
ہر اشک ہے اب آنکھ میں پیکاں بنا ہوا

لب پر ذرا تو دم کو ٹھہرنے دو اے اجل
آیا ہوں دور سے یہ مسافر چلا ہوا

ساقی نشہ میں ہاں کوئی شیشہ نہ ٹوٹ جائے
بیٹھا ہے تیری بزم میں اک دل دکھا ہوا

کس منہ سے کہتے ہو کہ ہیں خلوت پسند ہم
آئینہ ہے وہ سامنے دیکھو رکھا ہوا

تاثیر ناتوانی مجنوں تو دیکھنا!
لیلیٰ کی رگ سے خون بھی نکلا رکا ہوا

کھنچتا ہے دیکھوں کتنا گریبان صبح حشر
اپنا بھی اب تو دست جنوں ہے بڑھا ہوا

میں اور لاکھ گلے اضطراب کے
تو اور اک وہ طرز تجاہل کہ کیا ہوا!

بیباکیاں یہ دیدۂ جاناں کی دیکھئے
پھرتا ہے بزم غیر میں ساقی بنا ہوا

ہر چاک پیرہن نے جب آغوش کھول دی
دامن سے ملکے پھر نہ گریباں جدا ہوا

مجھ ناتواں کی قافلہ والوں کو کیا خبر!
مانند نقش پا ہوں میں پیچھے رہا ہوا

وصل عدو میں عنت مرا کام ہو گیا
بند قبا کے ساتھ تھا دل بھی بندھا ہوا

تقدیر دو قدم ہے فلک سے بڑھی ہوئی
دل ہے تری نگہ سے زیادہ پھرا ہوا

مدت سے اپنا حقِ فغاں چاہتا تھا دل
اک سرمہ سا نگہ میں تمھاری ادا ہوا

کچھ انتہا بھی خوار ہی حسرت کی اے **وفا**
اپنی نگہ سے آپ ہی میں ہوں گرا ہوا

عشق ہر پردہ میں معشوق کا خواہاں نکلا
اونکا آئینہ بھی میرا دلِ حیراں نکلا

کیوں نہ آوارہ پھرے نکہتِ گل الغافل
گل بھی نکلا جو عدم سے تو پریشاں نکلا

داغ وہ داغ ہے جو سو پردوں کے اندر چمکا
شعلہ وہ شعلہ جو فانوس میں عریاں نکلا

ہمنے دیکھا تو گلے سے اسے لپٹے دیکھا
اون کا خنجر بھی کوئی میرا گریباں نکلا

اے جنوں کیا تجھے اللہ نے وسعت دی ہے
قیس کی خاک کا ہر ذرہ بیاباں نکلا

بختِ خوابیدہ نے کیا رنگ دکھایا ہے کہاں
فتنۂ حشر مرا خوابِ پریشاں نکلا

حسرتیں کیا ہی گلے ملتی ہیں خوش ہو ہو کر
کون آکر طرفِ گورِ غریباں نکلا

تیرا آغوش سے جانا تھا نکلنا دم کا
فرق یہ ہے کوئی ظاہر کوئی پنہاں نکلا

زلف کو دیکھ کے تیری یہ کھلا حال مجھے
تجھ سے نزدیک جو نکلا وہ پریشاں نکلا

موت کے وصیان سے کچھ درد کو تسکین ہوئی
وہ بھی اک دل میں کھٹکتا ہوا ارماں نکلا

دیکھکر تجھکو یہ آہن میں نمو ہوتا ہے!
جوہرِ آئنہ بھی صورتِ مژگاں نکلا

کچھ تو اے جانِ حزیں حالِ عدم کہہ مجھسے
کوئی تیرا بھی شریکِ غمِ ہجراں نکلا

دل میں کانٹے کیطرح چبھتا ہے جینے کا خیال
ہائے کیا وہ بھی ترا دشنۂ مژگاں نکلا

مر کے بھی وحشتِ دل ہائے ٹھکانے نہ لگی
اے **وفا** مجھکو عدم گوشۂ زنداں نکلا

اب دل میں بھی وہ جوشِ تمنا نہیں ہوتا
جو نقش کہ مٹتا ہے وہ پیدا نہیں ہوتا

جو نالہ ہے وہ ضعف سے لب تک نہیں آتا
جو کام ہے اپنا کبھی پورا نہیں ہوتا

کیوں تجھ میں جلتا ہے چراغِ دلِ مجنوں
کیوں شمعِ سیہ خانہ لیلےٰ نہیں ہوتا

آنکھوں میں یہ اک خاک سی کیوں اڑنے لگی ہے
ہوسی سے یہ تھی طور کو غیرت کہ ہوا خاک
ذوقِ خلش افسردگیِ دل نے مٹایا
زنداں کی بھی دیوار گرائی نہیں جاتی
کیا کاوشِ الفت نہیں معشوق کو دل میں
یارب میں مٹے پہ بھی اگر تنگ چمن ہوں
مجھ سے تمھیں کیا اپنی ذرا آنکھ کو دیکھو
ظاہر ہے کہ در پردہ ترا ظلم نہانی
کھلتے ہی بگڑ جائیگا شیرازہ دلوں کا

کیا سینہ میں اب خونِ تمنا نہیں ہوتا
عاشق کو کبھی رشک گوارا نہیں ہوتا
اب زخم کا ناخن پہ تقاضا نہیں ہوتا
لو گریۂ یعقوب سے اتنا نہیں ہوتا
کیا گل میں رگِ گل کا وہ کانٹا نہیں ہوتا
کیوں خاک کا ضامن کوئی صحرا نہیں ہوتا
تم سے تو یہ بیمار بھی اچھا نہیں ہوتا
اس طور سے ہوتا ہے کہ گویا نہیں ہوتا
اچھا ہے جو وہ بندِ قبا وا نہیں ہوتا

یہ بیکسیِ عشقِ وفا خاک میں ملجائے
غیروں میں مرے مرنے کا چرچا نہیں ہوتا

مجھ میں اثرِ جلوۂ مستانہ ہے اسکا
کیا شان بڑھی ہے صدقے کون بکا نکی
اس شمع تجلی پہ بھلی جاتی ہیں آنکھیں
ہم شورِ قیامت کی حقیقت سے ہیں واقف
آیا ہے ادھر صبح میں تیرنگ تماشا
ہاں رنگ پہ پردہ کو بیاں سنتے ہیں صبا
ساقی ہے جہاں مست دو ہو یہ محبت

اتنا تو کہیں سے کوئی دیوانہ ہے اسکا
نورِ مدنی گوہرِ یک دانہ ہے اسکا
نظارہ جسے کہتے ہیں پروانہ ہے اسکا
جو نیند اڑاتا ہے وہ افسانہ ہے اسکا
دیکھو تو ادھر کعبہ تو بتخانہ ہے اسکا
جو دل کہ شکستہ ہے وہ پیمانہ ہے اسکا
کھنچی ہے جہاں روح وہ میخانہ ہے اسکا

جگر کیا جان کیا دل کیا زباں کیا
ملیگا ہم کو عیشِ جاوداں کیا
دو عالم ہیں فنا اب کس سے پوچھیں

تمھارے ہیں ہمارا امتحاں کیا
جہاں وہ ہے نہیں یہ آسماں کیا
فریبِ گردشِ چشمِ بتاں کیا

کدھر ہے اے نگاہِ بے محابا	تجھی کو کہتے ہیں تیغ رواں کیا
کہاں ہے وعدۂ امید افزا	تجھی کو لکھتے ہیں آرامِ جاں کیا
دوست ہو کر تمھیں کیوں مجھ سے جدا رہنا تھا	انکے دل پہلوِ عاشق میں پڑا رہنا تھا
طور ہو مصر ہو کنعاں ہو کوئی عالم ہو	تمکو جس پردہ میں رہنا تھا چھپا رہنا تھا
میرے دل سے بھی تو امیدِ وفا سچی تھی	تجھکو ظالم ابھی سرگرم جفا رہنا تھا
بستگی دل کے نصیبوں میں اگر لکھی تھی	اُسکے گیسو میں گرہ بن کے پڑا رہنا تھا
تم ہو اچھے تمھیں پھر کون برا کہہ سکتا	بس فقط نام کو پابند حیا رہنا تھا
تیرے دن ترکِ محبت کے نہ تھے دلِ ظالم	حسنِ نوخیز کو امید فزا رہنا تھا
تپِ دوزخ کی گرمی اور دلِ بیتاب اپنا سا	نمک ہے شورِ محشر دیدۂ بیخواب اپنا سا
شریکِ حسن ٹھیرایا ہے حسن بدگمانی سے	سمجھتا ہے مجھے بھی دشمنِ احباب اپنا سا
طلب کرتا ہے دل بعد از شکستِ دل اقیامت سے	کہاں سے لاؤں ظالم گوہرِ نایاب اپنا سا
ہائے وہ لغزشِ پا اور وہ سنبھلنا اُنکا	کچھ پتہ دیگئی موجِ رگِ صہبا اُنکا
سیکڑوں پردوں سے کھلتا ہوا پردا اُنکا	لاکھوں جلووں میں چمکتا ہوا جلوا اُنکا
بزمِ نظارہ سے ہم لائے ہیں داغِ حرماں	اُنکی بے پردگی تازہ تھی پردا اُنکا
آؤ بزمِ مستیٔ وحدت کے تماشے دیکھو	ارنی بول اٹھا جلوۂ یکتا اُنکا
رنگیا جوہرِ آئینہ رگِ جاں بن کر	اے خوشا جانِ تماشا ہے تماشا اُنکا
طلبِ دل بھی ہے اور فرصتِ اغماض بھی ہے	رنگ آمیزِ تغافل ہے تقاضا اُنکا
جلوۂ پردہ نشیں سے نہ اڑائے خاک	گردِ محشر ہے غبارِ غمِ رسوا اُنکا
ہے یہ انصاف کہ انصاف کی حسرت منتجائے	ہائے میں اور زخمِ حوصلہ فرسا اُنکا
عیدگہ و دل ہے مری یاس بلئے پھرتا ہوں	آئینہ خانۂ نیرنگ تماشا اُنکا
آج بیصرفہ امیدوں کے گلے کٹتے ہیں	وہ چھری لے کے چلا غمزۂ بیجا اُنکا

دیکھ اے خوابِ اجل! آنکھ کھلی رہنے دے
آج ہے پیشِ نظر وعدۂ فردا انکا

نورِ آئینۂ ہستی ہے تجلی اون کی
مردمِ چشمِ دو عالم رخِ زیبا انکا

ہوش کا ہوش سے بیساختہ جاتا کیا ہے
اے **وفا** حلقۂ آغوش میں آنا انکا

ازل سے ربطِ حسن و عشق بربادی کا ساماں تھا
گری تھی برق اور میں برق کے پہلو میں پنہاں تھا

کفِ خاکسترِ دل میں کمالِ حشر پنہاں تھا
کہ ذرہ ذرہ اک آئینۂ بیتابیٔ جاں تھا

حسابِ دوستاں در دل خدا جانے غرض کیا تھی
لگاوٹ کیلئے کچھ بھی نہ تھا اک حسنِ خوباں تھا

تم اپنی پردہ پوشی پر نہ اتنا ناز فرماؤ
کسی کا شوق رسوا بھی شریکِ رازِ پنہاں تھا

تمھیں تو کہتے ہو! کتنے سنی پر مٹ گیا ہے یہ
اُسی دل کو تو روتا ہوں کہ دل ہونے پہ نازاں تھا

فریبِ یاس آئینِ وفا اب چل نہیں سکتا
جسے سمجھے ہو نقشِ آرزو وہ داغِ حرماں تھا

وہی طرزِ خموشی کہتی ہے اے داورِ محشر
کہیں تو اہلِ ذوقِ نیرنگ پر شعلے کے پنہاں تھا

پتہ چلتا ہے کچھ کچھ انتہا خود نمائی سے
تمہارا دیکھنے سے پہلے بھی آئینہ حیراں تھا

ملامت داغِ تنہائی اسی خدمت کو چھوڑیں
[illegible] ہمارا مشغلہ [illegible] عزیزاں تھا

بہار [illegible]
گرفتہ خاطرِ احباب کا بھی اسکو زنداں تھا

وفا کیا پوچھتا ہے دیکھ اس حسنِ قیامت کو
اندھیرے سے گھر اپنا [illegible] آتش جاں تھا

رنگ آمیز ہوا جب وقت [illegible] شادی کا
کچھ دیا موت سے نقشہ تری بیدادی کا

آپ کی قید میں بھی لذت ہے آزادی کا
آپ سے کہ صیاد بھی دم بھرتے ہیں صیادی کا

ہو نہ ہو آوازۂ طوفانِ قیامت کیسا
آ بلا لوٹ لیا ہے لبِ فریادی کا

ستم آبادِ فنا سے ابھی آیا ہوں میں
میرے ہاتھوں میں ہے نقشہ تری بربادی کا

میزباں جوشِ جنوں اخواریٔ قسمت مہماں
گھر میں کس شان سے آیا قدمِ آبادی کا

تختۂ مشق پہ تو نے کسے باقی چھوڑا
قدر داں کون ہے ظالم تری اُستادی کا

مُہر ہے خاطرِ افسردہ پہ ناکامی کی
داغ ہے ناصیۂ بخت پہ ناشادی کا

شیوۂ نازِ میرا التفات طلب ہو ہم سے
ہائے وہ ناز بھی کس کا ستم ایجادی کا

ماتمِ عمر ہے اب قیدِ وفا بھی نہ رہی
کششِ آہ نے کھینچا الفِ آزادی کا

نازِ بے پردگیٔ حُسن کا خواہاں ہوگا
باغباں جلوہ فروشِ گل و ریحاں ہوگا

حفظِ ناموسِ تجلی کا جو ساماں ہوگا
ایک اک ذرہ چراغِ تہِ داماں ہوگا

دل اگر نذرِ دلِ آویزیٔ پیکاں ہوگا
کس پہ احسانِ جگر کاویٔ مژگاں ہوگا

چارۂ پرکاریٔ امید کی پروا کس کو
رخِ افسوس پہ رنگِ غمِ حرماں ہوگا

آج ہے لذتِ آزار کا رونا مجھکو
حشر کو شکوۂ کوتاہیٔ مژگاں ہوگا

جوئے خوں لائینگے ہم آج محیطِ جاں سے
جوششِ لبِ تشنگیٔ شوق کا ساماں ہوگا

مصر و کنعاں کے تماشہ کو تو ہم جانتے ہیں
تیرے قابو میں ترا جلوۂ پنہاں ہوگا

رشک نے کام کیا ہائے شفاسی پہلے
میرے غمخوار سے کہتے ہیں کہ درماں ہوگا

کچھ تو سمجھا ہے کہ یوں چھوڑ رکھا ہے ہمکو
شیوۂ غفلتِ صیاد نگہباں ہوگا

تم وہ بدمست کہ چلمن سے نکلے جاتے ہو
تم سے کیا خاک علاجِ غمِ پنہاں ہوگا

اتنی رسوائی مضمون قیامت ہے ہے
کوئی محوِ اثرِ پرسشِ پنہاں ہوگا

دیکھنا جوشِ قلق میرے تصوّر کے لئے
گوشۂ خاطرِ احباب بھی زنداں ہوگا

گریۂ شوق ہوا خندۂ عشرت مجھ کو
میری آنکھوں پہ ترا گوشۂ داماں ہوگا

اے وفا فتنۂ محشر کو بھی ہم دیکھینگے
بختِ بد آئنۂ خوابِ پریشان ہوگا

رنگ آمیزیٔ امید پہ دل بھر آیا
سامنے جب ورقِ سادۂ محشر آیا

مژدہ اے ذوقِ ستم پھر بُتِ خود سر آیا
فتنہ پرداز و دغاباز فسوں گر آیا

ہائے اس بیکسیٔ عشق پہ جی بھر آیا
آپ نے وعدہ کیا اور مجھے باور آیا

دل ہی جب چھوٹ گیا دونوں جہاں تہی ہیں
ہاتھ جب ٹوٹ گئے ہاتھ میں ساغر آیا

اس تباہی پہ مرے گھر کی تباہی دیکھو
گریۂ سیلابِ قیامت کی برابر آیا

ہوش میں آؤ سنبھل جاؤ کہاں کا انصاف
یہ وہ غارت گرِ سرمایۂ محشر آیا

ناخنِ یاس نے کیا عقدۂ مشکل کھولے
آج سمجھا کہ مرے ہاتھ مقدر آیا

شبِ تنہائی غربت میں اندھیرا بن کر
نیچے آنکھوں کے جو آیا تو مرا گھر آیا

ہمنشیں محوِ تصور ہوں اٹھاؤں کیونکر
میں چلا اور کسی زانو کے تلے سر آیا

واہ ناموسِ محبت کا یہ پردہ رکھنا
تم سے معشوق کے پردہ میں مقدر آیا

اپنی چلمن کی خبر لو ابھی ٹکڑے ہونگے
دستِ وحشت میں اگر دامنِ محشر آیا

کیا ہوا کیا نہ ہوا کون ہے کس سے پوچھوں
پردۂ ناز سے کس ناز سے باہر آیا

سخت جانی کے بہانے کہیں چلتے تھے
قطعِ حجت کے لیے بیچ میں خنجر آیا

لیچلی خاک میں اب غیرتِ راحت طلبی
پہلوئے برقِ فنا میں دلِ مضطر آیا

اے **وفا** کیا ترے آنے کی ہے عزت گویا
بزمِ اشعار میں مضمون مکرر آیا

دیکھنا یہ رنگِ سادہ شوقِ بے تاثیر کا
اک نیا پہلو نکالا خواب بے تعبیر کا

فرصتِ بربادیٔ دل سے بھی اب دل بھر گیا
گھر بنا جاتا ہے ظالم حسرتِ تعمیر کا

بے نیازی میں بھی شانِ کارفرمائی رہی
دامنِ تدبیر میں بھی چاک ہے تقدیر کا

سادگیہائے خموشی میں بھی لاکھوں رنگ ہیں
میں ہوں دلدادہ تری رنگینیٔ تقریر کا

ہاں تازہ مشقِ ناز نے بھی کیا مزا دیا
کہتے ہیں وہ بگاڑ دیا وہ بنا دیا

تاراجِ دل نے فرصتِ دل کا پتا دیا
احسانِ راہزن ہے کہ رستہ بتا دیا

محرومیٔ نصیب نے کیا گھر بنا دیا
سب کچھ دیا مجھے دل بے مدعا دیا

دونوں ظرف ہے گرمیٔ ہنگامۂ خیال
اچھا ہوا تمھیں دل صبر آزما دیا

خوبی کی بات کیا ہے یہ خوبی ہے وقت کی
بد مستیٔ شباب نے تم کو بنا دیا

تمکیں وہی حجاب وہی سادگی وہی
لو اضطراب شوق نے پردہ اٹھا دیا

کیا مرگِ ناگہاں نے رکھا مرہم فنا
ذوقِ جگر خراشیٔ پیکاں مٹا دیا

پھر حسن خود فروش خریدار جلوہ ہے
حیرت نے اپنا آئینہ خانہ دکھا دیا

پرکاریٔ نظر نے نظر کو ملا لیا
پھر سادگی نے رنگِ تماشا جما دیا

رسوائی امید سہی حشر بھی سہی
پردہ میں بختِ خفتہ نے سب کچھ دکھا دیا

پوچھا جو بیکسی نے کبھی ہم نے حالِ دل
وہ ماجرائے جورِ عزیزاں سنا دیا

واں انکو ایک طرزِ تغافل پہ ناز ہے
یاں جوشِ اضطراب نے سب کچھ سکھا دیا

پامالِ بے نیازیٔ قدرت ہوا اسے وفا
اہلِ ہنر کو عیبِ ہنر نے مٹا دیا

اشاروں سے بدل سکتا نہیں مضمون راز اسکا
کہ وہ بوئے حقیقت اسکی یہ رنگِ مجاز اسکا

کھلیگا کیا نصیبہ وعدہ ہائے دلنواز اسکا
کہ گوشِ دو جہاں ہے اور اک افسونِ ناز اسکا

ہزاروں آئینہ خانے بغل میں لیکے نکلا ہے
یہ حسنِ سادہ کسکا جلوہ با امتیاز اسکا

عدم تک دیکھنا دستِ جنونِ شوق کا بڑھنا
کہ دامن کھینچتا جاتا ہے حسنِ بے نیاز اسکا

بجائے دل لئے بیٹھا ہوں حسرت اپنے پہلو میں
کہ جانِ آرزو ہے غمزۂ جادو طراز اسکا

تماشہ ہے کہ جوشِ پردہ زیر پردے اٹھتے ہیں
چھپاتا ہے ظالم اور کھلا جاتا ہے راز اسکا

نویدِ فرصتِ جاوید اے کوتاہیٔ قسمت
کہ الجھا دامنِ امید میں دستِ دراز اسکا

اٹھے طوفاں بڑھی سیلاب آئی موج کیا پڑا
حریفِ اضطرابِ دو جہاں اک سینہ ناز اسکا

ہوا ہے شکرستانِ ہند اسکی حسنِ شیریں سے
بھرا ہے شورِ محشر سے نمکدانِ حجاز اسکا

یہی کوچہ ہے جہیں گوہر نایاب [illegible]
[illegible] آئینہ اور سینہ [illegible] اُسکا

کیوں رکیا [illegible] پریشانی [illegible]
[illegible] شوق فتنہ ساز اُسکا

جہاں آپہنچے نقش سا [illegible] تمنا سے
[illegible] آشنا تھا [illegible] درد میں ساز اُسکا

وفا پہ [illegible] اپنی [illegible]
غزل کے پردہ میں مضمون درد [illegible] راز اُسکا

وہ آخر لب خاموش میں جیسے گذرا
یا کبھی قافلہ اپنا سرِ محشر گذرا

پھر لبِ شعلۂ جاں سوز میں نشتر گذرا
نالہ کیوں آبلۂ دل سے الجھکر گذرا

اے خوشا تیرگیٔ بخت کی بزم افروزی
شب فرقت میں خیالِ مہ و اختر گذرا

نقش بربادیٔ دل آج دکھاتے ہو مجھے
[illegible] آنکھوں سے [illegible] آذر گذرا

میں جو [illegible] شوخیٔ وفا پر نازاں
جو رقیبوں پہ [illegible] گذرا

کیا مجھے یاد ہے بیرنگ میں طوفان آیا!
جو شرر [illegible] باہر گذرا

بادباں کھولدیا ساقیٔ ! آنکھوں سے
زور [illegible] کبھی گذری کبھی ساغر گذرا

لٹ گئی جان تو امید کے پہلو ڈھونڈھ کر
[illegible] راہ وفا تو اندیشۂ رہبر گذرا

تشنۂ حسرتِ جاوید ہوں میں کیا جانوں
کیوں گلے سے مرے تلخابۂ کوثر گذرا

آؤ میرے دلِ افسردہ کی تمکیں دیکھو!
جاؤ اس کشمکش نار سے میں در گذرا

اس تکلف سے کٹی عمر گرانمایہ وفا
ایک دم سیکڑوں برسوں کی برابر گذرا

انتظارِ جنبشِ دامانِ مژگانی رہا
یک نفس مانندِ نورِ چشم قربانی رہا

کھلگیا حسنِ شکستِ خطِ قسمت کھلگیا!
میں رخِ ہستی پہ برسوں چینِ پیشانی رہا

اعتبارِ قیدِ ہستی عیب سے خالی نہ تھا
شعلۂ آزاد پر بھی داغِ عریانی رہا

میں اگر منت کشِ دردِ اسیری ہوں تو ہوں
تو بھی تو دلدادۂ ذوقِ نگہبانی رہا

طاقتِ پرواز کھو دی کوششِ پرواز نے
تختۂ مشقِ ہوائے بال افشانی رہا

اضطرابِ شوق سے جینے نہ پایا رنگِ شوق
چہرۂ امید پر داغِ پریشانی رہا

دیدہ محوِ شکوۂ طرزِ تغافل ہو تو ہو
دل ہلاکِ التفاتِ نازِ پنہانی رہا

یہ کفِ خاکسترِ دل ہے تجلی دستگاہ
ذرہ ذرہ حاصلِ اقلیمِ حیرانی رہا

میں وفا خالی نہ آیا محفلِ احباب سے
فکرِ دانائی رہی اندوہِ نادانی رہا

سلامی تا ابد رونا رہیگا صبحِ امکاں کا
ازل اک آئینہ ہے ماتمِ شاہِ شہیداں کا

دلِ خونکردۂ محنت ہے نور العین طوفاں کا
ہر اک آنسو جگر گوشہ ہے کاشانۂ پنہاں کا

فضائے بیتۂ لاہوت سے ناسوت تک دیکھا
رگِ جانِ دو عالم بھرتی ہے دم شیرِ یزداں کا

اسی خاکِ قدم کو دامنِ امین چھپاتا ہے
بنا ہر ذرۂ خاکِ قدم آئینہ عرفاں کا

ورق مہرِ قیامت کا نکل آئیگا آخر میں
کھلا جاتا ہے شیرازہ مصیبتہائے پنہاں کا

قلم بھی صورتِ منقارِ بلبل خونچکاں نکلا
کہ سینہ چاک ہے گل کیطرح میرے قلمداں کا

نشانِ بیکسی کیسا تھا شانِ بیکسی دیکھو
قیامت کیا ہے اک تعویذ ہے گورِ غریباں کا

مددہا اے زورِ پیغمبر کرم اے قوتِ حیدرؓ [کرم اللہ وجہہ]
کہ ٹھیرا بازوئے عباسؓ بازو بابِ ایماں کا

وہ ناموسِ قدم اور کربلا! اللہ رے قسمت
مٹا جاتا ہے جس پر قافلہ سوئے عمراں کا

امامِ دو جہاں جسپر ہدایت ناز کرتی ہے
بتاتی ہو اسی کو بیکسی رستہ بیاباں کا

ہوا خواہوں میں اس کوچہ کی اک ناموسِ اکبر ہے
نگہبانوں میں اس روضہ کے اک نام رضواں کا

نگاہِ دلکشا اے راحتِ جانِ مددِ حیدرؓ
وفا محتاج ہے اک جنبشِ دامانِ مژگاں کا

حریفِ پارسائی حسنِ رسوا ہو نہیں سکتا
کھلے ہو گیا کہ اب تم سے بھی پردا ہو نہیں سکتا

دلِ خوں گشتہ میں جوششِ تمنا ہو نہیں سکتا
جسے تو نے مٹایا ہے وہ پیدا ہو نہیں سکتا

ستم کی ہے یہی خوبی کہ شکوا ہو نہیں سکتا
زباں نہیں کٹ رہی ہیں راز افشا ہو نہیں سکتا

قیامت تک چلونگا بیکسی میری نگہباں ہے
چراغِ وادیٔ غربت ہوں ٹھنڈا ہو نہیں سکتا

نکالیگی خموشی لاکھ پہلو دل کے لینے میں
یہ اندازِ تغافل کیا تقاضا ہو نہیں سکتا

مٹائے دیتا ہے تابِ نظر کو ذوقِ خود بینی
تماشائے بتِ آئینہ سیما ہو نہیں سکتا

پرے ہیں دونوں عالم سے دلِ ماتم زدہ اپنا
شبستانِ عدم ظرفِ سویدا ہو نہیں سکتا

کہاں ہنگامۂ محشر ہے کیسا وعدۂ محشر
جہاں ہم ہیں وہاں امروز و فردا ہو نہیں سکتا

تصور لیچلا ہے پھر اسی آئینہ خانہ میں
جہاں وہم نگاہِ چشمِ عنقا ہو نہیں سکتا

عنانِ شوخیٔ برقِ تجلی رک نہیں سکتی
دلِ فرصت طلب گرمِ تماشا ہو نہیں سکتا

ہجومِ فتنۂ بیہم سے محفل جم نہیں سکتی
کوئی وقفِ نگاہِ بے محابا ہو نہیں سکتا

جنونِ کوششِ بیجا کے ناخن توڑتے جاؤ
ہمارا عقدۂ مشکل اگر وا ہو نہیں سکتا

نہاں کیا اور عیاں کیا دونوں تک آئینہ ہیں مانا
تمھارا شیوۂ سادہ کسی کا ہو نہیں سکتا

رگِ جاں تشنۂ حرماں ہے اور جواب دیتے ہیں
وہ زہرابِ تمنا جو گوارا ہو نہیں سکتا

رگِ ادراک سے روحِ معانی کھنچگئی ہے ہے
کوئی ہرگز امیر و میر و سودا ہو نہیں سکتا

کہاں ہیں غالب و مومن کہاں ہیں ذوق و صہبائی
مٹا نامِ سخن ایسا کہ پیدا ہو نہیں سکتا

کبھی ماتم ہے اپنا اور کبھی رونا ہے اگلوں کا
بری ہے حالتِ دل شعر اچھا ہو نہیں سکتا

وفا گھر سے جدا ہونا دیارِ غیر میں مرنا
نصیبِ نارسا رکھتا ہوں پھر کیا ہو نہیں سکتا

محشر بھی ایک پرتوِ حالِ خراب تھا
رنگِ شکستہ رنگِ رخِ انقلاب تھا

ذوقِ نگاہِ ساقیٔ بزمِ شباب تھا
تارِ نقاب صورتِ موجِ شراب تھا

دوزخ کی ساتھ دل کی تھیں یہ گرمجوشیاں
جو شعلہ تھا وہ خونِ رگِ اضطراب تھا

تھا اک طلسمِ خوں ہوسِ شوقِ بیزباں
گویا لبِ خموش عدم کا جواب تھا

پھر جوشِ انتظار نے طوفاں اٹھائے ہیں
مدت سے کام دیدۂ و دل کا خراب تھا

ہنگامہ ہائے ناز کی گرمی نظر میں ہے
میں بھی تو وقفِ جلوۂ برقِ عتاب تھا

آنکھوں میں دجلہ خون کا نشتر جگر میں ہے
مژگانِ دلنشیں سے کبھی کامیاب تھا

دیکھو تو بختِ خفتہ کے جاگے کہاں نصیب
میں نامراد دیدۂ محشر میں خواب تھا

کیا لوٹ کر زمانہ سے ممتاز ہو گیا
میں اس جریدہ میں ورقِ انتخاب تھا

کیا پوچھتے ہو غمزۂ بیجا کی تیزیاں
سرجوشِ بادۂ نگہِ بیحجاب تھا

کیا دیکھتے ہو جلوۂ رسوا کی شوخیاں
بے پردگی کے ہاتھ میں بندِ نقاب تھا

تھا جلوہ گاہِ جوہرِ یکتا سوادِ دل
یاں ذرّہ ذرّہ رشکِ صد آفتاب تھا

کم فرصتیٔ عمرِ **وفا** یاد رہ گئی
دم بھی لیا نہ تھا کہ یہاں زہرہ آب تھا

لو خاتمہ ہو چکا ہے جی کا
منہ دیکھ رہا ہوں بیکسی کا

دل اور اثر غم و خوشی کا
یاں نام بھی مٹ گیا کبھی کا

کیا رنگ بھرا ہے نازکی نے
کیا رنگ کھلا ہے سادگی کا

کیا پردہ کیا ہے دشمنی نے
کیا پردہ اٹھا ہے دوستی کا

پہلوئے وجود میں عدم ہے
آئینہ تری نظارگی کا

دل خاک ہوا کسے بناؤں
پروانہ چراغِ دلبری کا

میں آپ لٹا کسے سناؤں
افسانہ فسونِ رہزنی کا

آغوش میں ہیں ہزاروں گرداب
ساحل ہوں محیطِ بیخودی کا

پہلو میں ہے دجلہ دجلہ خوناب
رگ رگ میں ہے ذوق تشنگی کا

ہیں حاصلِ داغ بیزبانی
میں گل ہوں چراغِ زندگی کا

چھوڑے سے نہ چھوٹی نسبتِ عشق
رونا ہے تو غیر کی ہنسی کا

منت کشِ مرگِ ناگہاں ہوں — ٹوٹا ہے طلسم بیکسی کا
دل میں ہیں سرور حسرتوں کے — آنکھوں میں ہے نور جانکنی کا
اس عشق کے توڑ جوڑ دیکھو — امید کسی کی دل کسی کا
سر خاک اٹھائے شورِ محشر — مارا ہوا صبر خامشی کا
ہر ذرۂ خاکِ ایمنِ شوق — اک آئنہ بن گیا پری کا
انصاف کی آرزو مٹادی — اعجاز یہ ہے ستم گری کا
اللہ رے فرصتِ تغافل — جی چھوٹ گیا ہے جانکنی کا
اللہ رے جرأتِ تجاہل — دم ٹوٹ گیا ستم کشی کا
رحمت کی ہے شان دلنوازی — وہ ناز اٹھائے بیدلی کا
تقدیر گرہ لگا رہی ہے — کھلتا ہے نصیب بستگی کا

وہ عہدِ وفا وہ سازِ امید
رونا ہے **وفا** اسی گھڑی کا

وہ دماغ اب کہاں ہے کہ مجھے خیال ہوگا — تڑپا تڑپا دل ہی ظالم جسے پھر ملال ہوگا
جو فروغِ لایزالی سیرِ کمال ہوگا — نہ یہ صبح و شام ہوگی نہ یہ ماہ و سال ہوگا
ترے ناز کا ہے صدقہ تجھے یہ خوشی مبارک — کوئی منتظر ہلاکِ خبرِ وصال ہوگا
دمِ واپسیں سے ملکر لبِ خامشی اثر سے — ابھی یوں جو ہوکے ٹپکا وہ مرا سوال ہوگا
صفِ حشر چھانتی ہے عبث اے ہوائے محشر — اسی کوئے دلنشیں میں دلِ پائمال ہوگا
شبِ غم سے روزِ محشر کی نمود ہو رہی ہے — رخِ یاس پہ جو ہوگا تو بجائے خال ہوگا
یہ خاک رنگ لائی ہے بہارِ کامیابی — ترے دستِ خونچکاں میں دلِ خستہ حال ہوگا
جو دماغِ جنت آئیں تو بساطِ وہم رنگیں — وہ کرشمہ باغبانِ چمنِ خیال ہوگا
کفِ مے ہو نام کس کا وہ ترا شباب تازہ — مے خوشگوار کیا ہے وہ ترا جمال ہوگا

ترے شیوہ ہائے غفلت میں بھی شوخیاں بھری ہیں
ترے خوابِ نازنیں میں اثرِ غزال ہو گا

یہ وفا دلِ حزیں ہے جسے ہے خوشی نہ دیکھا
یہ نہال وہ نہیں ہے جو کبھی نہال ہو گا

نکیوں ہو جوشِ وحشت ہمعناں چشمِ پری رو کا
کہ دامن چھٹ نہیں سکتا رمِ آہو سے آہو کا

کسی عالم میں قیدِ حسن سے باہر نہ نکلے ہم
قیامت کیا ہے اک سایہ ہو تیرے قد و گیسو کا

چھپاؤ لاکھ تم اندازِ شوخی چھپ نہیں سکتا
سراپا کہہ رہا ہے یہ کہ میں پتلا ہوں جادو کا

نگاہِ لطف اک میٹھی چھری ہے ذبح کرنے کو
بلائے جاں ہے اندازِ کرم خوبانِ دلجو کا

خدایا جلوۂ حسنِ عمل سے میں نہیں واقف
مگر برسوں تماشائی رہا اک آئنہ رو کا

یہ موزوں ہے کہ میرے چارہ فرما جان دیتے ہیں
شگافِ تیغِ ابرو میں بھی ہے اندازِ ابرو کا

کوئی خوابِ پریشاں جب کبھی دیکھا تو ہم سمجھے
شبستانِ عدم میں بھی ہے چرچا تیرے گیسو کا

بس اے ذوقِ خرابی چھوڑ! وہ مجھ میں کہاں طاقت
حریف اب ہو نہیں سکتا ہوں عشقِ عربدہ جو کا

قبائے تنگ سے باہر ہو جیسے غنچے سے نکہت
وہ کیا ہو میرے بس کا جو نہیں اپنے ہی قابو کا

برنگِ بوئے [illegible] اہلِ نشہ اب اُڑنے لگی صہبا
ٹھکانا کیا ہے اے ساقی تری اس تندیٔ خو کا

وفا جب دل پہ پتھر رکھ لیا پھر لاکھ یاد آئے
کسی کا بیٹھنا رکھنا مرے زانو پہ زانو کا

رات یوں نالاں ترے در پر دلِ دیوانہ تھا
شورِ صد محشر مرے نزدیک اک افسانہ تھا

کیا محیطِ رنگ میں ڈوبا ہوا میخانہ تھا
بادبانِ زورقِ مے جلوۂ مستانہ تھا

بادہ کش نظارۂ ساقی جلوۂ جانانہ تھا
آئنہ خانہ نہ تھا گویا کوئی میخانہ تھا

دیدۂ ساقی کا صدقہ مجمعِ رندانہ تھا
دورِ ہفت افلاک وقفِ گردشِ پیمانہ تھا

سوختہ اختر بہ نسبت دوست آفت پاسباں
برق جس پہ گر گئی تھی مہر میں وہ دانہ تھا

مرحبا شمعِ تجلّی تیری سرگرمیاں
ذرہ ذرہ خاکِ ایمن کا پہ پروانہ تھا

حلق پر خنجر بھی چلتا تھا تمھارے نام سے
دل بڑھا دینے کو شورِ ہمتِ مردانہ تھا

شوقِ رسوائی فریبِ پارسائی ہائے ہائے
جب دلِ خود کام تھا پھر میرے گھر میں کیا نہ تھا

کفر و ایماں ملکے بیٹھے پہلوِ اندیشہ میں
میری جیبِ داستیں میں کعبہ و بتخانہ تھا

وہ دکانیں لٹ گئیں جنسِ متاعِ شوق تھی
وہ زبانیں کٹ گئیں جن پر ترا افسانہ تھا

اک ادا میں سیکڑوں عالم دکھا کر چل دیئے
لن ترانی سے عیاں اندازِ معشوقانہ تھا

کاسۂ گردوں کو دیکھ آیا ہوں بزمِ یاس میں
دستِ محرومی میں اک ٹوٹا ہوا پیمانہ تھا

آج یہ دل ہے نگارستانِ فانوسِ خیال
یا وہ نقشِ سادہ تھا جو رنگ سے بیگانہ تھا

آج ہے یہ دیدۂ بیدار مینوئے جمال
یا سوادِ طالعِ خفتہ میں اک ویرانہ تھا

برقِ حسنِ لایزالی نے جلایا تھا مجھے
خاک ہو کر بھی خمیرِ گرمیٔ پروانہ تھا

حسرتِ خونابہ نوشی کی یہ وسعت دیکھنا
ساحلِ دریائے خوں مجھکو لبِ پیمانہ تھا

تیرہ بختی نے رکھا ممنونِ داغِ اعتبار
رہنمائی کے لئے میں آتشِ ویرانہ تھا

منتخب تھی آپ کی بزمِ سخن اے اہلِ فن
جو سخنور تھا فہیم و فاضل و فرزانہ تھا

ہم نے یہ مانا کہ تھی وضعِ وفا وضعِ جنوں
یہ تو کہدو گے کہ رنگِ خاص میں دیوانہ تھا

ابھی سے کیوں شہیدِ التفاتِ ناز ہونا تھا
ذرا دلکو ابھی پروردۂ راز ہونا تھا

پڑا صبرِ تجلی طور پر اے وائے مدہوشی
متاعِ جاں کو نذرِ شعلہ آواز ہونا تھا

مٹا دینے پہ تھی موقوف صیقل دیدہ و دل کی
اسی پردہ میں تم کو آئنہ پرداز ہونا تھا

وہی کنجِ قفس ہے اور وہی سر پھوڑنا ہمدم
مری طاقت کو صرفِ کوششِ پرواز ہونا تھا

تہِ لب وہ تبسم سے اگر الجھی تو کیا الجھی
خموشی کو حریفِ غمزۂ غماز ہونا تھا

خمیرِ آتشِ دوزخ اگر ٹھیرا تو کیا ٹھیرا
مرے خوں کو حنائے پائے برقِ ناز ہونا تھا

دلِ ناشاد کو زیر و بمِ ہستی سے کیا نسبت
نوا سنجِ شکستِ پردۂ ناساز ہونا تھا

سلے ناموسِ شوقِ آشنائی نالہ میں سہے ہے
نگاہِ آشنا کو بھی غلط انداز ہونا تھا

وگار کھا تھا جانگاہی نے پہلوئے رخصتِ جاں کا
شکستِ رنگ کو آخر پر پرواز ہونا تھا

ہجومِ جلوہ آگے آگے اور صبحِ ازل پیچھے
دو عالم کو غبارِ کاروانِ ناز ہونا تھا

کسے کہتے ہیں دل کیسا ہے دل کس کی دل آرائی
تمہیں پردہ میں چھپنا تھا سراپا ناز ہونا تھا

اسی اک جوشِ حسن و عشق کی ہر کارپردازی
شگافِ زخم کو چاکِ قبائے ناز ہونا تھا

وفا یہ طبع تازہ اور یہ افسردگی ہے ہے
تجھے دُردی کشِ میخانۂ شیراز ہونا تھا

اے برقِ ستم اور نیا داغ دیئے جا
کچھ سوزِ جہنم کے لئے آگ لئے جا

مایوس کو سیرابیِ حسرت سے غرض ہے
زہراب کے پردہ میں مئے ناب پئے جا

ہاں احشرِ خیالی کی بھی کچھ داد ملے گی
آخر لبِ خاموش کی فریاد کیے جا

تقدیر کا یہ چاک ہے دیکھ اپنی نظر سے
تو زخمِ جگر سوزنِ مژگاں سے سیئے جا

ہاں موت سے بدتر ہے وفا نازشِ احساں
ناکامیِ قسمت کے سہارے پہ جئے جا

تغافل کے پردہ میں کیا کر دیا
ہلاکِ فریبِ وفا کر دیا

قیامت کا وعدہ وفا کر دیا
تڑپنے کا پہلو عطا کر دیا

تری بےنیازی نے کیا کر دیا
گلوں کو مٹا کر دعا کر دیا

تجھے شیوۂ دلکشی دیدیا
مجھے وقفِ مشقِ جفا کر دیا

تجاہل سے رازِ حیا کہہ دیا
تغافل کو صبر آزما کر دیا

دل و جاں سے صبر و سکوں لیلیا
رگ و پے کو درد آشنا کر دیا

تمہاری یہ ہیں رنگ آمیزیاں
مجھے محوِ رنگِ ادا کر دیا

نظر کی یہ ہیں کارپردازیاں
ادا کو ادا سے جدا کر دیا

سنے جاؤ ہر ذرہ کیا کہہ گیا
کہے جاؤ ہم نے فنا کر دیا

تصور سے غفلت میں جان آگئی
خموشی سے محشر بپا کر دیا

بلا دو مری فرصت یاس میں
وہ عقدہ جسے تم نے وا کر دیا

ترے ناز نے جوہر خاک کو
رگ موج خون صبا کر دیا

ترے جذب نے ریشۂ تاک کو
بڑھا کر سرِ جا نفزا کر دیا

وجود و عدم میں لگا دی گرہ
دو عالم کو بند قبا کر دیا

مجھے قدر دانی کی امید کیا
قضا نے اسیر قضا کر دیا

جواب ازل بخت سے سن لیا
جو تھا حق محنت ادا کر دیا

وفا بخت ناشاد پر شاد ہوں
جو کچھ کر دیا وہ بجا کر دیا

کھلا جاتا ہے پردہ التفات ناز پنہاں کا
اڑا جاتا ہے جوہر صیقل آئینۂ جاں کا

ازل اک دور تھا سر جوش الطاف نمایاں کا
ابد قطرہ ہے صہبائے نوازشہائے پنہاں کا

تماشائے دو عالم ہے مجھے بالیں پہ سر رکھنا
قضا نے آنکھ میں سرمہ دیا خواب پریشاں کا

چلا ہے کس ادا سے کاروان ناز در پردہ
بہار خلد محمل ہے تبسمہائے پنہاں کا

مبارک موجہ و گرداب کو گہوارہ جنبانی
دل راحت طلب مشتاق ہے آغوش طوفاں کا

یہاں افتادگی میں بھی وہی وحشت پرستی ہے
گرا ہوں خاک پر تو سایہ ہوں دیوار زنداں کا

بھرا ہے سینہ و دل لذت راز خموشی سے
لب زخم جگر ہے بند پرسشہائے پنہاں کا

مرے دست جنون شوق کے انداز تو دیکھو
کھنچا آتا ہے گوشہ دامن بزم حسیناں کا

خریدار نگاہ شوق ہے بدمستی جلوہ
تماشا کار فرما ہے نمایش گاہ امکاں کا

ادب آموز تھی شان کرم سطوت کو پردہ تھا
عرق اشک ندامت دھو گئی منہ شرم عصیاں کا

دو عالم سے پرے کمبخت کا پتہ لگایا ہے
ذرا پہلو بدل دو آرزو کے خانہ ویراں کا

بڑھائی ہے وفاؔ قدرِ سخن ناقدر دانی نے
یہ ہے اقبالِ دانائی کہ ہوں محسودِ ناداں کا

کچھ کچھ ہے رنگ مجھ میں بھی نیرنگِ راز کا
اُلٹا ہوا ورق ہوں تری بزمِ ناز کا

پھر بادباں کھلا ہے غمِ جاں گداز کا
اشکِ رواں ہے یا ہے سفینہ نیاز کا

تا اب نظر کو شوقِ نظر ڈھونڈھتا رہا
کیا امتیاز جلوۂ با امتیاز کا

انصاف بن کر آئیں وہ عالم تو کیا کرے
مارا ہوا ہوں میں ستمِ بے نیاز کا

خامے میں قطعِ ربط کا خط ہے دیا ہوا
ہاتھوں میں خامہ صنعتِ وحدت طراز کا

کوتاہیٔ نصیب سے تم پھیر لو مجھے
صیدِ رمیدہ ہوں مژہ ہائے دراز کا

وہ عرصۂ خیال کہ محشر کہیں جسے
ہے نقشِ پا مری ہوسِ ہرزہ تاز کا

بدمستیوں کے جلوے ہیں غفلت کے پردے میں
ہے خوابِ ناز آئینہ تصویرِ ناز کا

اوراقِ کائنات بھی ہیں پارہ ہائے دل
شیرازہ چاہیے نگہِ فتنہ ساز کا

کیوں چھیڑتے نہیں ہو کہ ہے سازِ شوق بھی
مشتاق زخمۂ سخنِ دلنواز کا

کیوں پوچھتے نہیں ہو کہ ہے نقشِ یاس بھی
محتاج جنبشِ لبِ افسوں طراز کا

خالی نہیں کشاکشِ ہستی سے کوئی ہاتھ
دامن ہے دستِ خضر میں عمرِ دراز کا

تمکیں سے ہاتھ اُٹھاؤ کہیں دل نہ بیٹھ جائے
آنکھیں ملاؤ وقت ہے تحریکِ ناز کا

مدت ہوئی خیال نے بستر اُٹھا لیا
آغوشِ ناز میں کبھی سر تھا نیاز کا

دل وہ کہ نغمہائے پریشاں میں گم ہوا
ذوقِ شکست بھی جسے پردہ ہو ساز کا

حرفِ وفاؔ ہے دفترِ شاہی کا انتخاب
محمود کی زباں پہ سخن ہے ایاز کا

سراپا نازِ حسنِ شیوۂ ایجاد ہوں کس کا
کھنچا جاتا ہوں نقشِ خامۂ آزاد ہوں کس کا

تجاہل رنگ آمیزِ تغافل ہو تو کب تک ہے
تمھیں کہہ دو کہ وقفِ حسرتِ بیداد ہوں کس کا

کہاں تک اعتبارِ ہستیِ موہوم کا رونا
جگر ہوں داغ ہوں غم ہوں ولیکن شاد ہو سکتا

ابھی اک ریشۂ تازہ بہارِ خلد باقی ہے
گلِ افسردۂ رنگینِ بساطِ یاد ہوں کسکا

کھلا ہے جس سے رازِ حشر خاموشی وہ فتنہ ہوں
لبِ گویا ہوں چاکِ پردۂ فریاد ہوں کسکا

پھنسے ہیں سیکڑوں دو بال و پر دامِ تغافل میں
کسی سے یہ بھی تو پوچھو کہ میں صید ہوں کسکا

مصیبت میں سلام سوزِ داغِ بیکسی مہماں
جلوں کبتک چراغِ خانۂ برباد ہوں کسکا

ہم لٹتے ہیں لٹ کر غمِ رہزن نہیں رہتا
ہم مٹتے ہیں مٹ کر کوئی دشمن نہیں رہتا

ہاں! دست جنوں وہ ہے کہ روکے نہیں رکتا
دامن کی یہ خوبی ہے کہ دامن نہیں رہتا

تم جلوۂ یکتا کو دکھا جاتے ہو جسدم
پھر تفرقۂ شیخ و برہمن نہیں رہتا

اک چال سے کیوں نازِ خود آرا نہیں چلتا
اک وضع پہ کیوں غمزۂ پرفن نہیں رہتا

آنکھیں تو ملاؤ نگہ شوخ کدھر ہے
گردن تو اٹھاؤ خمِ گردن نہیں رہتا

ہر ذرہ یہاں جوشِ تجلی میں فنا ہے
ذوقِ طلبِ آتشِ ایمن نہیں رہتا

یہ ثمرۂ حسرت ہے کہ حسرت نہیں باقی
یہ حاصلِ خرمن ہے کہ خرمن نہیں رہتا

کیا میں دلِ بیتاب بغل میں نہیں لایا
کیا شورِ قیامت تہِ مدفن نہیں رہتا

یہ آپ کے نیرنگِ تلوّن کا اثر ہے
اک رنگ پہ رنگِ گل و سوسن نہیں رہتا

کمبخت وہ شاخِ دلِ ناکام ستم ہے
جس شاخ پہ بجلی کا نشیمن نہیں رہتا

اندیشۂ تمکیں سے یہ کی ریشہ دوانی
دل میں اثرِ نالہ و شیون نہیں رہتا

مژدہ ہو تماشائی ہنگامۂ طلب کو
معشوق پسِ پردۂ ایمن نہیں رہتا

اس وادیٔ دلکش میں وفا لائی ہے مجھکو
اندیشۂ بربادیٔ مسکن نہیں رہتا

کیوں نظر سوز نہو جلوۂ یکتا تیرا
ڈھلگیا برق کے سانچہ میں تماشا تیرا

دونوں عالم مری فرصت پہ مٹے جاتے ہیں
ملگیا مجھکو غمِ حوصلہ فرسا تیرا

جلوۂ فیضِ ابد بھی ہے گلِ جنتِ ناز
خندۂ صبحِ ازل ہے چمن آرا تیرا

اے تجلی ترا سرمایۂ نازِ بینش
مردمِ دیدۂ ہستی ہے سراپا تیرا

آج پھر قالبِ امید میں جاں آتی ہے
لبِ اعجاز پہ ہے وعدۂ فردا تیرا

وحدتِ سادہ پُرکاری کثرت سے ہے
پردۂ حسن میں ہے حسنِ خود آرا تیرا

حفظِ ناموسِ ازل ذرّۂ فیضِ مقدم
حرزِ بازوئے ابد نقشِ کفِ پا تیرا

ایمنِ قدس کو اک بزم چراغاں کرکے
جیبِ تنزیہہ سے نکلا یدِ بیضا تیرا

مجھکو طوفانِ قیامت سے بچانا ہوگا
لنگرِ کشتیِ امت ہے سہارا تیرا

پھر درِ عرضِ تمنا پہ **وفا** حاضر ہے
ہائے وہ کون وفا؟ بندۂ رسوا تیرا

جہاں یکسر خرابِ جلوۂ حسرت فزا نکلا
طلسمِ بیکسی گویا دلِ بدست و پا نکلا

جنونِ شوقِ رسوا کسقدر نازک ادا نکلا
کہ محشر بھی شکستِ شیشۂ دل کی صدا نکلا

نمائش خانۂ صبحِ ازل کی کھل گئیں آنکھیں
ہمارا رنگِ ہستی غازۂ روئے بلا نکلا

کہاں یہ برقِ شوخی اور کہاں تابِ دل آویزی
وہ اندازِ تغافل تھا کہ فرصت آزما نکلا

تقاضائے ادب آموزی تمکیں پہ مرتا ہوں
کمالِ سخت جانی گرمیِ خونِ وفا نکلا

مطلعِ ثانی فی النعت

گرہ دونوں جہاں کی کھولکر مشکلکشا نکلا
تمھارا ہاتھ جیبِ رحمتِ باری سے کیا نکلا

ترا نورِ سعادت در قفا تاجِ قضا نکلا
ترا نقشِ قدم آویزۂ گوشِ دعا نکلا

وہ ذکرِ خاص ہر ریشہ دواں رگہائے ایماں میں
وہ نامِ پاک جانِ قالبِ صلِّ علیٰ نکلا

تجلیِ ازل پروانہ بن کر لوٹی پڑتی ہے
تمھارا حسن یکتا شمعِ بزمِ اصطفا نکلا

گسستہ تارہائے آرزو کو کسطرح جوڑوں
تمھارا وعدۂ طاقت گسل امید زا نکلا

لبِ خوں گشتہ طاقت پردۂ ناموسِ حسرت ہے
یہ اندازِ خموشی سازِ حرفِ مدعا نکلا

کرم یہ ہے مری درماندگی سے کام چلتے ہیں
الٰہی صبرِ محنت آزما کی شرم رہجائے

ستم یہ ہے عدو ممنونِ بختِ نارسا نکلا
حریفِ سخت جانی شوقِ آتش زیرِپا نکلا

دو عالم سامنے ہیں سر بدیوارِ تحیر ہوں
وفا سرمایۂ دل وقفِ اندوہِ وفا نکلا

سطوتِ حسنِ کرم کا اندر ہی عالم ہوا
آفتابِ صبحِ محشر قطرۂ شبنم ہوا

پوچھتی ہے موت اندوہِ وفا کچھ کم ہوا
کہتی ہے ہمت کہ آخر یہ بھی تو اک غم ہوا

میں جسے سمجھا ہوں غمِ دل کیطرح ہمدم ہوا
تم جسے کہتے ہو دل وقفِ گدازِ غم ہوا

مژدہ اے دل اہتمامِ مجلسِ ماتم ہوا
پھر چراغِ شامِ محنت دیدۂ پرنم ہوا

مٹ گیا نام و نشانِ حسرتِ برباد احیف!
پھر دلِ خوں گشتہ رزقِ نالۂ پیہم ہوا

سینہ ہی حسرت کدہ تہذیبِ محفل دیکھنا!
پھر لبِ خاموش طرفِ مجلسِ ماتم ہوا

یہ سمجھ لینا گرہ دونوں جہاں کی کھل گئی
شیوۂ تمکیں اگر نذرِ ادائے رم ہوا

دردمندِ بیکسی ہوں بیکسی مجھکو عزیز
رہگیا جو ٹوٹ کر ناخن وہی مرہم ہوا

پھر شبِ تارِ عدم ہے اور وہی آشفتگی
سایۂ گیسو بھی آخر گیسوئے پرخم ہوا

حسنِ رنگ آمیزیٔ وحدت پہ مٹنا چاہئے
تم نے جب آئینہ دیکھا اک نیا عالم ہوا

گرم جولانی تھی پائے برق کا اک آبلہ
شعلۂ خس بڑھ گیا کمبخت اُتنا کم ہوا

وہ دلِ بدمستِ فرصت پردہ دارِ راز ہے
شورِ ہستی و عدم بھی جسکو زیروبم ہوا

دیدۂ مشتاقِ تماشا! وہ تماشا آشنا
عالمِ نظارہ پھر کیوں درہم و برہم ہوا

تھا وہ کیا سرمایہ جسکو ڈھونڈھتی تھی برقِ ناز
میں ہلاکِ التفاتِ جلوۂ پیہم ہوا

ہو گیا ہوں حاصلِ مشقِ گرانجانیٔ وفا
ہمدمی یہ ہے کہ دردِ پہلو سے ہمدم ہوا

حقِ ناموسِ نظر کا ہو ادا ہو جانا
چشمِ کونیں کو نقشِ کفِ پا ہو جانا

محشرِ درد کی قسمت میں ہر کیا ہو جانا
لبِ خاموش کے پردہ میں صدا ہو جانا

دیکھتے آتے ہیں ہم رنگِ بہارِ حسرت
ہم نے سیکھا ہے رگِ موجِ صبا ہو جانا

میں خوش ہوں کہ مصیبت کو مجھے راحت
دل ہے اور حلقۂ آغوشِ بلا ہو جانا

دیکھو اوسکے نہونے کو وہ کیسا ہوگا
جسکے ہونے سے ٹپکتا ہے فنا ہو جانا

تم سے کہتا ہوں کہ بیگانہ و آزاد ہو تم
ہائے میں اور گرفتارِ وفا ہو جانا

بے نیازی بھی ہے سطوت بھی ہے انصاف بھی ہے
اب مرے شکووں کا مٹنا ہے دعا ہو جانا

دردمندِ غمِ امید ہوں اے مرگ نہ پوچھ!
زہر ناکامیِ قسمت کا دوا ہو جانا

ذرّہ ذرّہ سے یہاں آئینۂ حسنِ کرم
صیقلِ عشق ہے پامالِ جفا ہو جانا

کھنگی عجز سے رحمت کو کوئی دشوار نہیں
عفو کو خطِ کفِ دستِ دعا ہو جانا

کیا ہے معراجِ دلِ دیدۂ عبرت آگاہ؟
محوِ نظارۂ نیرنگِ قضا ہو جانا

کیا ہے سرمایۂ بربادیِ امیدِ تباہ؟
نذرِ غمخواریِ آمد و وفا ہو جانا

چشمِ ہستی میں ہوں اک قطرۂ اشکِ خونیں
اشک سے پہلے ٹپکتا ہے جدا ہو جانا

جلوہ اپنا ہے نظر اپنی ہے تماشا اپنا
پردہ داری ہے ترا پردہ کشا ہو جانا

اوجِ اقبالِ دو عالم پہ قدم رکھنا ہے
اسے وفا خاکِ رہِ اہلِ وفا ہو جانا

رولائیگا ابھی جوشِ دلِ بیتاب خوں کیا کیا
دکھائیگا مجھے کمبخت بختِ واژگوں کیا کیا

تم اپنا دفترِ تمکیں سرِ محشر دکھا جاؤ
اڑاتا ہیں مجھے اوراقِ اندازِ جنوں کیا کیا

مجھے وہ دونوں عالم دیں پھر ہیں تمنا ہوں میں
کہ چھوتے ہیں مرے گوشِ تمنا نغمہ ہوں کیا کیا

دل آزردہ ہے فرصت طلب اس ذوقِ جستجو سے
کہ ہمارا زد کوتاہ اور سنج فزوں کیا کیا

بہارِ انتشارِ گریہ ہاے تم دیکھتے جاؤ
بنے ہیں موسے ہیں پھر جنوں دریا خوں کیا کیا

تجلی کا نہ پکا ہی! تماشا وضعِ رعنائی!
تکلف برطرف منتِ کش تیر نگ ہوں کیا کیا

الٰہی بھیجدے خورشیدِ محشر تا سنبھلو نہیں
کہ دیگا داغ وفورِ تاب یہ سوزِ دروں کیا کیا

صدائے صورِ مرگِ ناگہاں! ہنگامۂ محشر!
مری فتراک ناکامی میں ہیں صیدِ زبوں کیا کیا

وفا یہ جائے عبرت ہے کہ آخر طالبِ دنیا
لیے جاتا ہے دل میں حسرتِ دنیائے دوں کیا کیا

تقاضائے قیامت پردہ ہے حسنِ تغافل کا
دکھا اے بیدلی آئینہ زانوئے تامل کا

ہوس کو مژدہ سیرابیٔ جاوید دیتا ہوں
ترا وعدہ ہے پانی تیری شمشیرِ تغافل کا

کہاں سے آرہے ہو کیوں پسینے ہو گئے خوشبو
اٹھاتی ہے بہارِ ناز پردہ محملِ گل کا

دماغ آشنا ذوقِ تماشا میں نہیں رکھتا
جہاں تک جرعہ تیری چاشنیٔ تجاہل کا

ابد کو دُردیٔ پیمانۂ غفلت سمجھتا ہوں
کہ خوگر ہوں ازل سے دورِ صہبائے تغافل کا

متاعِ دستِ گرداں بنگیا بازارِ حسرت میں
دلِ بے مدعا ہو تا نگیں مہرِ توکل کا

وہ اندیشہ رگِ ہستی کو جس نے تازگی بخشی
قبیلہ بن گیا بزمِ چراغانِ تخیل کا

پتے دیتے ہیں مجھے کشمکشہائے تمنا کے
کہیں الٹا ورق ہوں نسخۂ مشقِ تخیل کا

خوشا حسنِ خود آرا اے خوشا اندازِ استغنا
دلِ صدچاک شانہ ہے تری زلفِ تجمل کا

جمایا وادیٔ حرماں میں حیرت نے قدم میرا
قیامت نقش ہے میرے کفِ پائے تحمل کا

ہوا عالم وہ اوراقِ باقیہا اجزائے ہستی ہیں
ترا اندیشہ تارِ کمر شیرازہ ہے کل کا

کمالِ جذبِ حسن و عشق کی ہے چاشنی ہر جا
بھرا ہے خندۂ گل سے نمکدان شورِ بلبل کا

ابد اک پرتوِ طرفِ نقابِ ناز ہے اسکا
ازل گوشہ ہے اس کے دامنِ بزمِ تجمل کا

مرے بختِ سیہ کے دن پھرے ہیں اے وفا آخر
بنا ہے صبحِ محشر بھی سایہ شامِ کاکل کا

اب تلخیٔ زباں کا زمانہ گذر گیا
زہرابۂ اجل رگ و پے میں اتر گیا

اٹھنے لگی ہے خاک محیطِ امید میں
سیلابِ انتظار بھی آیا اتر گیا

دل پہ ہجومِ یاس نے پھر ہاتھ رکھ دیا
محرومیٔ نصیب سے دل بھی ٹھہر گیا

ہاں جادۂ نگاہ کے آثار مٹ گئے
وہ کاروانِ ذوقِ تماشا گذر گیا

سرمایۂ امید کے بازار لٹ گئے
وہ دل کہاں ہے؟ جوشِ تمنا کدھر گیا

تمہیدِ اتحادِ خداساز دیکھنا!
اقلیمِ جاں کو ہدیۂ داغِ جگر گیا

اب میں ہوں اور ماتمِ شبہائے انتظار
ذوقِ نظر فروزیٔ خوابِ سحر گیا

وحشت کو دیکھ! مشہدِ مجنوں پہ چھا گئی
حسرت سے پوچھ ناقۂ لیلیٰ کدھر گیا

وہ دل کہ جس میں یادِ وطن کا ہجوم تھا
خالی ہوا تو دردِ غریبی سے بھر گیا

کس سے کہوں کہ سینہ ہے دریائے آتشیں
کیا چپ رہوں کہ قلزمِ خوں دل میں بھر گیا

عالم غریبِ حسرت و حسرت بزیرِ خاک
رنگِ وجود کیا! اِدھر آیا اُدھر گیا

شیرازۂ دماغ بھی اب تار تار ہے
فیضِ نفس علاقۂ بادِ سحر گیا

اترا جگر میں ریزۂ الماس بن گیا
تلخابۂ سرشکِ وفا کام کر گیا

ردیف بائے موحدہ

ملتے ہیں راہِ عشق میں ایسے کہاں نصیب
اے بیکسی تجھے ستمِ مہرباں نصیب

پہلوئے انتظار کو دردِ نہاں نصیب
آغوشِ اضطراب کو آرامِ جاں نصیب

تنگ آگیا ہوں قیدِ امیدِ نشاط سے
فرصت پکارتی ہے غمِ جاوداں نصیب

اتنی سی بات پر ہے تمنا کا فیصلہ
اک تم مجھے نصیب تمہیں دوجہاں نصیب

اغیار سے شکایتِ بیجا نہیں رہی!
نامہرباں عزیز ہیں اور مہرباں نصیب

واماندہ ہوں کشاکشِ راہِ فنا نہ پوچھ!
منزل کے آگے شوقِ پسِ کارواں نصیب

فتنہ ہلاکِ جلوۂ حسنِ نہاں ہے اب
غفلت سنا گئی کہ نویدِ اماں ہے اب

ہاں رحمتِ غیور کدھر ہے کہاں ہے اب
تم دیکھ لو نگاہ سوئے آسماں ہے اب

وہ التفاتِ جلوۂ پنہاں نہیں رہا
وہ امتیازِ خلوتِ جاناں کہاں ہے اب

راتیں ہیں اور گوشۂ تنہائی عدم
آنکھیں ہیں اور تلخیِ خوابِ گراں ہے اب

رستے کئے ہیں صاف تری تیغِ ناز نے
زخمِ جگر سے ٹپکا قلم خوں فشاں ہے اب

ہے ہے ہلاکِ طرزِ تغافل ہے اک جہاں
جب ہاتھ رک گیا ہے تو خنجر رواں ہے اب

تدبیر یہ کہ دونوں جہاں کو لپیٹ لیں
تقدیر کہہ رہی ہے کہ فرصت کہاں ہے اب

مرتا ہوں اور ماتمِ یک عمر آرزو
بالیں پاس پر قلقِ جاوداں ہے اب

برقِ نظر سے پھونک رہے ہیں بساطِ دل
پہلو میں سازِ روشنیِ بزمِ جاں ہے اب

داغِ جگر سے پوچھ رہے ہیں نشانِ دل
پردہ میں مژدۂ اجل ناگہاں ہے اب

لٹنے کو لٹ چکا تھا مگر آج لٹ گیا
اے بیکسی وہ ذوقِ تباہی کہاں ہے اب

ذوقِ ستم کیسا تھا ہے اک چاشنیِ رشک
گویا ترا شریکِ ستم آسماں ہے اب

کیا خوار کی امیدِ وفا دل چھٹا گئی
کمبخت بوالہوس بھی مرا ہمزباں ہے اب

ردیف تائے فوقانی

ہاں دل کو ناتواں ذرا جانا سنبھلکر سوئے دوست
ہاتھ میں غمزہ کے ہے وہ دشنۂ ابروئے دوست

خواب میں بھی جو اب اسکو دیکھکر نیند اڑ گئی
آتی ہے بالش سے بوئے زلفِ عنبر بوئے دوست

سر رکھا جسوقت میں نے جان مجھمیں آ گئی
آبجیواں سے بھرا تھا ساغرِ زانوئے دوست

دیکھیے اب کونسی آفت مجھے پیش آئیگی
پھر رہا ہے تیغ آنکھونکے قدرِ دلجوئے دوست

دیکھ ساقی نشہ بنکر بادہ بھی اڑ جائیگا
بزم میں تند اگر ایسی رہیگی خوئے دوست

آتے آتے رہ گئی گورِ غریباں کیطرف
تند بادِ حشر بھی نکلی ہوائے کوئے دوست

سمجھے ہم طولِ شبِ تارِ عدم کو دیکھ کر
آ گیا ہے ہاتھ میں گویا سرِ گیسوئے دوست

آسماں سے اے وفا کیا توقع ہے مجھے

وہ نگہ ہے سوئے دشمن جو کبھی ہی سوئے دوست

لحد سے منہ چھپا کر رونگی بیمار کی حسرت
وہ حسرت اُف ری حسرت لذتِ آزار کی حسرت

قیامت ہے جنونِ شوقِ آفت کار کی حسرت
سرِ شوریدہ کو محشر میں ہے دیوار کی حسرت

ابھی ہے جلوۂ یکتا حجابِ لن ترانی میں
کہاں سے آ گئی ہے بیچ میں تکرار کی حسرت

کسی کی جان نکلیگی کسی کے کام نکلینگے
مرے غم سے ہے وابستہ مرے غمخوار کی حسرت

مرے گوشِ تمنا پر بھی آخر رحم فرماؤ
کہ میں ہوں اور فریبِ وعدۂ دیدار کی حسرت

دلِ ناکام مٹتے مٹتے بھی سو رنگ لائیگا
ابھی بازار میں ہے گرمیٔ بازار کی حسرت

بدلنا کروٹوں کا قبر میں دیکھو کہ لیٹی ہے
کفن کیسا تھا آغوشِ وصالِ یار کی حسرت

ستم اے گرمیٔ اندیشہ مثلِ موج گھلتی ہے
دلِ خوں گشتہ میں تابِ نگاہِ یار کی حسرت

ہلاکِ شیوہائے بیوفائی ہوں سمجھتا ہوں
نہ نکلی بوالہوس کی آرزوئے اغیار کی حسرت

بچھڑ اے ذوقِ دردِ جانکنی خاموش رہنے دے
کھٹک جاتی ہے دلمیں نالہ ہائے زار کی حسرت

وفا الدم کی فرصت اور پھر یہ کشمکش سے ہے
خیالِ خواب سے ہے اور دیدۂ بیدار کی حسرت

پوچھتے کیا ہو دلِ بیسر و پا کی صورت
مٹ گیا نام بھی ناموسِ وفا کی صورت

اک تمھاری گرہِ ناز سے ہے نظمِ وجود
مل گئے دونوں جہاں بندِ قبا کی صورت

ناز اگر ریشہ دواں ہو تو ابھی چلتی ہے
ہر رگِ سنگ! رگِ موجِ صبا کی صورت

کششِ جلوۂ ساقی کے تماشے دیکھو
بزم کھنچتی ہے مئے ہوش ربا کی صورت

ڈالدو دیدۂ امید میں تم وہ کفِ خاک
پھر نہ دیکھوں کبھی اندوہِ وفا کی صورت

عقدۂ آبلہ کھولے سے نہیں کھل سکتا!
خارِ صحرا ہے مجھے ناخنِ پا کی صورت

قتلِ عام اور نگاہِ غلط انداز ستم!
پہلے پہچان لو مشتاقِ جفا کی صورت

اے خوشا دلکشیٔ جادۂ سرمنزلِ دوست
قافلے مٹتے ہیں نقشِ کفِ پا کی صورت

قطع اسباب تمنا کے بھی کیا کہنے ہیں
لو زباں گم ہوئی تاثیرِ دعا کی صورت

تم نے محشر کو بھی اک کھیل بنا رکھا ہے
آئینہ خانۂ نیرنگ ادا کی صورت

اے وفا قافلے محنت کے ہیں پیچھے پیچھے
گھر سے ہم نکلے ہیں آوازِ درا کی صورت

ردیف حائے مہملہ

اے خوشا حسنِ فروغِ طالعِ بیدارِ صبح
آپ کے آئینہ کا زنگار ہے زنگارِ صبح

مل گئے پیچ خمارِ شب سے یہ آثارِ صبح
خندۂ صبح وطن ہے خندۂ بیمارِ صبح

نالے اٹھے تھے دلِ شب میں کہ غفلت چھا گئی
رک گئی ہے چلکے نبضِ فرصتِ بیمارِ صبح

بختِ خفتہ کو ملی ہے لذتِ خوابِ گراں
جسطرح بیدار دل کو دولتِ بیدارِ صبح

ایک شب! کیا طرفہ شب مجموعۂ شبہائے قدر
صبح سے پہلے یہاں نکلا ہوئی تکرارِ صبح

عرصۂ محشر کی رونق اک تمھارے دم سے ہے
ہاں طلوعِ مہر سے ہے گرمیِ بازارِ صبح

خاک! وقفِ صیقلِ اندیشۂ حسنِ ازل
ذرہ ذرہ! جوہرِ آئینۂ دیدارِ صبح

گوشۂ مرقد ہے اپنا مطلعِ خورشیدِ حشر
میرے آغوشِ تصور مشرقِ انوارِ صبح

آپ کے جلوہ سے اونچا آپ کا عالی دماغ
آپ کے منظر کے نیچے دیدۂ بیدارِ صبح

تیرے ہوتے اک دھواں بزمِ چراغانِ نجوم
تیرے آتے شبستاں ہے تجلی زارِ صبح

زندگی اپنی فروغِ حسن کا تھا سلسلہ
موت نے تارِ نفس توڑا کہ توڑا تارِ صبح

اے ترا نقشِ قدم سرمایۂ لطفِ بہار
اے تری خاکِ قدم ہے غازۂ رخسارِ صبح

دن مجھے نکلا شبستانِ عدم میں اے وفا
رہنمائے مرگ تھے کیا نالہائے زارِ صبح

خموشیوں سے کھلی پرسشِ نہاں کیطرح
نگاہ بیچ میں پھرتی ہے ترجماں کیطرح

بدل گئے ترے انداز بھی زباں کیطرح
نہیں بھی منہ سے نکلتی ہے اب تو ہاں کیطرح

ادھر تو آ کہ پھر دل میں ہم تمھیں رکھ لیں
کہاں نکلکے چلے حسرتِ نہاں کیطرح

پسِ فنا نہ رہا امتیاز پست و بلند
زمیں دباتی ہے اب ہم کو آسماں کیطرح

کہاں ہے شیوۂ تمکیں ذرا خبر لینا
حیا بھی بڑھنے لگی غمزۂ نہاں کیطرح

ٹھہر ٹھہر ابھی اسے کاوشِ سرِ مژگاں
ذرا سی چھیڑ رہے جانِ نیمجاں کیطرح

یہ ایک تھوڑی سی ہے اُن کی شان بیدردی
بدن سے کھینچتے ہیں روح کو سناں کیطرح

شکستِ رنگ سے چمکا ہے رنگِ شاہدِ عشق
بہار آئی ہے اس باغ میں خزاں کیطرح

وہ دلفریفتۂ التفات ہوں کہ مجھے
صلائے قتل بھی ہے مژدۂ اماں کیطرح

جو حُسن صاف تو دل صاف اور آنکھ بھی صاف
تری بلا ہو مرے عشقِ بدگماں کیطرح

وہ دوستی میں خدا جانے کیا بلا ہوگا
جو دشمنی میں بھی پیش آئے مہرباں کیطرح

ستم تو یہ ہے کہ اب تک حجاب باقی ہے
اجل بھی آئی ہے چھپکر غمِ نہاں کیطرح

ہجومِ ضعف گلا گھونٹتا رہا لیکن
نکل گیا نفسِ واپسیں فغاں کیطرح

وفا وہ ذکرِ مصیبت کو کیا سمجھتا ہے
سنی شکایتِ دل جس نے مہرباں کیطرح

ردیف خائے معجمہ

بزم نظارہ ہے پھر آج سراپا گستاخ
جلوہ بیباک نگہ شوخ تماشا گستاخ

تم ہو آغوشِ تصوّر میں کہاں کی تمکیں
شوق بدمست ہے اور دستِ تمنا گستاخ

ساتھ وحشت کے ہے رسوائی شوخی ہے ہے
گردشِ قیس سے ہے چشمکِ لیلا گستاخ

مژدہ ذوقِ نمک افشانی شورِ محشر
دل ہے مشتاق لبِ زخمِ تمنا گستاخ

ناز بیجا سے بڑھی جاتی ہے شانِ ابرام
لو ہوا جاتا ہے عنوانِ تقاضا گستاخ

رنگ بن کر رخِ محفل پہ تم آجاتے ہو
کیوں نہو شیوۂ بزمِ گل و صہبا گستاخ

پردۂ دیدۂ مجنوں سے اشارے کیا کیا
پردۂ محملِ لیلا ابھی ہے کتنا گستاخ

چھوڑ دو گوشۂ خلوت! کہ نظر آتا ہے
شیوۂ سادگیٔ حسنِ دل آرا گستاخ

کیوں نہ ٹپکے لبِ خاموش سے خونِ حسرت
کیوں ہے تم سے لبِ پیمانۂ صہبا گستاخ

شوخیٔ پردہ نشیں کی بھی خبر ہے تم کو
ہو چلی ہے نگہِ آہوئے صحرا گستاخ

بے نیازی بھی تو پہلو میں لگی بیٹھی ہے
اے **وفا** شانِ کریمی سے نہ ہونا گستاخ

ردیف دال مہملہ

دل جلانے کا وہ منصب نہ رہا میرے بعد
طور پر گرنے لگی برقِ فنا میرے بعد

کون پوچھیگا تری شرم کو اے پردہ نشیں
منہ دکھائیگی کسے تیری حیا میرے بعد

اسکی مژگاں کی خلش سے نہیں مرتا کوئی
کتنے کوتاہ ہوئے دستِ قضا میرے بعد

ملگئی خاک میں اے دستِ فلک مشق تری
ہوتے ہیں ناوکِ بیداد خطا میرے بعد

ہے یہ بیقدر کہ بے مانگے ملا کرتا ہے
نہ رہا وہ ترے بوسے میں مزا میرے بعد

تختۂ مشقِ ستم کون ملیگا مجھ سا
روئینگے مجھکو **وفا** اہلِ جفا میرے بعد

نازِ بیجا سے ہے سرمایۂ طاقت برباد
راحتِ یاس سے امید کی محنت برباد

عالم آباد ہے اور عالمِ ہمت برباد
چشمِ امید ہے پامالِ مروت برباد

ستمِ تنگیٔ فرصت سے ہے فرصت برباد
حالِ عصیاں سے ہے زبوں لذتِ طاعت برباد

لبِ خاموش نے کی صور کی محنت برباد
یاس کے پردہ میں ناموسِ قیامت برباد

دونوں عالم میں امانت کو لئے پھرتے تھے
دل سے پہلے تھی بنائے غمِ الفت برباد

وعدہ کیسا تھا تغافل کی جھلک ہے ظالم
کیا یہ کوشش ہے کہ ہو کوششِ ہمت برباد

بیدلی لوٹ چکی ایسی بہاریں لاکھوں
اک اشارہ میں ہے رنگِ رخِ حسرت برباد

زرقِ افسردگیٔ ضبط! ہوا نالۂ دل
میرے ہاتھوں سے ہوئی ہے مری قسمت برباد

وہمِ نظارہ سے ہے آئنہ خانہ تاراج
پہلے حیرت سے ہوا دیدۂ حیرت برباد

لن ترانی نے شبستانِ ہوس پھونک دیا
وحدتِ سادہ سے رنگینیٔ کثرت برباد

اُن سے بھی ہم نے دمِ نزع دعائیں لیلیں
وہ بھی کہتے ہیں یہ کمبخت محبت برباد

میں کہے جاؤں ترا خانۂ راحت آباد
تو بھی کہدے کہ ترا گوشۂ محنت برباد

وقت آخر ہے **وفا** دور ہے ہشیاری کا
اب کوئی دم میں ہے میخانۂ غفلت برباد

ردیف رائے مہملہ

کام آساں نظر آیا مجھے مشکل ہو کر
حاصلِ عمر ملا حسرتِ حاصل ہو کر

وہ جہاں مجھکو ملے ہیں تپشِ دل ہو کر
اک نظر دیکھ تو لوں دیدۂ بسمل ہو کر

کس پہ آتا ہے یہ الزام خدا خیر کرے
میں تمھیں بھول گیا غیر پہ مائل ہو کر

کون سی بات ہے آئینہ میں جو تجھمیں نہیں
بیٹھ تو جاؤ ذرا میرے مقابل ہو کر

وحشتِ بیکسیٔ شوق لیئے جاتی ہے
نقشِ پا آگے بڑھا دوریٔ منزل ہو کر

خواہشِ مرگ سر رشتۂ امید سہی
آخر الجھے نہ کہیں وہ گرہِ دل ہو کر

پردہ پوشی بھی مرے دیکھئے اللہ اللہ
سامنے آئی اجل خندۂ قاتل ہو کر

نشۂ خوابِ عدم سرمۂ بیداری ہے
آنکھیں کھلجاتی ہیں اس پردہ میں غافل ہو کر

صفِ محشر ہے مرا حلقۂ آغوش نہیں
کیا بچے جاتے ہو اغیار میں شامل ہو کر

دل میں رہکر بھی تمنا کی خبر رکھتے نہیں
قافلے سیکڑوں گذرے پسِ محمل ہو کر

میری نظروں میں ہے خورشیدِ قیامت کی نمود
برسوں پہلو میں رہا آبلۂ دل ہو کر

آنکھیں پھر اٹھنے لگیں شرم کا پردہ بنکر
لو وہ پھر آتے ہیں رنگِ رخِ محفل ہو کر

گلۂ تشنگیٔ شوق ہے اک طولِ امل
ملگئے خاک میں آخر لبِ ساحل ہو کر

تیرہ بختی سے ملا روزِ جزا کو حصہ
رہگیا ہے رخِ افسوس پہ اک تل ہو کر

صاف آتا ہے نظر تم ہو ستانے والے
کیا کیا پردۂ تقدیر نے حائل ہوکر

اہلِ دنیا کی طرف دستِ دعا کیوں اٹھیں
بھیک اغیار سے اک دوست کے سائل ہوکر

جلوہ اُن کا ہے کلیم اُن کے ہیں ایمن اُن کا
طور کیوں جلنے لگا بیچ میں حائل ہوکر

اثرِ غمزۂ شیریں دلِ خسرو میں سہی
رنگ گیا سینۂ فرہاد اگر بسمل ہوکر

اے **وفا** طالعِ ناشاد کو رشک آتا ہے
ہم رہے جاتے ہیں نقصان میں کامل ہوکر

ہر پردہ میں ہے جلوۂ پنہاں بہار پر
کھلتا ہوا ہے رنگِ تبسم شرار پر

عہدِ وفا ہے خوئے تغافل شعار پر
دیتے ہو پھر گزک مجھے زہرِ خمار پر

دل کانپتا ہے ہستئ ناپائدار پر
شبنم نے گھر کیا ہے مگر نوکِ خار پر

جیتا ہوں تیری کشمکشِ انتظار پر
مرتا ہوں تیرے وعدۂ بے اعتبار پر

اے بیکسیٔ شوق ذرا دل کو تھامنا
پڑتا ہے ہاتھ حسرتِ آغوشِ یار پر

میں کیا مٹا کہ شیوۂ بیداد مٹ گیا
میرا ابھی حق رہا ستمِ روزگار پر

وہ کون تھا کہ زخمِ جگر کو لگا گیا
ذوقِ نمک فشانئ گفتارِ یار پر

کیا قافلے لٹے ہیں ترے انتظار میں
راہیں مٹی ہوئی ہیں ترے رہگذار پر

میری وفا بھی آگئی دامِ فریب میں
وعدے بھی ہو رہے ہیں مرے اعتبار پر

قسمت تو دیکھنا صرصرِ محشر ہے پاسباں
برقِ ستم چراغ ہے میرے مزار پر

کچھ مرگِ ناگہاں بھی تسلی فزا نہیں
پردہ سا پڑ گیا ہے رخِ انتظار پر

دیکھیں ازل میں عشق کی عالی دماغیاں
کھولی ہے آنکھ وعدۂ دیدارِ یار پر

کچھ ٹوٹی پڑتی ہے شبِ فرقت میں بیکسی
رحمت برس رہی ہے دلِ سوگوار پر

بستر ہے گرم کشمکشِ انتظار سے
ہمکو ہے ناز حسرتِ بوس و کنار پر

ہر ذرہ صفات ہے آئینہ ذات کا
پڑتی ہے آنکھ دور سے آئینہ دار پر

وہ بزمِ عیش اور یہ افسردگیٔ دل
بیٹھی ہے گردِ دامنِ صبحِ بہار پر

وہ سر اٹھائے دیکھ رہا ہے قبولِ خاص
بیٹھا ہوں بابِ رحمتِ پروردگار پر

آئینہ رکھو طاق میں تم کچھ نہیں رہے
شوخی پھسل گئی نگہِ شرمسار پر

اے چرخ برقِ آبلہ پا کو سنبھال لے
تھک کر گری ہے نالۂ بے اختیار پر

پگھلا دیا ہے جلوۂ آہن گداز نے
آئینہ آب ہے دلِ بے قرار پر

رنج گراں نشیں سے مجھے اک نیازِ خاص
دشمن کو ناز گردشِ لیل و نہار پر

اس رنگ میں ہوں ایک کہ اچھا ہوں لاکھ سے
ہے اعتماد طالعِ ناسازگار پر

افسردہ خاطری نے **وفا** کھو دیا مجھے
افسوس ہے طبیعتِ مضموں نگار پر

یہ خونِ عاشقِ ثابت قدم ہے تیری گردن پر
ہوئی تلوار گا جو سر پڑی چھینٹ دامن پر

نشاں جسکو چھپا لے وہ طلسمِ بے نشانی ہوں
قیامت ایک پردہ بن گئی ہے میرے مدفن پر

یہ تمکینِ حیا ہے جو تجھے بھی روک دیتی ہے
وہ شوخی تھی کہ جسنے ہاتھ ڈالا تیرے جوبن پر

نئے انداز سے شانِ ترقی جلوہ فرما ہے
مجھے برقِ فنا بھی اک نشیمن ہے نشیمن پر

تپاکِ حسنِ عالم سوز کا انجام کیا ہوگا
تجلی کچھ جھلکی پڑتی ہے آپ ہی آپ ایمن پر

اگر آمادۂ سطوت ہو تیری شانِ یکتائی
عجب کیا شیخ بھی توبہ کرے بیعتِ برہمن پر

حیا پھرتی ہے کوسنے جھانکتی پہلوئے مژگاں میں
نگاہِ شوخ نے ڈالا ہے پھندا چشمِ پرفن پر

دکھایا عالمِ کثرت میں بڑھکر جلوۂ حیرت
تماشا ہے کہ پردہ اور اک چھوڑا ہے چلمن پر

وفا دنیا میں آتی ہی زمیں دیکھی فلک دیکھا
ہماری بیکسی نے آنکھ بھی کھولی تو دشمن پر

سیکھی ہیں پردہ نشینوں نے یہ راہیں کیونکر
پار جاتی ہیں کلیجہ سے نگاہیں کیونکر

غیر کو چاہنے بیٹھے تو خبر کس کو ہوئی
مجھسے اب پوچھتے ہو تم تمھیں چاہیں کیونکر

شوخیٔ ناز کی چوٹوں کا اٹھانا کیا ہے
تیرے انداز نزاکت سے نباہیں کیونکر

دم نکل جائیگا اے پردہ نشیں گھٹ گھٹ کر
تیرے بیمار کراہیں تو کراہیں کیونکر

شوخ غماز دغاباز تمھارے دشمن
پڑتی ہیں دل پہ یہ دزدیدہ نگاہیں کیونکر

سیدھی باتوں میں لگاوٹ کے یہ پہلو کیسے
اچھی صورت پہ برائی کی یہ راہیں کیونکر

اے وفا دست ستم روک لیا کیا اُس نے
نکلی ہیں سینہ سے رکتی ہوئی آہیں کیونکر

ہائے وہ دل جو پھسل جائے دل آزاروں پر
ہائے وہ قطرۂ شبنم جو گرے خاروں پر

میں تو بیکس ہوں سہارا ہے گرانجانی کا
تو ہے سفاک بھروسہ تجھے تلواروں پر

اسکو جو فتنہ مٹائے گا قیامت ہوگا
بیکسی چار طرف نقش ہے دیواروں پر

کیا مزہ آئے جو پہچان کے بخشے رحمت
پردہ چھوڑا ہے ندامت نے گنہگاروں پر

نفسِ سرد نے کیا صاف جلایا دل کو
دیکھکر لوٹ گئی برق بھی انگاروں پر

تو نے اے طبع حزیں جان سے کھویا مجھکو
پرسشِ غم کا بھی الزام ہے غمخواروں پر

آپ بدنام ہوں حوصلہ فرسا ہو کر
مجھکو مٹنا ہے مگر نقشِ تمنا ہو کر

ہائے تم آئے ہو اب گرم تماشا ہو کر
اٹھ گئے دونوں جہاں شرم کا پردا ہو کر

حسن کھنچتا ہے کبھی نازشِ یکتا ہو کر
ہاتھ بڑھتا ہے کہیں شوقِ زلیخا ہو کر

پردہ رکھا ہے اُدھر دیدۂ موسیٰ ہو کر
اور ادھر پاؤں نکالے یدِ بیضا ہو کر

دو جہاں آئے ہیں اک تازہ تماشا ہو کر
دیکھ او ہمتِ نگہ دیدۂ عنقا ہو کر

عالم اک شیشۂ دل اس نازک
تمکو چلنا ہے رگِ موجۂ صہبا ہو کر

مژدہ اے کشمکشِ جاں کہ نظر آتی ہے
قطعِ امید بھی مرنے کا سہارا ہو کر

خلشِ دل سے ہے رونیکا بھی رونا مجھکو
اشک آنکھوں میں چبھے ریزۂ مینا ہو کر

محو وحدت کی تجلی میں تجلی گم ہے
رنگ گئی صبحِ ازل پنبۂ مینا ہو کر

واہ کیا دامنِ تنزیہ میں چھپکر نکلے
بزمِ کثرت پہ کھلے جوہرِ یکتا ہوکر

بادہ بیرنگ ہے خمخانہ ہے بے نام و نشاں
حوصلے ٹوٹ گئے ساغر و مینا ہوکر

موت پھرتی ہے اسی بزم میں ساقی بنکر
روح کھنچتی ہے اسی دور میں صہبا ہوکر

اے جنوں ہم کو عدم میں بھی نظر آتا ہے
جلوۂ خواب رم آہوئے صحرا ہوکر

دیکھ اعجازِ محبت! کہ پتا دیتا ہے
دیدۂ قیس سے ہر ناقۂ لیلےٰ ہوکر

مژدہ اے بختِ سیہ اپنے سے گم ہوتا ہوں
بیکسی چھائی ہے گھر میں شبِ یلدا ہوکر

اپنا انجام مصیبت بھی ہے آغازِ بلا!
آج آئی ہے قیامت غمِ فردا ہوکر

عالمِ بیکسئ عشق ہے وہ وحشت خیز
چھپ گیا مہرِ قیامت کہیں عنقا ہوکر

لاکھوں عالم تری نظروں سے گذر جاتے ہیں
تجھکو کیا چاہیئے خودبین و خودآرا ہوکر

کشتۂ یاسِ وفا ہم بھی نہیں تو دار ہنا
اے لبِ گور لبِ زخمِ تمنا ہوکر

چلے ہنگامۂ کثرت سے کیا دامن کشاں ہوکر
وہ عالم پیچھے آتے ہیں غبارِ کارواں ہوکر

بھر آتا ہے دل اک قلزمِ خونِ بیاں ہوکر
کھٹکتا ہے دمِ آخر کو صبرِ بےزباں ہوکر

چلا ہے شوقِ رنگیں خاک میں ریشہ دواں ہوکر
غبارِ حشر اٹھیگا بہارِ جاوداں ہوکر

مٹا جاتا ہے وقفِ گردشِ ہفت آسماں ہوکر
وہ دل جو رہ گیا تھا نقطۂ پرکارِ جاں ہوکر

شرف پایا ہے مداحِ رسولِ دوجہاں ہوکر
مرے عجزِ قلم نے سر اٹھایا آسماں ہوکر

تجلی ایمن دل میں رہی دل سے نہاں ہوکر
تماشا صورتِ مہتاب چہروں سے عیاں ہوکر

اگر آجاتے اک جھونکا نسیم بینیازی کا
نویدِ امن بھی آئے تو مرگِ ناگہاں ہوکر

خدایا تیری رنگ آمیزئ قدرت کے صدقے میں
کھلے غنچوں ان دل البہاتے خاموش بیاں ہوکر

ابھی شوخی نے ذکرِ دہن چھیڑا شرم ذرہ کا
رگِ امید میں پھر رہ گیا نشتر رواں ہوکر

وہی تم ہو کہ رہتے ہو مری دل میں قلق بنکر
وہی تم ہو کہ آئے ہو رگِ مستی میں جاں ہوکر

بلائے جلوہ ہے رنگ ہوں رنگِ نظر کیسا
اگر تم آؤ کبھی تو آؤ آنکھوں سے نہاں ہو کر

زمانہ دیکھ لیگا بختِ دشمن کی پریشانی
قیامت آئی ہے آئینہ خوابِ گراں ہو کر

یہ مظلومی پھرا دس پر شیوہ دیوانگی ہے ہے
زمیں کو پیٹتا ہوں دادخواہِ آسماں ہو کر

مبارک ہو بہارِ زندگی کو جلوہ آرائی
جما نقشِ شکستِ رنگِ عمرِ جاوداں ہو کر

خوشا جوشِ تجلی اے خوشا طوفانِ عنائی
ملا ہر زخم تازہ دل کو چشمِ خونفشاں ہو کر

تہِ لب موجزن ہیں سیکڑوں دریائے مجبوری
خموشی کہہ رہی ہے جنبشِ نبضِ بیاں ہو کر

جوابِ شکوۂ قطعِ تعلق پوچھتے کیا ہو
تمھیں انصاف سے کہدو کہوں کیا بے زباں ہو کر

تکلف برطرف احسن گماں پر داغ آتا ہے
ہمارے کیوں نہیں ہوتے عدو سے بدگماں ہو کر

ستم اے سادگیہائے تمنا لٹ گیا آخر
دلِ بیدست و پا نذرِ فریبِ امتحاں ہو کر

غضب اے گریہ ہائے بیمحابا بجھ گیا آخر
چراغِ خانۂ امید چشمِ خونفشاں ہو کر

تمھیں کہدو کہ مشقِ صیقلِ ناز ہوا اب تک
اڑیگی گرمیٔ خوں جوہرِ تیغِ رواں ہو کر

جو تم دل میں ہو پھر کونین سے باہر ہو خلوت
وہاں ناموسِ وحدت پھر رہی ہے پاسباں ہو کر

تمھاری شانِ ستاری ہو پردہ بینوائی کا
رہے چاکِ گریبان کفن پیوندِ جاں ہو کر

ہماری آب و گل میں دردہے رحمت کہاں ہم کو
کہ ہم بیت الحزن سے نکلے ہیں روحِ فغاں ہو کر

ہدایت راہِ معنی آفریں ہیں غالب و مومن
مٹا جاتا ہوں میں بھی نقشِ پائے رہرواں ہو کر

وہ قیدی ہوں وفاداد شفقت مجھکو دیتا ہے
نفس آذرفشاں ہو کر قلم آتش زباں ہو کر

ردیف زائے معجمہ

سیئے پھرتی ہے مجھے وہ کششِ ناز ہنوز
سب مری خانہ خرابی کے ہیں انداز ہنوز

کام میں ہے اثرِ گردشِ قسمت اب تک
گھات میں ہے فلک تفرقہ پرداز ہنوز

نگہِ یار اڑاتی ہے نشانے کیا کیا
مدعی کہتے ہیں اس کو غلط انداز ہنوز

مٹ گئی گرمیٔ فریاد کی شدت لیکن
دل سے آجاتی ہے اک درد کی آواز ہنوز

ہو گئے محفلِ عشاق میں چرچے کیا کیا!
آنکھ سے نکلی نہیں وہ نگہِ ناز ہنوز

دل ہی اب مٹنے لگا دیکھ نہ کہنا ظالم
نہ ہوئی آئینۂ شوق کی پرواز ہنوز

برسوں گذرے ہیں کہ صیاد نے چھوڑا ہے مجھے
لیکن آئی نہیں وہ طاقتِ پرواز ہنوز

اے **وفا** ترکِ وطن سے کوئی راحت نہ ملی
وہ جو اک درد تھا دل میں تو ہے ہمساز ہنوز

ردیف سین مہملہ

کیا گذر کیجے صیادِ دلِ آزار کے پاس
برگِ گل پھینکتا ہے مرغِ گرفتار کے پاس

تیرے بیمار کی بالیں پہ کھڑی ہے حسرت
موت بیٹھی نظر آتی ہے وہ غمخوار کے پاس

بار بار آکے وہ ٹھیراتے ہیں سودا دل کا
گھر انھوں نے جو بنایا ہے تو بازار کے پاس

شاخِ گل دیکھ کے سامانِ خلش یاد آیا
رکھدیا پارۂ دل کو سرِ ہر خار کے پاس

تیرے دروازہ پہ فتنوں نے لیا دم آکر
تھک کے بیٹھی ہے قیامت تری دیوار کے پاس

زاہدا رحمتِ باری بھی برنگِ توبہ
آگئی ٹوٹ کے زندانِ قدح خوار کے پاس

میری خواری ہی قیامت میں مرے کام آئی
کوئی آیا نہ **وفا** مجھ سے گنہگار کے پاس

ردیف کاف عربی

رہینگے صور شیون زا مرے کام و زباں کبتک
فغانِ الحذر کب تک صدائے الاماں کبتک

یہ مشقِ سازگیہائے تمنائے نہاں کبتک
لکھیگا خامۂ حسرت تجھے آرامِ جاں کبتک

رہوں منت کشِ غمخواریٔ ہفت آسماں کبتک
سراپا مال اپنا اور یہ بارِ گراں کبتک

دلِ افسردہ اور سرگرمیٔ آہ و فغاں کبتک
اٹھیگا آتشِ خاموش سے آخر دھواں کبتک

تمھارا وعدۂ صد رنگ زیبِ داستاں کبتک
بتاؤ گے نشاں اور پھر ہوگے بے نشاں کبتک

نصیبِ دوستاں پیشِ مرگِ ناگہاں کبتک ۔۔۔ چلیگی ہاتھ سے پہلے تری تیغِ رواں کبتک

کہاں کی خودنمائی رحم کر اے شانِ یکتائی ۔۔۔ بکھریگا رنگ تازہ جلوۂ حسنِ تپاں کبتک

تغافل پر تلون کا اثر کیونکر نہیں پڑتا ۔۔۔ دلِ ناکام وقفِ آرزوہائے نہاں کبتک

کہاں کی وضع حسن و عشق لو آرام سے بیٹھو ۔۔۔ مجھے پاسِ وفا اور تم کو فکرِ امتحاں کبتک

ستم اے مرگ بے پروانہ جیتا ہوں نہ مرتا ہوں ۔۔۔ پھریگی سامنے آنکھوں کے یہ تصویرِ جاں کبتک

پتہ چلتا ہے خونِ آرزو کا تا سرِ محشر! ۔۔۔ خموشی سے ٹپکتا جائیگا رنگِ بیاں کبتک

دو عالم کیلئے آغوش بنگیا ہے صدمۂ محشر ۔۔۔ کھلیگا آپ کا یہ طرۂ عنبر فشاں کبتک

ازل سے تا ابد ہونا تھا جو کچھ ہو چکا ہے ۔۔۔ تکیگا بیکسی کا منہ یہ صبرِ بے زباں کبتک

ہماری سادگی عشق کی پرکاریاں دیکھو ۔۔۔ رہوگے اپنے حسنِ بدگماں سے بدگماں کبتک

ابھی اے صورتِ ندماندگی تجھکو بھی مٹنا ہے ۔۔۔ رخِ افسوس پر رنگِ غبارِ کارواں کبتک

ہوئی فرصت تو مرگِ ناگہاں سے ہم بھی پوچھینگے ۔۔۔ ملیگی خاک میں امیدِ عیشِ جاوداں کبتک

چھوٹیگی نگاہِ شرمگیں سے وضعِ خودداری ۔۔۔ نکلنے ہر طرف ہائے ہر طرف کیئے تو ہاں کبتک

خبر لو کس کے حسنِ پارسا پہ حرف آتا ہے ۔۔۔ لڑیگی شوق رسوا سے نگاہِ پاسباں کبتک

حریفِ کوششِ بیجا دلِ آزردہ کیا ہوگا ۔۔۔ رگِ امید میں وہمِ وفا رشتہ دواں کبتک

وفا دل بھر گیا اندیشہائے روز افزوں سے ۔۔۔ زمیں سے آسماں اور آسماں سے لامکاں کبتک

ردیف لام

ادھر دیکھ جوشِ شباب اول اول ۔۔۔ اٹھی موجِ طرفِ نقاب اول اول

ابد ایک پردہ ہے بے پردگی کا ۔۔۔ نظر آئے ہو بے حجاب اول اول

حیا آگئی بیچ میں آخر آخر ۔۔۔ نگاہوں سے ٹپکا عتاب اول اول

قیامت سے کے خاکے اڑا لیگیا ہے ۔۔۔ مرا شوقِ خانہ خراب اول اول

ازل سے نصیبت کا ہے صاد مجھ پر — ہوا تھا یہی انتخاب اول اول
بتاتی ہیں ساقی کی دلکش ادائیں — کھنچی روح بنکر شراب اول اول
اِدھر ہے تقاضائے تکرار جلوہ — اُدھر دیجئے وہ جواب اول اول

وفا طالعِ خفتہ سے لڑ گئی ہے
کوئی چشمِ بدمست خواب اول اول

اور ہو سکتی نہیں اسکے سوا تعبیر دل — دل تری تصویر ہے اور تو ہے تصویر دل
صبح ہوتے مرگیا میں صدمۂ فریاد سے — رہنمائے مرگ نکلا نالۂ شبگیر دل
کیا رکھوں ای صبحِ مرگِ ناگہاں کیواسطے — غم گریباں گیر جاں ہے درد دامنگیر دل
کیوں اسیرِ دامِ غم ہے کچھ تجھے بھی یاد ہے — تو کبھی کرتا تھا ای صیادِ دل تسخیرِ دل
یاس ہے چشمِ یاس ہر ہر حلقہ تیری زلف کا — یا اسی فتراک میں تھے سیکڑوں نخچیرِ دل
یاس نے توڑا طلسمِ پیچ و تابِ آرزو — مژدہ آزادی کو ٹوٹے حلقۂ زنجیرِ دل

چھوڑ اربابِ ہوس کو اور اہلِ دل سے مل
گر بنایا چاہتا ہے اے **وفا** اکسیرِ دل

ردیف میم

کیونکر نہ بد دماغ ہوں مشکِ ختن سے ہم — ٹوٹے ہوئے ہیں زلفِ شکن در شکن سے ہم
ہیں سادہ دل کھٹکتے نہیں راہزن سے ہم — چلتے ہیں ملکر اوس نگہِ سحر فن سے ہم
غربت نے صورت اپنی کچھ ایسی بگاڑ دی — منہ کو چھپائے لیتے ہیں یادِ وطن سے ہم
جو تھا نصیبِ شمع سے باقی رہا ہوا — وہ داغ لیکر آئے تری انجمن سے ہم
وا حسرتا کہ سوتے ہیں پہلوئے گور میں — یا ہم بغل تھے ایک بتِ گلبدن سے ہم
گوشہ تھا اپنے رخ پہ کسی کی نقاب کا — یا منہ چھپائے لیتے ہیں تنہا کفن سے ہم
ماتم ہے گھر میں اور نہیں اُٹھتے ہائے ہائے — یا چونکتے تھے نغمۂ مرغِ چمن سے ہم

ہو در و آب و گل میں تو راحت کہیں نہیں ۔ فریاد بنکے نکلے ہیں بیت الحزن سے ہم
خوابِ عدم میں حشر کا کھٹکا لگا رہا ۔ غافل ہوئے نہ فتنۂ چرخِ کہن سے ہم

کس طرزِ خاص سے ہیں وفا ہم غزل سرا
ہاں داد چاہتے ہیں کچھ اہلِ سخن سے ہم

اب چھوٹتے ہیں قیدِ غمِ زندگی سے ہم ۔ فرصت کو ہو نوید کہ جاتے ہیں جی سے ہم
وہ التفات خاص ہے اور یہ فریبِ عام ۔ روتے ہیں دشمنی کو تری دوستی سے ہم
جیتے بھی ہیں تو جیتے ہیں مرنے کی آس پر ۔ مرتے بھی ہیں تو مرتے ہیں کس بیکسی سے ہم
پھر حسرتِ امید ہے اور باغبانِ شوق ۔ پھر رنگ اڑا رہے ہیں تری سادگی سے ہم
رسوائیوں کو مژدہ ہو گل کھیلتے ہیں پھر ۔ اک جلوۂ شباب کی بے پردگی سے ہم
وحشت نصیب شوق ہو کچھ ڈھونڈتے ہیں پھر ۔ اک شیوۂ نگاہ کی بیگانگی سے ہم
بیکار ہے صراحی و مینا کہ لائے ہیں ۔ جوشِ شرابِ میکدۂ بیخودی سے ہم
آگے ملیگا صبحِ قیامت کا قافلہ ۔ باقی ہے رات اور چلے ہیں ابھی سے ہم

پاسِ وفا یہی ہے تو مٹ جائیں اے وفا
جو دل میں بات ہے نہ کہینگے کسی سے ہم

نکلو پردہ سے تمھیں جلوۂ پنہاں کی قسم ۔ ہم نہ دیکھینگے ہمیں دیدۂ حیراں کی قسم
اک ذرا چھیڑ کے خونناب فشانی دیکھو ۔ تم کو نشتر کی قسم تم کو رگِ جاں کی قسم
فتنۂ حشر بھی اک پردۂ مدفن بنجائے ۔ بیکسی دیکھ تجھے گورِ غریباں کی قسم
سعیِ جلوہ ہے صیقل رخِ رنگیں کیلئے ۔ گلِ خورشید و بہارِ مے نشاں کی قسم
واہ نیرنگِ جنوں خوب ملایا پیوند ۔ ٹکڑے ٹکڑے ہے جگر چاک گریباں کی قسم
یوں اڑے رنگ کہ چہرہ پہ نہ کھلنے پائے ۔ جانکنی تجھکو ہمارے غمِ پنہاں کی قسم
شوقِ آرام طلب گھر سے لئے جاتا ہے ۔ گھر بیاباں میں بنایا ہے بیاباں کی قسم

بڑھکے خورشید قیامت میں لگا دے دھبہ
تیرہ بختی سے تجھے میری شبِ ہجراں کی قسم

کس کے ناخن؟ گرہ بندِ قبا کی سوگند
ہاتھ ہی ٹوٹ گئے گوشۂ داماں کی قسم

ہاں خموشی سے ٹپکتا ہے خونِ تحریر
لبِ خاموش تجھے پرسشِ پنہاں کی قسم

نگہ شوق ہے ظالم پرِ پروانہ کہاں
آنکھیں جلتی ہیں تری بزمِ چراغاں کی قسم

ایک اک قطرۂ خوں ادن کو بتانا ہوگا
دیکھئے ذوقِ جگر کاوئ مژگاں کی قسم

شہدِ جنت بھی ہے تہ جرعۂ زہراب مجھے
میں نے کھائی ہے **وفا** تلخئ حرماں کی قسم

خلد کو تازہ کرینگے گریۂ پیہم سے ہم
کام فواروں کا لینگے دیدۂ پرنم سے ہم

قرۃ العینِ ازل کی آرزو میں روئینگے
لائیں گے اک جوئے شیریں کوثر و زمزم سے ہم

وقت رونیکا ہے تھوڑی رات سر پر آفتاب
سیکھتے ہیں گریۂ بیچارگی شبنم سے ہم

امت احمد ہیں احمد مقتدائے انبیاء
منتسب ہیں افتخارِ دودۂ آدم سے ہم

مایۂ نازش ہمارا رحمۃ اللعالمین
کہتی ہے چشمِ کرم ممتاز ہیں عالم سے ہم

سبزۂ جنت ہیں لیکن پائمالِ انتظار
ایک دن اٹھینگے تیری سوئے مقدم سے ہم

ہوگئی فرصت تو دم لینگے دو عالم سو ادھر
روح نالہ بنکے نکلے محشرِ ماتم سے ہم

لگ گیا خسرو سے تمغۂ دورباشِ دہر کا
دیدۂ لبریز حسرت لائے جامِ جم سے ہم

آبروئے بیکسی دادِ جگر کاوی یہ ہے
اشکِ حسرت بنکے ٹپکے دیدۂ عالم سے ہم

ہائے جیبِ آرزو اور تازہ گلہائے نشاط
کچھ نہیں سمجھے کہ اُلجھے خارِ خارِ غم سے ہم

کاش صبحِ حشر یہ جھگڑے مٹا جائے **وفا**
ہم سے شامِ غم ہے رسوا اور شامِ غم سے ہم

ردیف نون

ادا گرمِ تقاضہ ہے کہ مرگِ ناگہاں میں ہوں
نگاہ بیحجابا کہتی ہے تیغِ رواں میں ہوں

جو ٹھکر رنگ لاتی ہے وہ تصویرِ بیاں میں ہوں
شہیدِ انتظارِ جلوہ ہائے بینشاں میں ہوں

طلسمِ سیدہ ہا فی اے تبسمہا ے پنہانی
ستم کیسا کھٹ یہ ہنگامہ عدمِ ستم کیسا

لبِ وابستہ اپنا زخمۂ تارِ عدم نکلا
خموشی کہتی ہے تمہیدِ صبرِ بے زباں میں ہوں

مبارک ہو تمھیں سر جوشِ نازِ عالم آرائی
چلو دردی کشِ میخانۂ رازِ نہاں میں ہوں

سراسر مایۂ ہستی ہجومِ داغِ حرماں ہے
جو جھکر جل اٹھا ہے وہ چراغِ خانماں میں ہوں

ہزاروں وادیٔ ایمن ہیں جولانگاہِ بیتابی
اسی برقِ نگاہِ آتشیں سے ہمعناں میں ہوں

الٰہی عرصۂ محشر کو دے تو اور کچھ وسعت
قیامت کہہ رہی ہے قالبِ روحِ فغاں میں ہوں

ہجومِ نالہ آگے ہے درد جگر پیچھے
اٹھا کمبخت یہ کہکر غبارِ کارواں میں ہوں

رگ و پے میں ازل سے بھر دیا ہے زہرِ ناکامی
اجل کہتی ہے نذرِ تلخیٔ کام و زباں میں ہوں

سبک ہو کر گرا ہوں خاک پر اے وائے مجبوری
جو اٹھ سکتا نہیں وہ بارِ دوشِ آسماں میں ہوں

تکلف بر طرف اب مٹ گیا شکوہ تغافل کا
ہلاکِ التفاتِ غمزہ ہائے جانستاں میں ہوں

دل میں پھر نالۂ وارفتہ اثر جاتے ہیں
کیا لہو بنکے رگ و پے میں اتر جاتے ہیں

جاؤ بیرنگیٔ وحدت کے تماشے دیکھو
اٹھ گئی بزمِ خریدار نظر جاتے ہیں

شوخیٔ جلوۂ اندازِ تکلم یہ ہے
حرف جو آتے ہیں لب پر وہ ابھر جاتے ہیں

خوبیٔ شیوۂ اعجازِ تبسم یہ ہے
نقشِ امید میں اک رنگ وہ بھر جاتے ہیں

دیکھنا حشر میں ہنگامۂ آب و آتش
تیرے دلسوختہ بادیدۂ تر جاتے ہیں

لاکھوں طوفانِ دلِ مضطر اٹھا کرتے ہیں
سیکڑوں قافلے آتے ہیں گذر جاتے ہیں

دونوں عالم متحرک ہیں بہ رنگِ پرکار
نقطۂ ناز پہ چلتے ہیں جدھر جاتے ہیں

خلوتِ ناز ہے اور ناز خود آرائی ہے
لاکھوں عالم تری قطرونسے گذر جاتے ہیں

طرفہ ہنگامہ ہے بربادیٔ پہلوئے نشاط
پھول چننے کیلئے وقتِ سحر جاتے ہیں

میرے اشعار میں خاکسترِ دل کے ذرّے
جسقدر مٹتے ہیں کمبخت نکھر جاتے ہیں

اے وفاؔ راہ وہی راہ ہے منزل ہے وہی
جسطرف جادہ شناسانِ ہنر جاتے ہیں

سُنیگا کون یاں رکھا ہے کیا کہو آپ سے تے ہیں
اب خاموشی کے پردہ میں ہم فریاد کرتے ہیں

تمھارے وعدہ ہائے جاں فزا پھر رنگ بھرتے ہیں
کہ نقشِ آرزو پھر صفحۂ دل پر ابھرتے ہیں

تمھارے التفاتِ عام سے عالم سنورتے ہیں
چلو محرومئی قسمت پہ ہم بھی ناز کرتے ہیں

شکستِ رنگ وقتِ نزع تم بھی دیکھتے جاؤ
مری بربادئی امید کے نقشے اترتے ہیں

خبر کیا ہے تمھیں بیٹھے ہو تم تو پردۂ دل میں
ہزاروں قافلے آکر پسِ محمل گذرتے ہیں

جگر کیا زہرہ کیا دل کیا فقط کہنے کی باتیں ہیں
لہو کے چند قطرے ہیں کہ آنکھوں میں اترتے ہیں

نصیبِ دوستاں زیرِ کفن جلنا قیامت تک
لو یہ اے وداعِ صبرِ زندگی اب ہم بھی مرتے ہیں

کوئی نازاں ہے اپنے شیوہائے بے نیازی پر
تکلف برطرف ہم بھی کسی پر ناز کرتے ہیں

خدایا تیز کردے چاشنی تلخئی حرماں
کہ زہرابِ اجل ہم ساغرِ غفلت میں چکھتے ہیں

تمھارے دردمندوں کا تمھیں پہ بس نہیں چلتا
الٹ دیتے ہیں محشر کو جو دل پر ہاتھ دھرتے ہیں

بغل کھولے ہوئے ہیں دو جہاں اے داورِ خوددار
ٹھہرتے ہیں تو آغوشِ تمنا میں سمٹتے ہیں

نو آموزِ وفا ہوں تو گرفتارِ تماشا ہوں
مجھے یہ دیکھنا ہے لیکے دل کیونکر مکرتے ہیں

بہارِ ناز تختہ تختہ ہے یمن سے کنعاں تک
تمھارے شیوہائے لاابالی گل کترتے ہیں

دریغا وضعِ تمکیں اپنے گھر والوں سے رکھتے ہیں
خوشا ایجادِ رنگیں وہ حیا سے پردہ کرتے ہیں

وفاؔ گمنام ہو کر خاک کے پردہ سے چمکونگا
مرے اشعار جتنے مٹتے ہیں اُتنے نکھرتے ہیں

نظر میں کیا شرفِ آلِ بوتراب نہیں؟
وہ ذرّہ ہوں جسے پروائے آفتاب نہیں

خیال اب کسی پہلو سے کامیاب نہیں
مجھے اجل سے بھی امیدِ انقلاب نہیں

کسی سے اٹھ نہ سکے اب وہ پردہ چھوڑا ہے
حجاب ناز تو دیکھو ذرا حجاب نہیں

خموش بیٹھ رہی محفل وجود و عدم
کوئی حریف سیہ مستی عتاب نہیں

دعائیں جینے کی دیتے ہیں کس محبت سے
سمجھ لیا ہے کہ مرنے کی اسمیں تاب نہیں

ادائے حسن ادا ہاں کلیم سے پوچھو
جواب وہ ہے کہ جسکا کوئی جواب نہیں

ہمارے شوق زبوں حال کے بیاں لاکھوں
تمہاری شوخی بیجا کا کچھ حساب نہیں

کسیکی سادگی وضع حسن کہتی ہے
دماغ صیقل آئینہ شباب نہیں

ابھی سے فتنہ محشر کو کیوں جگاتے ہو
بگاڑ دینے کو کیا چشم نیم خواب نہیں

عدم میں درد کا پہلو کوئی نہیں نکلا
مجھے وہ راحت آغوش اضطراب نہیں

وہ رنگ دیکھ کھلا اور نظر نہیں آتا
وہ جلوہ ڈھونڈھ چھپا اور تہ نقاب نہیں

یہاں بھی شور جگر خوں کن قیامت ہے
وہاں ادائے خموشی کا گر جواب نہیں

شگفتہ ہو گئے گلہائے غنچۂ پنہاں
بہشت ناز کا پردہ ہے جوش خواب نہیں

فریب وعدۂ فردا نے آج کام کیا
وہ جان بنکے چلے مجھکو اضطراب نہیں

کھلا ہے سرمے کی صیقل سے موت کا جوہر
نگاہ کیا دم تیغ سیاہ تاب نہیں

غضب یہ ہے کہ محبت میں کام ہوتا ہے
ستم یہ ہے کہ انھیں سب سے اجتناب نہیں

کھلی ہوئی بھی ہے طرز حیا آنکھوں تک
چھپی ہوئی تری بدمستی شباب نہیں

بنا دیا مجھے نیرنگ عشرت دنیا
فنا کے ہاتھ میں کیا ساغر حباب نہیں

عزیز رکھتی ہے کیوں وہ نگاہ ظلم پسند
جو میں شکستہ دل قہرہائے انتخاب نہیں

بہشت وصل ہے اور باغبان کمیں
کہاں ہے لطف کہ گلچیں اضطراب نہیں

وہ تشنہ شوق ہوں شبنم کو بھی نچوڑ لیا
مرے نصیب میں اسمیں بھی قطرۂ آب نہیں

وفا تباہی دنیا فلاح سمجھے ہے
خراب ہے مری حالت مگر خراب نہیں

حشر کی آس پہ مرنے کا مزا لیتے ہیں
ملک الموت سے ہم آپ بقا لیتے ہیں

دل میں نقشِ بتِ عیار بٹھا لیتے ہیں
ایک سے سیکڑوں معشوق بنا لیتے ہیں

دیکھ اے ذوقِ مصیبت وہ خریدار ہیں ہم
جو جہاں دیتے ہیں اندوہ وفا لیتے ہیں

حشر اٹھتا ہے جو امید کا ساماں بنکر
پہلوئے یاس میں ہم اسکو بٹھا لیتے ہیں

خوب فرصت ہے کہ اے شورِ قیامت تجھکو
لبِ خاموش کے پردہ میں چھپا لیتے ہیں

تجھسے محرومئ قسمت کی شکایت نہ رہی
اب یہ ہے وقت کہ دشمن کی دعا لیتے ہیں

وعدۂ مرگ کو ہم آپ کا وعدہ سمجھے
ہم بھی کیا پہلوئے امید بچا لیتے ہیں

گر یہی فرطِ نزاکت ہے تو ہم بھی دیکھیں
کسطرح ظلم سے وہ ہاتھ اٹھا لیتے ہیں

کچھ نئی چال سے چلتے ہیں اشارے انکے
ناز کیا شرم کو بھی ساتھ لگا لیتے ہیں

اس بگڑنے میں بھی اک شان ہے بنجانیکی
صورتِ حرفِ غلط مجھکو اٹھا لیتے ہیں

اے **وفا** دستِ محمدؐ سے ہے فیضان ظہور
اونکو آئینۂ ایجاد دکھا لیتے ہیں

باغ میں غنچۂ حسینوں کی ادا باندھتے ہیں
اسطرح وہ گرہِ بند قبا باندھتے ہیں

کیوں نہ ناخن سے جگر نوچئے اپنا کہ رقیب
پنجۂ دستِ نگاریں پہ حنا باندھتے ہیں

پیچھے فتنہ کے ہے اک فتنہ کہ یہ پردہ نشین
آنکھ سے گوشۂ دامانِ حیا باندھتے ہیں

لب تک آتے ہوئے سو بار سخن ٹوٹا ہے
کس نزاکت سے وہ پیمانِ وفا باندھتے ہیں

جب کہا میری امیدوں کو طلسمِ خونابہ
بول اٹھی یاس کہ دیکھو مجھے کیا باندھتے ہیں

نیستی میں بھی رہی ایک نمودِ ہستی
مٹ گیا جو اسے نقشِ کفِ پا باندھتے ہیں

آرزوہائے شکستہ کی درستی کیجے
پھر نئے سر سے وہ پیمانِ وفا باندھتے ہیں

تم ہو آنکھوں میں کوئی خواب تمھیں کہتے ہیں
تم ہو دل میں کوئی ارماں تمھیں کیا باندھتے ہیں

اے **وفا** موت کب آتی ہے کہاں آتی ہے

نفسِ سرد سے ہم ایک ہوا باندھتے ہیں

مجھ شہ سمائے خاک ہماری نگاہ میں
وہ بھی ہے ایک نقشِ قدم تیری راہ میں

دنبالہ دار سرمہ ہے چشمِ سیاہ میں
پا پر لگے ہوئے ہیں کسی کی نگاہ میں

صبحِ بہار فرش تری بزمِ ناز کا
رنگِ چمن ہے گردِ تری جلوہ گاہ میں

آئی ہزار بار دلِ ہر نفس کے ساتھ
الجھا کبھی نہ صیدِ اثر دامِ آہ میں

یہ ڈر رہا ہوں سطوتِ قہر و عتاب سے
محسوب ہو نہ شرمِ گنہ بھی گناہ میں

کیوں خاک میں ہے بادِ بہاری اڑی ہوئی
پامال ہو گیا ہے چمن کس کی راہ میں

خدامِ حشر تابِ اقامت نہ لا سکے
گرمی غضب کی تھی سخنِ داد خواہ میں

سجدے کئے ہیں بابِ رسالت مآب پر
اک نور ہے جو ناصیۂ مہر و ماہ میں

ہم جانتے ہیں دیدۂ گریاں کا جمع و خرچ
دریا کا جزر و مد ہے ہماری نگاہ میں

ظلمت شبِ فراق کے حصہ میں آ گئی
جو کچھ بچی وہ کھپ گئی بختِ سیاہ میں

نہ ہوگا کوئی بھی حرفِ غلط مجھ سا زمانے میں
کہ ہیں سات آسماں سرگرم اک میرے مٹانے میں

وہ دل میں اور دل کو نا امیدی تنگ کرتی ہے
مجھے ڈر ہے نہ گھبرا جائے یوسف قید خانے میں

کفِ خس دیکھ کر کیوں لوٹتی ہے برق کانٹوں پر
صبا کیا آتشِ گل رکھ گئی ہے آشیانے میں

نہ ہو جائے نظر واں ایک تو اور لاکھ آنکھیں ہیں
بہت رہنا ترا اچھا نہیں آئینہ خانے میں

جب اندازِ حیا سوا کرے پھر کیا کرے کوئی
نگہ آنکھوں میں ہے اور چرچے ہوتے ہیں زمانے میں

تہِ دل سے یہ کی ریشہ دوانی جذبِ بلبل نے
کہ ہر تنکا رگِ گل بن گیا ہے آشیانے میں

مرے آنسو ہوئے ہیں شعلۂ غم کے لئے روغن
یہاں کچھ دخل پانی کو نہیں آنسو بہانے میں

کوئی نازک ادا دل میں ہوا اور دل آبگینہ ہے
نہوا ہی جا لگی سرگرم الفت آزمانے میں

اڑا جاتا ہے ہر جوہر شرارِ سنگ کی صورت
لگائی آگ کس کے جلوے نے آئینہ خانے میں

عدم معمورِ حسرت ہے ٹھکانا کس طرح ہوگا
مجھے اک سخت مشکل پڑ گئی دنیا سے جانے میں

کیا ہے تر یہاں تک موجِ آبِ رنگِ گلشن نے
نہ آئی برق کے گرنے سے گرمی آشیانے میں

غمِ مرگِ عدو پہ خاک ڈال اور ضبطِ گریہ کر
کہ اپنا خون ہوتا ہے ترے آنسو بہانے میں

خدایا حسن و حشمت دوست کو دشمنِ جاں تھا
کبھی جب چاہ میں یوسف گئے تھے قید خانے میں

مزا جینا ہے تیرے سبزۂ رخسار پر مرنا
حلاوت آبِ حیواں کی ملی ہے زہر کھانے میں

نقاہت میں سخن کہنا ہے جوئے شیر کا لانا
کہ زہرہ آب ہو جاتا ہے اک اک بات آنے میں

تجھے سنتے ہی آیا نشۂ خوابِ عدم کیسا
وفا کیا زہر کی تاثیر تھی تیرے فسانے میں

سب کچھ خدا سے اگر انتخاب کروں
تیرا علاج کیا دلِ بیمدعا کروں

ابرو کے آگے چشم کو کیونکر برا کہوں
کیوں آشنا سے میں گلۂ آشنا کروں

لو دل ہی اب کشاکشِ ناخن میں مٹ گیا
عقدہ کہاں سے لاؤں کہ پھر اسکو وا کروں

کیوں آتے جاتے بزم سے مجھکو اٹھاتے ہو
فتنہ تو میں نہیں ہوں کہ ہر دم اٹھا کروں

بس کرتی ہیں مجھے وہ نگاہیں پھری ہوئیں
اے گردشِ نصیب تجھے لیکے کیا کروں

جب حسرتِ گناہ کی کچھ انتہا نہ ہو
یارب فقط حسابِ گنہ کیا ادا کروں

تو اور بزمِ عیش میں ہم پہلوئے رقیب
میں اور سر بزانوئے حسرت رہا کروں

نا آگہِ غیر آ نہیں سکتا شبِ وصال
آئی حیا جب آنکھ میں اسکی تو کیا کروں

اس شعلہ خو سے آرزوئے وصل کیا کہوں
کیا برق سے میں تشنہ لبی کا گلا کروں

زخمِ جگر بس ایک نمکداں پہ صبر کر
اتنا ہی اسکا حقِ نمک میں ادا کروں

ہاں پھر مری خموشیِ لب کا علاج کیا
محشر میں یاد گر نگہِ سرمہ سا کروں

دل سے چھپاؤں ناوکِ مژگاں کو کسطرح
ناخن سے کیئے گوشت کو کیونکر جدا کروں

سنا یہ الگ ہو آنکھیں دکھاتے ہیں نقشِ پا
دے بیکسی بتا کہ کسے رہنما کروں

کچھ نسبت اسکو گردشِ چشمِ بتاں سے ہے

کیا آسماں کے حق میں وفاؔ بد دعا کروں

ماناکہ حشر میں میری پرسش ذرا نہیں — کیا میرے پاس یہ دلِ بے مدعا نہیں
آتے ہی بس عدم میں یہ کیا پر چھپک گیا — نالوں کہ میرے آکے ابھی دم لیا نہیں
مجھ سے ثبوت ٹوٹنے کا مانگتا ہے کیا — ظالم شکستِ شیشۂ دل کی صدا نہیں
تصویرِ یار سن کے مرے حالِ زار کو — خاموش یوں ہوئی ہے کہ گویا سنا نہیں
تم ہو بلند و ہو ماہ چرخ ہو نا میر النصیب ہو — رہتے وہیں سب اچھے ہیں کوئی برا نہیں
اے دل کوئی تو اور ستم پیشہ ڈھونڈھ لے — کہتے ہیں وہ کہ اب ہمیں شوقِ جفا نہیں
وہ چپکے چپکے ہونٹوں میں کچھ کہکے رہ گئے — کہتے ہو پھر کہ ہم نے تجھے کچھ کہا نہیں

میں ہوں مضمونِ مفصل صورتِ مجمل میں ہوں — دفترِ غم ہوں مگر محصور اک جدول میں ہوں
بیکسی نے گرچہ محشر سے پرے پھینکا مجھے — کہتی ہے بڑھکر ندامت میں صفِ اوّل میں ہوں
خونِ عالم کیجئے میں دل بڑھاتا جاؤں گا — آپ کیوں گھبرا رہے ہیں میں ابھی مقتل میں ہوں
فتنۂ حشرِ تمنا اب اٹھانا ہے مجھے — میں صدائے صور ہوں ہے ہے بڑی ہلچل میں ہوں
گھر میں ہوں اور گردشِ قسمت نظر میں پھرتی ہے — ذوقِ ویرانی رہے آباد میں جنگل میں ہوں
میں وہی اک بادہ ہوں جس سے ہے رنگِ اعتبار — کیا ہوا ساغر میں ہوں شیشے میں ہوں بوتل میں ہوں
آرزوئے مرگ ہاں اک تیز سا ناخن سہی — عقد کہتا ہے کہ قیدِ وصفِ لاینحل میں ہوں
میری ہستی نیستی کے ساتھ ملکر رہ گئی — دیکھنا میں خوابِ مخمل کی طرح مخمل میں ہوں
عیب ہوں لیکن ہنر والوں سے نسبت ہے مجھے — میں کبھی بنکر نگاہِ دیدۂ احول میں ہوں
جیتے جی کیا تھی فقط جانکاہیِ طولِ امل — مرتے مرتے بھی مقید آج میں ہوں کل میں ہوں

اے وفاؔ احباب کی یہ قدردانی ہائے ہائے
روحِ معنی ہوں مگر اک قالبِ مہمل میں ہوں

میری ہستی میں بھی گنجائشِ تقریر نہیں — میں ہوں وہ خواب کہ جسکی کوئی تعبیر نہیں

اتنی بدنام ہے کیوں گردشِ چشمِ خوباں
کیا بُرا کہنے کو عشاق کی تقدیر نہیں

ذرے ذرے سے ہے کیوں صورتِ لیلیٰ پیدا
صفحۂ یخ اگر کاغذِ تصویر نہیں

جو شکستیں ہیں آزاد رہا کرتے ہیں
دیکھ لو نکہتِ گل بستۂ زنجیر نہیں

بزم سے مجھے ساقی نے الگ پھینک دیا
میں ہوں اک جامِ شکستہ مری توقیر نہیں

قید ہی الفتِ صیاد ہوں بھاگوں گا کہاں
دل گرفتار ہے گو پاؤں میں زنجیر نہیں

اجل بھی خوابِ شیریں بنکر آئی چشمِ امکاں میں
تری شوخی نے کیا چھوڑا ہے تیرِ نازِ پنہاں میں

مرے لطفِ نظر کو دیکھنا بزمِ حسیناں میں
وہ گلچیں ہوں بجائے گل بھرونگا رنگ داماں میں

لٹی جاتی ہے شرمِ نارسائی قیدِ حرماں میں
تنِ آسانی کو مژدہ پھر قدم آتا ہے زنداں میں

جمایا ہے قدم کس نے تماشاگاہِ امکاں میں
تجلی آفتابِ حشر کی ہے شبنمستاں میں

وہی تہذیبِ نیرنگِ جنونِ بیسروپا ہے
کفن میں بھی وہی اک چاک ہے جو تھا گریباں میں

یہ ہے برگشتگیٔ قسمت کی پاکوتاہی ہمت
کہ نالے پھر لہو بنکر اُتر آئے رگِ جاں میں

رگِ موجِ صبا کو بھی رگِ گل کردیا جس نے
ابھی وہ نازنے ریشہ دواں خاکِ شہیداں میں

بہانہ ضبطِ شوخی کا ہے پردہ بدگمانی کا
کہ عکسِ آئینہ میں آئینہ ہے دستِ نگہباں میں

بس اے عجزِ تمنا! ہاں ذرا پردہ بھی ہلنے دے
کُھلا جاتا ہے ظالم صاف بخشہائے پنہاں میں

اِدھر یہ عذرِ مجبوری اُدھر سودائے بے پروا
رہا پائے شکستہ گھر میں اور سر ہے بیاباں میں

حبیبِ خاصِ ربُّ العلمیں تذکرو لیں
خدا واحد ہے شاہد ایک ہے تو بزمِ عرفاں میں

لگائے ہیں تری رحمت نے یہ پہلو فراغت کے
ڈبوتا ہوں جہنم کو محیطِ شرمِ عصیاں میں

کمالِ نور و فیضِ عام ہے، اچھا بُرا کس کا
دیا سرمہ تری خاکِ قدم نے چشمِ احساں میں

بجائے واہ لفظِ آہ نکلے گا زبانوں سے
مری نوکِ قلم نشتر چبھوتی ہے رگِ جاں میں

ق

خطاب اُنسے جو اہلِ علم ہیں اربابِ معنی ہیں
وگرنہ فرق کیا ہے صورتِ نوعی سے انساں میں

کہ میں ہوں وہ گدا جسکو گدائی بھی نہیں آتی
لئے پھرتا ہوں یکجا دلِ شکستہ دستِ حرماں میں

سنا ہے دردِ ایجاد اب آپس میں چھنتی ہے
سنا ہے دور بے ہنگام ہے بزمِ حریفاں میں

جسے کہتے ہیں جدتِ شعر میں یہ جدتِ خوں ہے
فسادِ عقل کیا اہمال ہے ترکیبِ ارکاں میں

روش بیگانہ، بندش مضطرب، الفاظ بے معنیٰ
زباں نے رنگِ وحشت بھر دیا تصویرِ زنداں میں

ابھی کچھ رونے والے غالب و مومن کے باقی ہیں
ابھی کچھ ہے تلاطم دیدۂ خونابہ افشاں میں

برا ہے شیوۂ گفتار اپنا ہم بھی کہتے ہیں
ذرا ایماں سے کہدو کیا خلل آتا ہے ایماں میں

پڑے ہیں بحرِ سخن میں سیکڑوں گرداب نافہمی
وفا ہم ہیں اسی کشتی میں جو کشتی ہے طوفاں میں

نشہ بھی درد ہے تیز ہے کے میخانے میں
صافیٔ بادۂ بیرنگ ہے پیمانے میں

ہاں نمودِ کفِ خاشاک ہے جلجانے میں
پہلے کیا خاک تھی کیا خاک ہو پروانے میں

میری محرومیٔ قسمت کی بھی قسمت دیکھو
شک رہا یاس کو امید کے مٹ جانے میں

جس کا اک رنگ ہے بیرنگیٔ تمثالِ عدم
ہے وہ تصویرِ خموشی مرے کاشانے میں

رشتۂ طولِ امل میں وہ پڑے ہیں پھندے
فرصتیں ڈھونڈھتی ہے موت بھی سلجھانے میں

ہائے وحشت میں بھی بیگانۂ وحشت ٹھیرا
بیکسی لائی مجھے پھر مرے کاشانے میں

تم نہ گھبراؤ تمہیں جلوۂ پنہاں کی قسم
ہیں ابھی لاکھ تکلف مجھے ہوش آنے میں

جذبۂ شوقِ فنا دل میں ہے خرمن خرمن
گم ہوئی جاتی ہے یاں برقِ فنا دانے میں

ہمنے مضمونِ حجاب اتنے کھُلے کیوں لکھے
سنکر اب اُن کو مزے آتے ہیں شرمانے میں

رخِ گیتی پہ کھُلا غازۂ ہستی بن کر
جائے مے رنگ بھرا تھا خم و خمخانے میں

صورتِ حرفِ غلط ہمنے نشاں چھوڑا ہے
صفحۂ ہستی سے ہوہو کے اُٹھ جانے میں

آپ کی بزم سے اٹھا ہی طوفانِ بہارا
موجِ خوں گذری ہے سر سے مرے غمخانے میں

وہ اشارے ہیں کہ تمسے بھی الگ چلتے ہیں
آنکھ سے آنکھ لڑی جاتی ہے شرمانے میں

جلوہ کہتا ہے نہیں دیکھ سکیگا کوئی
پردہ کہتا ہے یہی راز ہے کھلجانے میں

کفر میں جلوۂ یکتائے دکھایا اعجاز
بول اٹھی آپ کی تصویر صنمخانے میں

کھل گئی ہے رگِ سودائے جنوں کی قسمت
تیری نشتر میں ہے اور جوشِ ہے دیوانے میں

رخصتِ قافلۂ جاں کا پتہ دیتا ہوں
میں وہ کشش ہوں جو بجاتی ہے ویرانے میں

اے **وفا** بادہ مضامینِ عدم ہیں معلوم
سن چکا ہوں لبِ خاموش کے افسانے میں

رنگ بھرتی ہے جوانی نقشِ حسنِ یار میں
پھر بہار آئی ہے گویا جنتِ دیدار میں

پہلوئے خوابِ عدم تھا وعدۂ دیدار میں
پاؤں پھیلائے ہیں آغوشِ وصالِ یار میں

قلزمِ خوں کیا سمائے دیدۂ خونبار میں
ایک گرہ ہے دامنِ زخمِ دلِ افگار میں

تھی خریداروں میں جسکی چشمِ عنقا تر خیال
وہ متاعِ جلوہ لٹتی پھرتی ہے بازار میں

اسی ترے قطعِ تعلق سے بڑھی ہے شوقِ شوق
قبط دیا ہے خانۂ امیدِ آفت کار میں

سخت جانی سے جگر پانی بھی ہو جائے تو کیا
حوصلہ باقی نچھوڑونگا دلِ غمخوار میں

امتیازِ شورِ محشر کیا رہا اے ہمسفر!
ملگیا وہ بھی ہمارے نالہائے زار میں

کھلگیا رنگِ لطافت اے خوشا نقشِ قدم
پھول آئے ہیں نہالِ شوخیٔ رفتار میں

دیکھنا پاسِ وفا آخر نکل سکتی نہیں
کتنے اچھی آرزو ہے اس دلِ بیمار میں

آپ کے دامن کے بدلے دامنِ جاں آگیا
پھر کسی دستِ جنونِ عشقِ آفت کار میں

لن ترانی سے ہوئی ہے چاشنیٔ شوق تیز
قطرہ سر جوش ڈالا ساغرِ سرشار میں

مرحبا! کوتاہیٔ عمرِ تماشا مرحبا!
برق نے پہلو نکالے فرصتِ دیدار میں

اور بھی آئینۂ کثرت پہ صیقل ہو گئی
جوہرِ وحدت وہی ہے جلوہ کی تکرار میں

گھر کے بدلے پھونکنا تھا اسی تن آسانی کو
رو رہا ہوں بیٹھکر اب سایۂ دیوار میں

ہائے اس عالم میں اُس عالم کی وہ آویزیاں
نغمہائے جانفزا الجھے ہوئے ہیں تار میں

ناخنِ تدبیر کی بیکاریاں کام آگئیں
بستگی نے گھر بنایا عقدۂ دشوار میں

سطوتِ وحدت اگر یہ ہے تو کچھ مشکل نہیں
عقدۂ ایماں کو ڈالیں رشتۂ زنار میں

ہے رگِ صہبا میں روحِ نشۂ صہبا رواں
یا تبسم موجزن ہے پردۂ گفتار میں

یاس کے پہلو میں ہوگا وہم مرگِ ناگہاں
کچھ پتہ چلتا نہیں ہے سیکڑوں آزار میں

اے وفا اک بات وہ لطفِ نزاکت ہی سہی
وعدہ ہائے دوست بھی ہیں اب مرے اشعار میں

منزلِ گور میں کافور و کفن رکھتا ہوں
ہوں غریب الوطن اور صبحِ وطن رکھتا ہوں

ہے قفس میں بھی وہی شوقِ خیالِ رنگیں
زیرِ پر جلوۂ نیرنگِ چمن رکھتا ہوں

جیا شخصِ گیرِ وفا ہوں ہر موئے تلے
تازہ خوشبوئے عسل عنبرِ لبن رکھتا ہوں

زیرِ زنجیر رشید یا ست بھی رہا کام مجھے
اک نیا داغ سرِ داغِ کہن رکھتا ہوں

اپنی ہمدردی تقدیر سے کے سعد نہ جاؤں
درد بیگانگیِ اہلِ وطن رکھتا ہوں

کیا کشش ہے کہ تصور میں ہے رنگِ تصویر
کیا لطافت ہے کہ بو سے بدن رکھتا ہوں

تیری رحمت ہے مری بات بنانیوالی
کچھ سمجھ کر ہوس توبہ شکن رکھتا ہوں

مرگِ ناگاہ سے دم لینے کی فرصت دیجے
اس خموشی میں بھی میں طرزِ سخن رکھتا ہوں

دو جہاں ایک طرف کیا مجھے پروا ہے وفا
میں رسولِ عربی شاہِ زمن رکھتا ہوں

کیا پوچھتے ہو عالمِ افسوس میں کیا ہوں
میں درد ہوں اور پہلوئے محشر سے اٹھا ہوں

میں رفعتِ تقدیر میں پامال ہوا ہوں
پامالیِ آوارگی نقشِ کفِ پا ہوں

جس حال میں ہوں وقفِ تماشائے ادا ہوں
جس رنگ میں ہوں مائلِ رنگِ وفا ہوں

میں حاصلِ ہنگامۂ صد برقِ فنا ہوں
بربادیِ امید سے آباد ہوا ہوں

امید اٹھاتی ہے مگر اٹھ نہیں سکتا
تقدیر نے توڑا جسے وہ دستِ دعا ہوں

یہ پستیِ اقبال ہے معراجِ بلندی
میں کون ہوں اور کس کی نگاہوں سے گرا ہوں

فرقت نے نکالے ہیں یہاں وصل کے پہلو
پھر شوق ہے مشتاقِ تماشائے چکیدن
پھر جلوہ بدست ہے اور بال پریدن
آئینہ نظارہ ہے اور صیقلِ وحدت
مجموعۂ امید در عالم مجھے سمجھو !
پہلے ہی سے محوِ کششِ نازِ قلم تھا
بے پردگی شیوۂ محشر ہے نظر میں
پرکاری ہنگامۂ شوخی کی خبر کیا

اس لاگ پہ جیتا ہوں کہ یکسر جدا ہوں
میں خواب ہوں اور خواب آشفتہ صبا ہوں
میں رنگ ہوں اور رنگ بہ خود شکستہ ہوں
تم دیکھ رہے ہو مجھے میں دیکھ رہا ہوں
سب کچھ ہوں تمھاری گرہ بند قبا ہوں
سو بار جو بگڑا ہوں تو اک بار بنا ہوں
نظارگی جلوۂ نیرنگِ قضا ہوں
میں شیفتۂ سادگی نقشِ حیا ہوں

آخر کبھی ملتا ہی پتہ کوششِ عدم میں
جو کچھ ہوں وفا ٹوٹے ہوئے دل کی صدا ہوں

تلخی مرگِ ناگہاں آئیگی کس شمار میں
مرکے بھی ہم کھٹکتے ہیں دیدۂ روزگار میں
ہے وہی موجِ حسنِ ناز ریشہ وداں مزار میں
لوٹ لیا سوادِ دل چھوڑ دیا جلانے کو
یہ ہے زکوٰۃ حسن سمت آئے اور آکے دیکھئے
مٹتے ہیں صبح حشر سے محبت کے حوصلے کہاں
چلتی ہے پھر نسیمِ آہ پھلتے ہیں پھر نہالِ شوق
کچھ تو مٹنے کی بات ہے لوٹ کی رہ گیا ہی کیوں
کوئی تو جذبِ خاص ہے سینہ سے بہہ رہا ہی کیوں
ایک ہی ہے بہارِ ناز ایک ہی باغبان ہے
عفو کو بات مل گئی اسے تری بندہ پروری

وہ بھی سہی ایک ذرہ ہے سانسِ انتظار میں
ریزۂ شیشۂ سنگ نے ذرہ جو تھے مزار میں
رنگ کا خون کر دیا جس نے رگِ بہار میں
ہائے وہ داغ زندگی پہلوئے اعتبار میں
ذوقِ نظر بہار میں ساغرِ مے خمار میں
ایسے ہزاروں داغ ہیں دامنِ انتظار میں
آئی ہے فصلِ نوبہار سینۂ داغدار میں
ناخنِ دلخراش پھر میرے دلِ فگار میں
دجلۂ خونِ ناب پھر دیدۂ اشکبار میں
موجۂ گل چمن میں ہے موجۂ خوں کنار میں
خوف سے جان ڈر گئی شرم گناہگار میں

ذوقِ ستم کو دیکھنا بڑھتی ہیں سخت جانیاں
آتی ہیں اور لذتیں طعنۂ غمگسار میں

یوں مرے دل میں ہے نہاں حسرتِ قتلِ ناگہاں
جیسے ذخیرہ موت کا سینۂ ذوالفقار میں

فتنۂ خفتہ جاگ اٹھا زلفِ سیہ کے دن پھرے
غیر کو بھی کلام ہے غفلتِ چشمِ یار میں

پھر بھی یہ عزیز تھا صاف دلوں سے مٹ گئی
یا وہ صدائے الاماں عرصۂ گیر و دار میں

شقِ سخن ہے کیا **وفا** فیضِ ازل ہے جلوہ گر
طبعِ دقیقہ سنج میں خامۂ سحر کار میں

آنکھوں میں کیا مزہ ہے جو ذوقِ نظر نہیں
شوخی میں کیا رکھا ہے اگر پردہ در نہیں

اک محشرِ خیال ہوں سر میں ہوں سر نہیں
تصویرِ انقلاب ہوں گھر میں ہوں گھر نہیں

رنگینیِ وصال کی مجھ کو خبر نہیں
بستر میں رنگ و بوئے چمن کا اثر نہیں

آنکھوں کو لطف جاگنے کا رات بھر نہیں
پلکوں سے وہ تراوشِ خوابِ سحر نہیں

انصاف بن گئی ہیں دو عالم تو کیا کروں
کیا میرے پاس طالعِ بیداد گر نہیں

مانا کہ بزمِ عام ہے قسمت سے کیا کہوں
طوفان مئے ہے اور لبِ پیمانہ تر نہیں

نشو و نمو یاس نے اک جان ڈالدی
آزاد ہوں کہ اب ہوسِ بال و پر نہیں

اے بختِ خفتہ صورِ قیامت کہاں گیا
اب زیرِ سر وہ بالشِ محشر اثر نہیں

دامانِ انتظار پہ دھبہ سا آگیا
آنکھوں سے وہ تراوشِ خونِ جگر نہیں

ہے ہے کباب لختِ جگر خام رہ گیا
کیا آفتابِ حشر ترا رخ ادھر نہیں

نیچی نظر کی اوٹ میں شوخی نکل گئی
کہتی ہے وہ حیا کہ مجھے کچھ خبر نہیں

پروانوں کا ہجوم ہے اور شمع ہے نہاں
خرمن ہے اور برقِ فنا جلوہ گر نہیں

وحشت نے گھر سے نقشِ تعلق مٹا دیا
دیوار و در ہے سایۂ دیوار و در نہیں

ہاں حسنِ بے نیاز کے انداز دیکھنا
جلوے ہیں اور رخصتِ پائے نظر نہیں

ہاں شیوہ ہائے ناز فسوں ساز دیکھنا
وعدے ہیں اور پاسِ وفا کی خبر نہیں

کیا جان کھنچ گئی کہ سہارے بھی کھنچ گئے
کیا سر اٹھاؤں ہاتھ بھی اب زیرِ سر نہیں

مژگانِ دلنشیں رگِ جاں پہ ہے زخمہ زن
لب پر وہ سنج زمزمہ بے اثر نہیں

جوشِ بہارِ غمزۂ پنہاں ہے خواب میں
گل کھل رہے ہیں اور نسیمِ سحر نہیں

اس بیکسی کی شانِ خدا ساز دیکھنا
گھر بس رہا ہے حاجتِ دیوار و در نہیں

عنوانِ حشر سے کبھی خالی نہیں رہا
دستِ جنونِ شوق کفِ نامہ بر نہیں

افسردگیِ داغِ تمنا کا کیا علاج!
ہے ہے ترا خیال بھی اب چارہ گر نہیں

تدبیرِ خفتہ پا کو ذرا چھیڑتا رہے!
رہزن سہی بلا سے اگر راہبر نہیں

بیگانگیِ دہر سے دل بھر گیا وفا
یادِ وطن سے شکوۂ رنجِ سفر نہیں

فرصت طلب تقاضے اک میہمان پر ہیں
یہ نازشیں وہ کرم ہیں جو میہمان پر ہیں

اس رہگذر کے ذرے رشکِ جہان پر ہیں
کچھ تو زمین پر ہیں کچھ آسمان پر ہیں

دل توڑتی ہیں باتیں دم دے رہی ہیں گھاتیں
پرکاریاں تمھاری ظاہر جہان پر ہیں

پھر بات بات میں ہے بے پردہ لن ترانی
پھر شکوہ ناز اپنی بھی زبان پر ہیں

بیٹھے ہوئے ہو گھر میں دونو جہاں نظر میں
اُٹھے یہ پھر تقاضے کیوں پاسبان پر ہیں

کچھ تو پتہ بتا دے اے شانِ بے نشانی
آخر مٹے ہوئے ہم کس بے نشان پر ہیں

ہاں مرگِ ناگہاں کو کچھ دم تو لینے دیجے
ناوک نشانے پر ہیں چلّے کمان پر ہیں

موجِ خرام کیا ہے؟ چلتا ہوا سا خنجر
جس کے اثر نمایاں سارے جہان پر ہیں

فتنے بتا رہے ہیں دیکھو تو رفتہ رفتہ
آئی ہوئیں بلائیں محشر کی جان پر ہیں

پھر حیرت و خموشی راز و نیازِ دل ہے
گوش و زباں تصدق اس داستان پر ہیں

بیدردیوں کے خاکے محشر اڑا رہا ہے
عالم اداسیوں کے خالی مکان پر ہیں

ہیں اور شریکِ خلوت کیا اعتماد ان کو
کچھ بختِ خفتہ پر ہیں کچھ پاسبان پر ہیں

جتنے پتے چلے ہیں وہ چھلکے رہ گئے ہیں
جو راہبر ملے ہیں محو اک نشان پر ہیں

دل کی روش **وفا** ہے اُن کی روش **تغافل**
یہ شور الحذر کے پھر کیوں امان پر ہیں

صدمے لگاوٹوں کے در پردہ جان پر ہیں
الزام شوقِ پنہاں کیا پاسبان پر ہیں

امید کو بھروسے کس بدگمان پر ہیں
احسان جانکنی کے اک سخت جان پر ہیں

تم عجز کو تو دیکھو! تم صبر سے تو پوچھو!
یہ ظلم بے محابا کس بیزبان پر ہیں

پہلو کو خستہ مانو! دل کو شکستہ جانو!
ایسے ہزاروں احساں ہر میہمان پر ہیں

امید بے سروپا کیا دل بڑھا رہی ہے
یہ جسقدر ہیں صدمے دشمن کی جان پر ہیں

کیوں اسقدر خموشی اے شانِ بے نیازی
موقوف دونوں عالم کس امتحان پر ہیں

حسنِ ازل کے پردے تم کھولدو ابد تک
پھر ہم تمہیں بتائیں نظریں جو آن پر ہیں

جو داغ رہ گئے تھے وہ میرے نام لکھے
جو بوجھ گر گئے تھے مجھ ناتوان پر ہیں

قطع تعلق اُن کی امید کا ہے پہلو
آپس کے فیصلے ہیں اکثر گمان پر ہیں

ہاں [illegible] تمنا ہو مشتہر شوق افزوں
جو خط دیئے گئے ہیں تیری زبان پر ہیں

جس کی تلاش [illegible] خیال عنقا
اُس جنبش سے مُنہ کے اب ہر دکان پر ہیں

کہدے شمار تو ہیں اے مخبر خموشی
کیا ماجرے لبوں کے میرے بیان پر ہیں

لکھدے شمار تو ہیں اے جوشِ بیقراری
کیا شعر حسرتوں کے میری زبان پر ہیں

غفلت حریف عالم اور میں حریف غفلت
حق میری بیکسی کے ثابت جہان پر ہیں

چشمِ تغافل آئیں لاکھوں میں کہہ رہی ہے
مرنے کے فیصلے بھی میرے بیان پر ہیں

اندیشہ خلد آئیں جیبِ خیال رنگیں
پھر کیوں دماغ اپنے اب آسمان پر ہیں

لڑتی ہوئی پھر آنکھیں گلچیں سے کھلی ہیں
لڑتی ہوئی نگاہیں کیوں باغبان پر ہیں

پھر میرے خار و خس میں ریشہ دوانیاں کیوں
رنگ چمن کے پر تو کیوں آشیان پر ہیں

قابو سے اپنے باہر ہستیِ تجلی !
اندازۂ بلندی پستی سے ہو رہا ہے
اے فنِ شعر گوئی نسبت امیر سے ہے
میرا سخن صلہ ہے خونابہ نوشیوں کا

کھیلے ہوئے تماشے دشمن کی جان پر ہیں
کہتا ہے عجز اپنا ہم آسمان پر ہیں
اے نازِ خاکساری ہم آسمان پر ہیں
جو حوصلے کے حق ہیں وہ قدردان پر ہیں

شاعر نہیں وفا ہم سمجھو تو فاتحہ خواں
غالب کی روح پر ہیں مومن کی جان پر ہیں

تم دردِ بن گئے دلِ امیدوار میں
وہ جوشِ نازِ ریشۂ دواں ہے مزار میں
سویا ہوں ذوقِ وعدۂ بے اعتبار میں
میں وہ شکستہ دل ہوں شکن بنکے رہ گیا
میں اک نگاہِ بازپسیں ہو کے کھو گیا
یہ امتحانِ رشک گوارا نہیں سجھے
اب فرصتِ خیال نہ پوچھو کہ سو گیا
یک جلوۂ تبسمِ پنہاں پہ مٹ گیا
یک ریشۂ تصورِ جاناں میں چھپ گیا
سطوت سے کہدیا کرمِ عذرخواہ نے
مژگاں دلنواز ہے اور جانِ دردمند
پھر رنگ آ رہا ہے رخِ اضطراب پر
خاکسترِ سیاہ کو پھر اہتزاز ہے
اس بیکسی کی شانِ غیوری کو دیکھنا
پھر تیرگیِ بختِ زبوں نے ملا دیا

نشتر چبھو گئے ہو رگِ انتظار میں
جس نے لہو بھرا رگِ موجِ بہار میں
آنکھوں کو رو رہا ہوں ترے انتظار میں
طرفِ بساطِ انجمنِ روزگار میں
ہنگامۂ خیالِ تماشائے یار میں
تم کیوں شریک ہو ستمِ روزگار میں
آغوشِ انتظارِ تماشائے یار میں
جو نقش تھا مرقعِ صبحِ بہار میں
جو رنگِ ناز تھا چمنِ روزگار میں
رحمت ٹپک گئی معرکۂ گیرودار میں
مانند نغمہ زخمہ بھی الجھا ہے تار میں
پھر دوڑتا ہے خونِ دلِ بیقرار میں
تم روحِ برق چھوڑ گئے تھے غبار میں
دل جل رہا ہے بزمِ دلِ سوگوار میں
روزِ جزا کو ماتمِ شبہائے تار میں

پھر سادگیِ وضعِ محبت سے لے کے دیا
کیوں بادبانِ آہ کھلا آ رہا ہے پھر
کیوں امتحانِ قطرہ ہے تو اٹھا ہو پھر
افسردگی کے پردہ میں ہے گرمیِ دماغ

حسرتِ وفا کو گوشِ تمنا سے یار میں
طوفانِ محیطِ گریہ سے بے اختیار میں
جوشِ جنونِ شوقِ دلِ ہرزہ کار میں
پھر آ رہا ہے نشۂ صہبا خمار میں

عالم فریبِ حسرتِ و حسرت بزیرِ خاک
کیا رنگ کیا وفا دلِ امیدوار میں

پھر دیدہ و دل ذوقِ ستم کھائے ہوئے ہیں
کیا لطف ہے آنے کا اگر آئے ہوئے ہیں
قطرے نے بھی اُسی بحرِ کرامت کو ہیں قطرے
ہاں تاجِ سرِ کنگرۂ عرشِ بریں ہیں
ہاں دیدہ و دل مایۂ نازِ گلِ تر ہیں
تم صاعقۂ حسن جہانسوز کو روکو
بیگانگیِ شیوۂ محشر کا اثر کیا
خودداریِ ناموسِ حیا اُس پہ تکلف

در پردۂ امید میں پھر آئے ہوئے ہیں
بیطاقتیِ شوق سے گھبرائے ہوئے ہیں
ذرّے شرفِ نورِ ازل پائے ہوئے ہیں
جو سر کہ تری پاؤں سے ٹھکرائے ہوئے ہیں
تیرے چمنِ حسن سے کیا لائے ہوئے ہیں
ہم بھی دلِ بیتاب کو ٹھہرائے ہوئے ہیں
یہ چوٹ ہے وہ چوٹ جو ہم کھائے ہوئے ہیں
بے پردگیِ ناز سے شرمائے ہوئے ہیں

کچھ چاشنیِ وعدہ سے تسکیں نہیں ہوتی
ناکام وفا زہرِ وفا کھائے ہوئے ہیں

نظارہ سوزِ انجمنِ ما و من ہے کون
زہرابۂ اجل رگ و پے میں اُتر گیا
ماتم کدے کو کس نے بنایا ہے بزمِ عیش
ٹپکا رہی ہے رنگِ جنوں پھر بہارِ ناز
در پردہ آ رہی ہے پھر اک بوئے جاں نواز

جوہر گدازِ آئینۂ جان و تن ہے کون
اب شکوہ سنجِ تلخیِ کام و دہن ہے کون
پھر تازگیِ خندۂ چاکِ کفن ہے کون
ریشہ دوانِ سرِ گل و نسترن ہے کون
عطرِ بہارِ روح و دماغِ چمن ہے کون

دونوں جہاں خموش ہیں اور پوچھتا ہوں میں
روئے سخن ہے کسکی طرف ہم سخن ہے کون

ہنگامہ گرم سازیٔ دل کسکی شان ہے
آتش زنِ فتیلۂ داغِ کہن ہے کون

وعدے ہیں اور طعنۂ بیطاقتیٔ شوق
ہاں پردۂ امید میں پیمان شکن ہے کون

تم سے ملا ہے سلسلۂ نظمِ کائنات
جب تم ہو ہر جگہ تو غریب الوطن ہے کون

اک تار اور اُس سے دو عالم بندھے ہوئے
شیرازہ بندِ صد ورقِ انجمن ہے کون

کہتے ہیں کسکو مونسِ دلہائے سوگوار
خلوت طرازِ گوشۂ بیت الحزن ہے کون

شہرہ ہے دست و بازوئے خارا شگاف کا
تاب و توانِ جوہرِ عالم کوہکن ہے کون

کس کا پیام لیکے چلی ہے نسیمِ مصر
منت گذارِ لخلخۂ پیرہن ہے کون

جب مٹ گیا مجاز و حقیقت کا تفرقہ
پیمانہ سنجِ بادۂ خُمِ سر چمن ہے کون

حسنِ مناظرہ و خورشید دیکھنا
نورِ نظر فروزِ سہیلِ یمن ہے کون

یہ حاصلِ بیاں ہے وقفِ غیر از خدا
اندازہ دانِ مرتبتِ پنجتن ہے کون

ردیف واو

ہاں دردِ نہاں رنگ کی تغیّر سے پوچھو
دل پر جو لگی چوٹ وہ تاثیر سے پوچھو

آئینِ وفا طوقِ گلوگیر سے پوچھو
تمکینِ جنوں پاؤں کی زنجیر سے پوچھو

ناموسِ محبت کی قیامت کو خبر کیا
تم میری تباہی مری تقدیر سے پوچھو

لو سحرِ نظر مدعیٔ غارتِ دل ہے
کیا پوچھتے ہو شوخیٔ تقریر سے پوچھو

مانا کہ مجھے زہر پلانیکی ہے تدبیر
پہلے مری محرومیٔ تقدیر سے پوچھو

کچھ ناز ہے اک تازہ ہوس [illegible]
[illegible] ہے بگڑی ہوئی تدبیر سے پوچھو

تم چین سے بیٹھے ہو حواس کی خبر کیا
[illegible] گردشِ تقدیر سے پوچھو

شوخی سے وہاں رنگ [illegible]
[illegible] بات وہ تصویر سے پوچھو

کافی ہے وہاں رازِ محبت کو اشارا
تقریر نہیں پردۂ تحریر سے پوچھو

کیا جانے کوئی زلزلۂ ساعتِ محشر
تو آؤ ادھر عاشقِ دلگیر سے پوچھو

بیگانہ و بیدرد ہیں اربابِ تماشا
تم حلقۂ فتراک کو نخچیر سے پوچھو

پھر میں ہوں **وفا** اور وہی آغازِ تمنا
انجام کو ناکامیِ تقدیر سے پوچھو

وہ نظر آنے لگی صبحِ قیامت ہمکو
اُڑ گئی چھوڑ کے تنہا شبِ فرقت ہمکو

کب ہوئی کشمکشِ ناز سے فرصت ہمکو
تم بھی ملتے ہو تو ملتی نہیں فرصت ہمکو

اک اجل توڑ گئی لاکھ طلسمِ امید
اے فلک کچھ نہ ملا حاصلِ محنت ہمکو

ہائے مجبوریِ دل! ہائے گرفتاریِ دل!
تمکو ہم چھوڑ دیں اتنی نہیں قدرت ہمکو

ہمنشیں آبروئے مرگ بھی برباد گئی
جانکنی ہو گئی ہر روز کی عادت ہمکو

کیا عجب وصل میں قابو سے جو باہر ہو جائے
تم سے کچھ کم نہیں اپنی بھی طبیعت ہمکو

وائے افسردگیِ طبع کہ حس بھی نہ رہی
کچھ نہیں کھلتی ہے اب تلخیِ حسرت ہمکو

اک تری بات میں اسباب کے سو سو پہلو
اک خموشی سے تری لاکھ حکایت ہمکو

اک بگڑنے میں ترے لاکھ درستی اپنی
اک عداوت سے تری لاکھ محبت ہمکو

مٹ گیا عقدۂ دل کشمکشِ ناخن میں
یاس کو مژدہ کہ حاصل ہے فراغت ہمکو

سادگی دیکھ اک اس قطعِ تعلق پہ بھی ہے
تجھسے بیرحم سے اک گونہ شکایت ہمکو

وہ ہوں یا اُنکے ستم غیر ہو یا غیر کا شک
ہر گھڑی چاہیئے اک تازہ مصیبت ہمکو

بیحجابانہ تصور میں جو آجاتے ہیں
پھر حیا سے وہ دکھاتے نہیں صورت ہمکو

اے **وفا** ہم ہیں شہیدِ لبِ خاموشِ بتاں
حرفِ ناگفتہ ہے یہ شورِ قیامت ہمکو

تمھیں سمجھو گے رازِ التفاتِ نازِ پنہاں کو
اُڑاتی ہیں نگاہیں جوہرِ آئینۂ جاں کو

دلِ آزردہ میں پھر کچھ جگہ ملتی ہے ارماں کو
نصیبِ دوستاں نشتر نے پھر چھیڑا رگِ جاں کو

مٹایا صفحۂ امکاں سے نقشِ بزمِ امکاں کو
اشارے اب نہیں سمجھیں سے ا دیکھیں ہو چشمِ فتاں کو

کہیں پیکاں سمجھ کر کھینچ لیتے ہو رگِ جاں کو
کہیں کانٹا بنا کر چھوڑتے ہو دل میں ارماں کو

مسخر کر لیا نقشِ ستم توسن کے حلقہ میں
سمیٹا جذبۂ شوخی نے جولانگاہِ امکاں کو

نویدِ تلخکامی پھر گوارا کر لیا ہم نے
نگاہِ قہر کیا مرحوشِ نازشہائے پنہاں کو

مجھے ہے سادگیِ اعتبارِ شوق کا رونا
کہیں لطفِ نہاں سمجھا ترے ظلمِ نمایاں کو

کبھی التفاتِ حسن ہیں لاکھوں ادائیں ہیں
بڑھایا ہے تری کوتاہیِ شمرگاں نے مژگاں کو

کھلا جاتا ہے شیرازہ عدم کا پردۂ پردہ میں
ذرا روکے رہو جوشِ تبسمہائے پنہاں کو

ہماری تیرہ بختی پردۂ ناموسِ محشر ہے
لپیٹا ہے کفن کیساتھ ہم نے شامِ ہجراں کو

چھپا رکھا ہے تم نے ظلم بے پردگی پردہ میں
تکلف برطرف اسکو نوازشہائے پنہاں کو

خموشی کیا کہ حسنِ شیوۂ تقریر لکنت ہے
لپیٹ لیتی ہے ای کم سخن تیری نہیں ہاں کو

کرم کیساتھ شانِ بینیازی کار فرما ہے
گناہوں میں کہیں شامل نہ کر لے شرمِ عصیاں کو

ستم ہے بوالہوس شورِ محبت کر مرے لوٹے
نہیں توڑا ہے تم نے دل مگر توڑا نمکداں کو

بیتہ رنگِ مسی کا پوچھا ہے دینا ضبطِ تمکیں سے
ذرا ہنسنے تو دو موجِ تبسمہائے پنہاں کو

رہائی میری تجھپر اے تن آسانی گراں کیوں ہو
ہوئی تا آنکہ زنجیر پھر چھیڑ دو نگاہ زنداں کو

مبارک اے جنونِ شوق پھر پہلو بخشیدہ میں
خرابی ڈھونڈھتی پھرتی ہے ہر کاشانہ و بیاباں کو

نویدِ تیرہ بختی اب یہاں سے ہم بھی جاتے ہیں
بنایا رہنما اپنا چراغِ داغِ حسرتاں کو

خفا ہیں پرسشِ احباب سے ای دل ہے بے التفاتی
ہماری کس سرگرانی نے گرایا بارِ احساں کو

وفا اس حال میں لکھا غزل کا دل کو سینہ ہے
کیا ہے جمع ہم نے کچھ مضامینِ پریشاں کو

یہی ہے شانِ بیرنگی تو پھر رنگِ ادا کیوں ہو
تمہیں پھر جانِ تصویرِ نگاہِ آشنا کیوں ہو

کھلی ہے طرزِ آزادی تو پھر قیدِ وفا کیوں ہو
جو شوخی ہے تو پھر تمکین جرأت آزما کیوں ہو

مجھے کیا ریزۂ نشتر کا پھر دینا نہیں آتا
رگِ [illegible] میں خونِ دل دردآشنا کیوں ہو

نصیبِ دشمناں چھوٹو کہ مجھ کو بچھا اور دو دو
نہ کیوں اٹھے میرا ہی بختِ نارسا کیوں ہو

بھرے ہیں جس کے تیوں سے دو جہاں چلتے تیر لیجے
مٹانے کیلئے میرا دل بے مدعا کیوں ہو

مطلع ثالث

شریکِ جلوۂ نیرنگِ حیرت دوسرا کیوں ہو
زباں کیوں ہو بیاں کیسا ہو دعا کیوں ہو گلا کیوں ہو

رگِ ہستی میں کوئی چیز چلتی پھرتی ہے ورنہ
کفِ ہر خاک میں ریشہ دواں ذوقِ انا کیوں ہو

وہ دستِ بوالہوس ہے جو ادھر چھوٹا تو ادھر الجھا
یہ میری آرزو کا ہاتھ ہے دل سے جدا کیوں ہو

بیاباں سے دامنِ ہستی پہ اک دھبہ سا آجائے
دل و جاں بھی سہی لیکن غمِ حسرت فزا کیوں ہو

دلِ آفت زدہ اور حسرتِ روزِ جزا ہے ہے
جہاں تم ہو وہاں اندیشۂ راحت فزا کیوں ہو

فنا کا دائرہ ذوقِ فنا سے بڑھ گیا ورنہ
سرِ کاغذ نشانِ قطرۂ بیدست و پا کیوں ہو

ہوا کی کھولتی ہے بندِ تمکیں کھنچی جاتی ہے
کہ داماں تمام عقدۂ شرم و حیا کیوں ہو

مطلع رابع

تمھاری جلوہ گاہ ناز ہو تم ہو وفا کیوں ہو
چمن ہو باغباں ہو بلبلِ رنگیں نوا کیوں ہو

ہماری زندگی سے بیخودی کا جلوہ پیدا ہیں
قضا کے ہاتھ میں آئینۂ غفلت نما کیوں ہو

تہِ دل سے وہ اٹھا مضمونِ داغ خوں کن نکلتا ہے
تجھے غیرِ رسا کافی ہے پھر بختِ رسا کیوں ہو

بیوفائی میں تری بات ہے بدنام کہ تو
دلنشیں ہے اثرِ لذتِ دشنام کہ تو

تیرے پردے ہیں یہ کثرت کے تماشے ناشیں
ہے کوئی غیر پس پردۂ اوہام کہ تو

یہ ترے عارض و گیسو کے ہیں سب نقشے نہیں
جلوہ افروز ہے فیضِ سحر و شام کہ تو

بختِ بد کی ہے قسم اے کششِ رسوائی
آنکھ میں پھرتی ہے پھر گردشِ ایام کہ تو

عالم آئینۂ وحدت ہے بتا دیدۂ وہم
زنگِ آئینہ ہے یہ کثرتِ اصنام کہ تو

جلوہ بے پردہ ہے اے ذوقِ تماشائے نگار
رخِ محفل پہ کھلا بادۂ گلفام کہ تو

شوق بدمست ہے اے دیدۂ مستانۂ یار
خلدِ اندیشہ میں پھرتا ہے کوئی جام کہ تو

تری حسرت کیطرح غیر گرفتار کہ میں
میرے پہلو سے جدا یہ دلِ خودکام کہ تو

اے فلک روضۂ اقدس ہے مقامِ جبریل
قبلۂ خاص ہے وہ بارگہ عام کہ تو

اے افق گوشۂ یثرب ہے مدارِ تنزیل
منظرِ فیض ہے وہ مرکزِ اکرام کہ تو

اے وفا نقش غلط ہے کہ تری ہم تہمت
کجروی میں یہ ترا خامہ ہے بدنام کہ تو

اذن ہے آئے قیامت مگر آواز نہو
دیکھنا وہ نگہِ شعبدہ پرداز نہو

اب کھلے جاتے ہیں بندِ ازلی و ابدی
ہاں اگر پیچ میں تیری گرہِ ناز نہو

جیبِ اندیشہ میں ہیں آئنہ خانے لاکھوں
خلوتِ ناز سہی انجمن ناز نہو

موجبِ درس خموشی ہے کمالِ سرمہ
ورقِ حشر کی تعلیم ہو آواز نہو

جان و سرمایۂ حرماں اے دلِ بیچو صلگی
وادریغا پر امید ہو پرواز نہو

دیدہ تا زہرہ و دل خون کا دریا بنجائے
شہراے گریۂ غم حوصلہ پرواز نہو

سینہ تا کام و زباں قالبِ آتش ہوجائے
دیکھ اے نالۂ دل برق سے دمساز نہو

لن ترانی نے جلائے ہیں دوئی کے پردے
ہاں رگِ جاں بھی رگِ شعلۂ آواز نہو

مطلعِ ثانی

سے لو حدت ہے کوئی تفرقہ پرداز نہو
فرد انجام نہو صافیِ آغاز نہو

دوجہاں کیلئے آغوشِ تجلی کھلجائے
ذرۂ خاک نشیں جلوہ گہِ ناز نہو

قلزمِ حوصلۂ فیض میں طوفاں آجائے
قطرۂ بے سروپا اشک سے ممتاز نہو

ہوشِ محفل کیطرح اڑتی ہیں خبریں کیاکیا
ساقیِ بزم کہیں غمزۂ غماز نہو

اے وفا نسخۂ حسنِ رخ ہستی کیا ہے
صفحۂ دہر پہ گر حاشیۂ ناز نہو

ردیف ہائے ہوز

کیا کیا لگاؤ ہیں نگہِ سحر فن کیساتھ
ہم اس لئے ہوئے پہ بہم اہلِ فن کیساتھ

عاشق کی موت خانہ خرابی ہے عشق کی
مہر و وفا کا نام مٹا کوہ کن کیساتھ

بکھرے پڑے ہیں گل سے جدا ہوکے برگِ گل
دامن کی آبرو ہے فقط پیرہن کیساتھ

گویا پیامِ مرگ تھا تمنا بہار کا
بلبل کی روح اڑ گئی رنگِ چمن کیساتھ

یعقوبؑ کو ڈھونڈھتی کیونکر ہوائے مصر
کیا روح کو نہیں ہے محبت بدن کیساتھ

اب پیری شرمِ وحشتِ جنوں تیری ہاتھ ہے
وابستہ ہو گیا تنِ عریاں کفن کیساتھ

ہمپر لحد میں شامِ غریبی تو رحم کر
ہمکو بھی ناز تھا کبھی صبحِ وطن کیساتھ

ہستی شرار کی ہے فروغِ شرار تک
ہے اپنی زندگی نفسِ شعلہ زن کیساتھ

اے آرزوے وصل خدا وہ بھی دن کرے
چسپاں ہو لب سے لب تو دہن ہو دہن کیساتھ

روزِ جزا خدا کو کیا منہ جواب دوں
خو ہے مجھے کلام کی اک کم سخن کیساتھ

آنکھیں لگی ہوئی ہیں کسیکی نقاب پہ
الجھا ہوا ہے تارِ نگہ ہر شکن کیساتھ

تیری ہوائے شوق اگر دل کشا نہو
کیا کرسکے نسیمِ گل و نسترن کیساتھ

مرجائیے بلا سے مگر اب تو اے وفا
اپنا بھی سر لگا ہے سپہرِ کہن کیساتھ

ہم جو گیرِ ہزار بلا ہیں نہ ہم کو دیکھ
تو اپنی اس کشاکشِ فکرِ ستم کو دیکھ

اُس کا خرامِ ناز یہ کہتا ہے ہم کو دیکھ
شوخی پکارتی ہے کہ نقشِ قدم کو دیکھ

قیدِ خیال سے بھی وہ باہر نکل گیا
اس آہوے رمیدہ کے اندازِ رم کو دیکھ

اے دل نہ ہے جائے رحم نہ دے طعنۂ وفا
اُس نازنیں کی گردنِ نازک میں خم کو دیکھ

بس ہو چکی یہ بادیہ پیمائی وجود
ہر رنگ میں نگاہ کی تجدید چاہیئے

اب آگے بڑھ کے جادۂ راہ عدم کو دیکھ
کعبہ سے پھر کے آتے تو بیت الصنم کو دیکھ

یارب وفا کے جرم وخطا دیکھتا ہے کیا
تو اپنی شانِ عفو کو اپنے کرم کو دیکھ

حیرت کو مژدہ گرم ہے بازار آئینہ
ہاں تماشیوں کو کشمکش جور سے فراغ
مجھکو بھی یوں ہے زانوئے حیرت سے واسطہ
دلال چشم شوخ ہے قیمت نظارہ ہے
ناکام تیری دید سے ہیں خواب میں بھی ہم
حسن عمل کی داد سکندر کو مل گئی

خوبانِ خود نما ہیں خریدار آئینہ
وہ ہے اسیر شانہ گرفتار آئینہ
تو جیسے ہر گھڑی ہے نگہدار آئینہ
اور حسن بےحجاب خریدار آئینہ
لائیں کہاں سے طالع بیدار آئینہ
وہ رشک آئینہ ہے طلبگار آئینہ

جادۂ وحدت سے رکھا انجمن میں آئینہ
وحدت وکثرت سہی یا خلوت وجلوت سہی
شیشے کے پردہ میں جلوے صورت کی آئے نظر
آخری جلوے یہ میری سادگی دلکے ہیں
جنت نظارہ رنگیں کا دروازہ کھلا
کیا حجاب بیکسی میں جلوہ آرائی رہی
جوہر آئینہ کی رگ رگ سے ٹپکا لہو
کیا مٹایا صیقل تنزیہہ نے تشبیہہ کو

دیکھنا ڈوبا ہوا رنگ چمن میں آئینہ
آئینہ میں انجمن ہے انجمن میں آئینہ
دیدیا خسرو نے وسعت کوہکن میں آئینہ
روز محشر ہے کفن صبح وطن میں آئینہ
اے خوشا دست بت گل پیرہن میں آئینہ
آفتاب حشر تھا گویا کفن میں آئینہ
چھپ گیا ہے دیدۂ ناوک فگن میں آئینہ
جوہر پکتا ہے بزم پنجتن میں آئینہ

اے وفا مقصود ہے اپنا دل حیرت زدہ
آگیا ہے معرض حسن سخن میں آئینہ

فروغ آفتاب لم یزل شاہ جمال اللہ
کمال فیض میں ضرب المثل شاہ جمال اللہ

عیاں ہر شان سے ہے جلوۂ خلقِ رسول اللہ
زہے آئینۂ حسنِ ازل شاہ جمال اللہ

شریعت اور حقیقت ملگئی شیر و شکر بن کر
خمیرِ لذتِ علم و عمل شاہ جمال اللہ

یہیں سے جان و دل کیا کیا فروغِ ایمان کو لیتے ہیں
کہ ہیں نہرِ لبن جوئے عسل شاہ جمال اللہ

مرے اعمال زبوں ظاہر ہے لیکن بیقراری سے
پہوں یہ ہے سوالِ بے محل شاہ جمال اللہ

جلایا آفتابِ حشر کو پھونکا جہنم کو
یہ ہے داغِ جگر کا ماحصل شاہ جمال اللہ

مجھے اک ذرۂ عشقِ حقیقی وہ عنایت ہو
وہ عالم بھی نہوں جسکا بدل شاہ جمال اللہ

ہوائے نفس آخر دشمنِ پیمانِ اول ہے
نہ آجائے **وفا** میں کچھ خلل شاہ جمال اللہ

شوخیٔ ناز کی تصویر ہے تصویر کیساتھ
موجۂ خندہ ہے جوشِ تقریر کیساتھ

وہم انجام ہے بیکاریٔ تدبیر کیساتھ
یہ نیا خواب ہے بیرنگیٔ تعبیر کیساتھ

حسن بیگانہ رہا عشق کی غمخواری سے
غمزے کو لاگ رہی عاشقِ دلگیر کیساتھ

خاک میں ناز کی پھر ریشہ دوانی کیوں ہو
ہم سے جاتے ہیں بگڑی ہوئی تدبیر کیساتھ

پھر یہ دلچسپیٔ نیرنگِ تباہی کیوں ہے
تم کھلے جاتے ہو کیوں پردۂ تقدیر کیساتھ

رنگ آمیزیٔ افسونِ تسلی کیوں ہے
حرف کیوں ابھرے چلے آتے ہیں تقریر کیساتھ

شوخیٔ ناز نے پہلے سے اوجھڑ چھیڑ دیا
سازِ ہستی و عدم شور بم و زیر کیساتھ

زندگی [illegible] میں [illegible] گرہ ڈال گئے
دل کے بھی توڑ گئے ناخنِ تدبیر کیساتھ

جاؤ تم [illegible] سے [illegible]
چھوڑ دو گردشِ تقدیر کو تقدیر کیساتھ

بنگئے [illegible] زن کے [illegible]
بنگئے سیکڑوں گھر [illegible] تعمیر کیساتھ

شیوۂ [illegible] ناز [illegible] ہے
[illegible] خنجر کیساتھ

[illegible] آ [illegible]
[illegible] زنجیر کیساتھ

کتنی ہے اصل زباں شاخ [illegible]
[illegible] تاثیر کیساتھ

کیا سبک ہوگئی وحشت نے ہوائیں باندھیں!
روح پروانۂ ناشاد کی رخصت سے ہے
مژدہ اے ذوقِ تماشا کہ تماشا اُن کا
جان کھنچتی ہے ترے نام سے اللہ اللہ
چاشنی تیرِ وفا میں ہوا ملایا تم نے
نقش یکتا کشش خامۂ قدرت یکتا
جذبۂ فیضِ ازل ہے کہ مضامیں اپنے

ہم بھی زنداں سے چلے نالہ زنجیر کیساتھ
کچھ دھواں سا نظر آیا لب تعلیل کیساتھ
جنت رنگ ہے اور رنگ ہے تغیر کیساتھ
چال یہ ہے کہ چھری چلتی ہے تکبیر کیساتھ
خونِ امید کو آب دمِ شمشیر کیساتھ
مٹ گئے دونوں جہاں سایۂ تصویر کیساتھ
لپٹے جاتے ہیں دل آویزیٔ تحریر کیساتھ

اے وفا مائدۂ دل پہ ہو شور ایسا اں
ورنہ ناسور جگر ہو غم شببیر کیساتھ

ردیف یا

کام ہے جلوۂ نیرنگ تمنا سے مجھے
عالمِ یاس کے حلقے میں ہوں وہ نقش عزیز
میں سبک ہو کے گراں ہوں تو اٹھا لو اک بار
آج امید ہے میرے لئے سامانِ اجل
حسن گر صیقلِ آئینہ ہے زنگار ہے عشق
رنگ کثرت سے بدلتی نہیں شانِ وحدت
سادگیہائے خموشی کی خبر ہے کس کو
جسکا خاکہ ہے بلندی وہ مری پستی ہے
اور ہو گرم تماشا اک مزا آتا ہے
خوگر لذت آزار ہوں اے داورِ حشر

چاہیے مشقِ نظر دیدۂ عنقا سے مجھے
اُس نے کھینچا کبھی تو پر کار سویدا سے مجھے
صورتِ حرفِ غلط صفحۂ دنیا سے مجھے
نیند آتی ہے ترے وعدۂ فردا سے مجھے
کچھ تو نسبت ہے تری بزم تماشا سے مجھے
ایک مے چاہیے کیا ساغر و مینا سے مجھے
کس نے پوچھا ہے کبھی ناز خود آرا سے مجھے
کہ اٹھایا ہے ترے نقش کفِ پا سے مجھے
شوقِ رنگیں سے تجھے جلوۂ یکتا سے مجھے
کھینچ لائے ستم آبادِ تمنا سے مجھے

ساقیٔ بزمِ ازل کی یہ ہوئی بخشش عام

ہوش آیا ہے وفا نشۂ صہبا سے مجھے

اٹھاؤں ہاتھ کیا مانگوں خدا سے / کہ دل بیٹھا ہے نقشِ مدعا سے

ادائیں جان آئی ہے ادا سے / حیا شوخی سے ہے شوخی حیا سے

ہوئی تمکین جرأت آزما سے / کہ ہم مرتے ہیں اسیرِ وفا سے

نہیں آزردہ ہو لب جوشِ حیا سے / نہ تم گھبراؤ شوقِ دیرپا سے

فقط وضعِ نہ آیا سادگی میں / نزاکت ٹپکتی رنگِ حنا سے

کہاں جاتے ہو دم لو اسیر دیکھو / ابھر آئی قیامت نقشِ پا سے

نکیوں دل سے جلوں کچھ مانگیا ہے / تمہارے عقدۂ بندِ قبا سے

شہیدِ نو بہارِ ناز ہوں میں / لہو ٹپکا رگِ موجِ صبا سے

فلک بیگانہ ہو کر کیوں اٹھائے / گرے ہیں ہم نگاہِ آشنا سے

میں اپنی سادگی دل کے صدقے / وہ شرماتے ہیں امیدِ وفا سے

یہاں بھی ہے سیہ مستی کا پہلو / ذرا نکلو تو آغوشِ قبا سے

ہمارے آشیاں کا یہ پتہ ہے / ملیگا جلوۂ برقِ فنا سے

بس اے شوخی کہاں تک صیقلِ ناز / کہ جوہر اڑتے ہیں تیغِ ادا سے

لگاوٹ کے مزے دیتا ہے گویا / گلہ ناآشنا کا آشنا سے

انھیں میں کس توقع پر مناؤں / وہ روٹھے ہیں دلِ بے مدعا سے

تری تصویر بھی کھنچنے لگی ہے / تری خوئے تجاہلِ آشنا سے

بہت سی شرم بھی ہے خودنمائی / ستم ہے منہ چھپاتے ہو حیا سے

کفِ مے یاں ہے مرگِ ناگہانی / بھرا ہے میکدہ ذوقِ فنا سے

نگہ ہے غمزہ ہائے جانستاں کا / تمہارے وعدہ ہائے جانفزا سے

ستم کے جتنے پردے ہیں اٹھا دو / رکھو انصاف کا پردہ خدا سے

عدم سے بھی پرے ہوائی شب غم!
اُٹھے کیا بارِ تمکینِ نزاکت!
اِدھر بھی دیکھ شانِ بےنیازی
نئے انداز سے گرم سخن ہوں

کہاں اب بھی ہے عمر بیوفا سے
ہمارے صبر آتش زیرپا سے
کہ ہم بھی ہاتھ اٹھا دیں دعا سے
ملیگی داد بھی اہل صفا سے

اسے پہچانتا ہے بوالہوس کیا
وفا کو پوچھیے اہل وفا سے

غبار قافلۂ اضطراب کرکے مجھے
بڑھائی قدر فلک آفتاب کرکے مجھے
کہاں کی شرم و حیا! وہ اُڑادیا اُس نے
جو تو بگاڑ چکا ہے تو بن چکا ہوں میں
سمجھ لیا اُنھیں اندازِ لن ترانی سے
یہ التفاتِ ستم بھی ہے ایک شانِ کرم
کسیکی شوخی بیجا سے کہتی ہے عصمت
یہ چھیڑ دیکھ کہ ہوتی ہیں پیار کی باتیں
وہ میں کہ دیکھ رہا ہوں نقاب بنکر تجھے

عدم کی آنکھ میں بھیجا ہے خواب کرکے مجھے
غلام سلسلۂ بوتراب کرکے مجھے
نشانۂ نگہ بےحجاب کرکے مجھے
بچھوڑ تختۂ مشق عتاب کرکے مجھے
جواب دیکئے محوِ جواب کرکے مجھے
نہ بھول جائے کہیں انتخاب کرکے مجھے
نہ لوٹنا کہیں ذوق شباب کرکے مجھے
ابھی فریفتۂ اجتناب کرکے مجھے
وہ تو کہ چھوڑ دیا ہے نقاب کرکے مجھے

وفا مصیبت روزِ جزا کے پردے میں
مرا نصیب بنایا خراب کرکے مجھے

ہوئی ہے جلوہ گر شوخی کسی کی
ہوا ہے مہرباں پھر حسن دلجو
کھلا میخانۂ چشم پریرو
وہ دل میں چٹکیاں لیتی جوانی

چھٹی جاتی ہیں اب نبضیں پری کی
کہ لڑتی ہیں نگاہیں دوستی کی
کہ اُڑتی ہیں شرابیں بیخودی کی
نہ کھلجائے گرہ افسردگی کی

کہاں جاتا ہے شوقِ تازہ امید
ادھر آ! اٹھ گئی محفل کبھی کی

بیاں روزِ جزا کا نزع میں کیوں
کہ ہوگی لاش بھاری بیکسی کی

ملایا خاک میں اے رشکِ اغیار
بڑھائی قدر تو نے دشمنی کی

لگایا راہ پر شوخی نے سبکو
حیا سے پوچھلو بے پردگی کی

چل اے صبحِ قیامت! چھوڑ رستہ
چلی آتی ہیں راتیں بیکسی کی

پکارے کہہ رہا ہے رنگِ تمکیں
خموشی کیا ہے باتیں ہیں کسی کی

بہائے دیتی ہے موجِ تبسم
خبر لینا ذرا رنگِ مسی کی

عدم میں جب ملا اہلِ عدم سے
اُڑائی خاک دردِ بیکسی کی

خدا جانے وہ کس نیرنگ سے ہنگامہ آرا ہے
تماشہ ہے کہ حیرت سرمۂ چشمِ تماشا ہے

دو عالم خاک ہو جائیں تو کیا اُنکا بگڑتا ہے
وہ کہدیں گے کہ شانِ بے نیازی کارفرما ہے

نہ تنہا عالمِ ہستی میں تیرا بول بالا ہے
عدم میں بھی تری نیرنگ خاموشی کا چرچا ہے

بُرا کیا ہے ہمارا وقت! پھر اُلٹھو سے بچھا ہے
ادھر آنکھوں میں دریا ہے اُدھر ہاتھوں میں صحرا ہے

تری آزادگی میں بھی لگی ہے قیدِ نیرنگی
تری بے پردگی کہتی ہے تو نے پردہ چھوڑا ہے

غضب ہے حسن کا اس عشقِ رسوا سے الجھ پڑنا
کہ اب تک دامنِ یوسفؑ ہے اور دستِ زلیخا ہے

کوئی وضعِ ستم ہو یا کوئی مظلومِ بیکس ہو
فلک نے لے لیا ہے جو ترے ہاتھوں سے نکلا ہے

نوید اے بیکسی ہم آج سب جھگڑوں سے چھٹتے ہیں
کہ مرگِ ناگہانی چارۂ امیدِ فردا ہے

پڑا رہ بختِ خفتہ! خواب میں کروٹ بدل لینا
دلِ افسردہ نے پھر یاس کا افسانہ چھیڑا ہے

کہاں چمکا کدھر چمکا وہ کوہِ طور پر چمکا
ترا رنگِ تبسم بڑھتے بڑھتے رنگ لایا ہے

نگاہِ مہر یا پاسِ دوستی یا وضعِ وفاداری!
جسے تو نے کیا ہو گا اُسی کو ہم نے پایا ہے

بگڑ بیٹھے بنا جاتا ہوں میں اے عرصۂ محشر
ترا جھونکا بھی مجھکو شانۂ زلفِ تمنا ہے

قلق دروازۂ احسن ہے اور بیکسی منظر
مری بربادیوں نے خوب اپنا گھر بنایا ہے

وہ گو جھوٹی سہی لیکن رگ و پے میں اتر آئی
تری جو بات ہے میرے لئے سرجوشِ صہبا ہے

وفا اس گریۂ بیرولفتی میں بھی ہے اک رونق
ہمارا رنگِ مضموں اشکِ خوں بنکر ٹپکتا ہے

کیا کیا ہجوم ہیں ستمِ روزگار کے
دن پھر گئے ہیں گردشِ لیل و نہار کے

گھٹتے نہیں مزے دلِ امیدوار کے
چھینٹے بھی دیکھیے نمکِ انتظار کے

حیرت میں کب ہیں دخل کسی اعتبار کے
پردے اٹھا دیے ہیں تماشائے یار کے

معشوق خردسال ہے سرمایۂ امید
آتا ہے وقت جاتے ہیں دن انتظار کے

دوزخ ہو آفتابِ قیامت ہو صور ہو
پہلو بدل گئے ہیں دلِ بے قرار کے

شوخی تو چلتی پھرتی ہوئی چیز رہ گئی
انداز دیکھیے شیوۂ تمکینِ یار کے

ہمسے ہے انتہائے حوادث کی ابتدا
اس سلسلہ میں ہم بھی ہیں دانے شمار کے

طوفانِ بے تمیزیِ دستِ جنوں نہ پوچھ
ٹکڑے اڑائے دامنِ صبحِ بہار کے

ہیں دشمنوں کے ہاتھ سے چھوٹا ہوا ابھی کب
اب دوست ہیں شریک مرے حالِ زار کے

ظالم تجھے بھی کچھ تو مزہ آئے قتل میں
کر ذبح آستینِ تجاہل اُتار کے

آنکھوں میں سرمہ لب پہ مسی ہاتھ میں حنا
آئینۂ شباب میں جلوے بہار کے

ہے ہے یہ نرمیِ قدم و لغزشِ قدم
قربان موجِ بادہ ہے رفتارِ یار کے

ہیں سادہ دل فریبِ تمنا میں آ گیا
نقشے جمائے وعدۂ بے اعتبار کے

اے بختِ بد نوید کہ پھر مرگِ ناگہاں
تیور دکھا گئی مجھے انجامِ کار کے

بیدادِ چرخ سختیِ جاں طعنۂ ندیم
ضامن ہیں میری زندگیِ مستعار کے

پھر ہم ہیں اور مہرِ قیامت کی تاک جھانک
پھندے لگا کے بیٹھے ہیں شبہائے تار کے

پھر سامنے ہے کوچۂ آوارگیِ شوق
پھر پاؤں ہو گئے دلِ بے اختیار کے

پھر چل رہی ہے مرصر بیتابیِ جنوں
اُٹھے ہیں پھر ورق جگرِ داغدار کے

پھر اختلاط نشتر غم چھیڑنے لگا!
پھر کچھ پتے چلے ہیں رگ انتظار کے

آرامگاہ برق ہے پھر بستر خیال
جلسے ہیں گرم حسرت بوس و کنار کے

وہ آنکھ وہ نگاہ وہ دل وہ قلق کہاں
مرجھا گئے ہیں پھول شب انتظار کے

تم کھاتے ہو وفا کی قسم بزم غیر میں
قربان اپنے طالع ناساز گار کے

کسی کے حسن دلکش میں فروغ لایزالی ہے
کہے دیتا ہے آئینہ کہ شان جمالی ہے

ہجوم بیکسی نے اک نئی صورت نکالی ہے
بھرا آتا ہے دل اور پہلوئے امید خالی ہے

بس اے طول امل اتنا علاج آخر کہاں ہوگا
کہ محشر بھی تجھے اک تختۂ مشق خیالی ہے

فلک نے دے دیئے دلکو ہزاروں داغ ناکامی
زمانہ پھر بھی کہتا ہے کہ نقطوں سے تختہ خالی ہے

خدایا دیکھ لے میری ندامت بخشدے مجھکو
یہ کیا کم ہے بھری محفل میں میرا ہاتھ خالی ہے

مٹی ہے جس پہ کثرت سے وہ تیرا جلوۂ وحدت
وہ عالم لوٹ ہیں جس پر وہ تیری بے مثالی ہے

ہوائے عجز کیسی لے اڑی ہم خاکساروں کو
الٰہی کس ترقی پر دماغ پائمالی ہے

تماشہ ہے کہ پہلے سے زیادہ کھل گئیں آنکھیں
فلک نے وادی ایمن میں لا کے خاک ڈالی ہے

چھپے ہو آئینہ میں اور آئینہ سے باہر ہو
جو پردہ میں ہو بے پردہ وہ حسن لاابالی ہے

نگاہ بے حیا چھان لے جلوے حسینوں کے
اٹھیں ذروں میں پنہاں برق حسن بے مثالی ہے

بلائیں پھنس گئی ہیں اچھوتا اب جا نہیں سکتیں
تری زلفوں کا اک پھندا مری آشفتہ حالی ہے

غضب ہے ناصح بیرحم بیدردی سے کہہ بیٹھا
تم اسکو پیار کرتے ہو جو صورت مٹنے والی ہے

ثنائے صاحب معراج ہرگز ہو نہیں سکتی
کہ میرے ذہن میں پستی ہے اور مضمون عالی ہے

وفا شعر و سخن کا کام کیا افسردہ خاطر کو
فقط اک غم غلط کرنے کو یہ صورت نکالی ہے

جان حزیں بڑھی ہوئی کوسوں علاج سے ہے
پھر بھی مجھے گلہ ترے انداز رم سے ہے

وہ خرمن امید ہوں الم گشتگی نصیب
جس کی نمود جلوۂ برقِ ستم سے ہے

کیا پوچھتا ہے رتبۂ ناموسِ حسنِ دوست
پردہ بھی ہے تو چشمِ غزالِ حرم سے ہے

یارب مری بساط میں رکھا ہوا ہے کیا
ہاں! اک امیدِ عفو کی تیرے کرم سے ہے

رفتارِ دلفریب کی تمکیں تو دیکھئے
لپٹا ہوا وہ نقشِ قدم بھی قدم سے ہے

دم توڑنے سے فائدہ؟ اے دردِ جانکنی!
باندھا ہوا طلسمِ وفا ایک ہم سے ہے

ظالم کو فکرِ ظلم نے مجبور کر دیا
تیغِ ستم لگی ہوئی ذوقِ ستم سے ہے

اس سادگی پہ وعدۂ رنگیں کو دیکھنا
رنگت بھی کچھ چڑھی ہوئی جھوٹی قسم سے ہے

جاتا ہوں داستانِ خموشی لیئے ہوئے
کہتی ہے موت چل اک تقاضۂ عدم سے ہے

پردہ ہے اور پردے سے باہر ہے جوشِ ناز
اوقیا کچھ بڑھی ہوئی اندازِ رم سے ہے

اب میں ہوں اور تصورِ مژگانِ دلنشیں
یک گونہ ربط پھر خلشِ دمبدم سے ہے

طولِ امل سے چارۂ حرماں اخوشانیاں
امید صبحِ حشر کی شامِ الم سے ہے

افسردگی ہے دشمنِ امید کیا کروں
یہ مجمعِ خیالِ وفا اس کے دم سے ہے

کس کی نگاہِ گرم نے تڑپا دیا مجھے
جلتے ہیں ہاتھ چھو نہیں سکتی قضا مجھے

کیا گرمجوشیوں میں مزا آگیا مجھے
اپنی بغل میں لیگئی برقِ فنا مجھے

جلوہ یہ کہہ رہا ہے چھپاتا ہے کیا مجھے
پردہ پکارتا ہے کہ ظالم اٹھا مجھے

کھلتی نہیں حلاوتِ ذوقِ وصالِ یار
یہ تلخکامیوں نے چکھایا مزا مجھے

قدرت نہیں کہ حشر میں فریاد کرسکوں
آنکھیں دکھا گئی نگہ سرمہ سا مجھے

وحشت نے زندگی کے بھی پہلو بدل دیئے
کمبخت اضطراب ہے راحت فزا مجھے

کھوئے شباب حسن نے بندِ نقابِ حسن
اے چشمِ شوق رنگِ تماشہ دکھا مجھے

ڈرتا ہوں میں کہ رشتۂ امید کٹ نہ جائے
لپٹی ہے اُس کی بُرّشِ تیغِ ادا مجھے

بنتے ہے وصال غیر سے بھی تو رنگاؤ ہے
تم بیحجاب ہو گئے آئی حیا سے مجھے

کہیے تو کیا جواب ہے اس لطفِ خاص کا
لکھتا ہے مہرباں بتِ نا آشنا مجھے

دونوں جہان دیتے ہیں اور پھر بتا ہوں یا
قسمت سے ملگیا دل بے مدعا مجھے

اپنی تباہیوں کا بیاں کیا کروں **وفا**
عبرت سے دیکھ لیتی ہے میری قضا مجھے

ق

یاد آتا ہے وہ لطفِ زندگانی ہائے ہائے
ہم بغل تھا اک حاصلِ عمرِ جوانی ہائے ہائے

سر سے پا تک اک بہارِ ناز کیا باغِ امید
حسنِ آفت کار کی بھرپا عنفوانی ہائے ہائے

شاہدِ رنگیں قبا جسکا نمونہ شاخِ گل
وہ خرامِ ناز اُسکی گلفشانی ہائے ہائے

جوشِ مستی سے دوپٹہ بھی سنبھل سکتا نہ تھا
ٹپکا ہی پڑتا تھا رنگِ نوجوانی ہائے ہائے

عشقِ وحشت آشنا زندانِ عصمت میں اسیر
حسن بے پروہ کفیلِ پاسبانی ہائے ہائے

عشق ممنونِ نوازشہائے پیہم واہ واہ
حسن مصروفِ کرمہائے نہانی ہائے ہائے

ہر سخن اک وعدہ ہر وعدہ طلسمِ ناز تھا
دلفریبی دلربائی دلستانی ہائے ہائے

ہر اشارہ تھا ادب آموزِ تمکیں آزما
دیدہ و دل کو تھی حاصل ہمزبانی ہائے ہائے

نازشِ پنہاں کے پردہ میں ہزاروں التفات
رنجشِ ظاہر سے پیدا مہربانی ہائے ہائے

وہ نگاہِ بیحجابا اک چھری چلتی ہوئی
اور پھر دلمیں نئی اک ریشہ دوانی ہائے ہائے

جلوۂ برقِ تجلی کی چمک بڑھتی ہوئی
اور میں محوِ جوابِ لن ترانی ہائے ہائے

دل نچھاوے جسکو ادا وہ اک خاص اندازِ وفا
میں سمجھوں جسکو وہ لطفِ نہانی ہائے ہائے

ہمنشیں وہ جوشِ صہبا سے ہم آغوشی ہیچ
پھر چھلکا تھا جامِ عیشِ نوجوانی ہائے ہائے

اب وہی میں ہوں **وفا** اور ماتمِ صد آرزو
اب وہی دل اور وہی پچھلی کہانی ہائے ہائے

پردۂ فرقت پڑا ایسا کہ اٹھ سکتا نہیں
کاش اٹھ جائے حجابِ زندگانی ہائے ہائے

بختِ خوابیدہ ہے اپنا اور نزولِ شامِ یاس
دل ہے اور امید و غم کی میزبانی ہائے ہائے

حلقۂ آغوش کے بدلے ہے گرداب بلا
خواب شیریں کے عوض ہے گرانی ہائے ہائے

دل جگر دونوں ہوئے سینے میں خوں آنا کیا
انتظارِ وقتِ مرگِ ناگہانی ہائے ہائے

اے وفا کب تک رہوں خاموش کیوں پہنچا دیا
میرے بدخواہوں نے صبرِ بے زبانی ہائے ہائے

یارب وہ داغ دے کہ تمنا کہیں جسے
رشکِ ہزار نقشِ سویدا کہیں جسے

کس حسنِ دلفریب کا صدقہ ہے ابتدا
سامانِ صد بہارِ تماشا کہیں جسے

کس کی نگاہِ مست کا جلوہ ہے دیکھنا
سرجوشِ گرمیٔ خمِ صہبا کہیں جسے

پھر اس نگاہ کو کوئی کھینچنے لگا
نظارۂ جمالِ دل آرا کہیں جسے

پھر دل کو کوئی آشنائے سر بلا
نیرنگ تازہ تازہ تماشا کہیں جسے

کس سے کہوں کہ [illegible]
وہ ایک بات رنجشِ بیجا کہیں جسے

اس دل شکستگی پہ عنایت ہوا جسے
اک عالمِ ہوس غمِ دنیا کہیں جسے

ناچار اس خیال پہ جینا پڑا مجھے
امید سوز حوصلہ فرسا کہیں جسے

باقی ہے آنکھ میں ابھی پلک پر تو جمال
وہم نگاہ دیدۂ عنقا کہیں جسے

کام آپڑا ہے اس بتِ عیار سے وفا
خود بین و خود فروش و خود آرا کہیں جسے

اب دل میں ہے تصورِ جاناں نہ کیجیے
وہ لاکھ بار آئے تو مہماں نہ کیجیے

مرجائیے طبیب کی صورت نہ دیکھیے
سوزِ خمِ تیغ کھائیے درماں نہ کیجیے

رگ رگ میں ایک تیز سا نشتر چبھوئیے
لیکن خیالِ ناوکِ مژگاں نہ کیجیے

طولِ شبِ فراق کا افسانہ چھیڑیے
لیکن بیانِ زلفِ پریشاں نہ کیجیے

در پردہ دل پہ آہ سے بجلی گرائیے
لیکن تلاشِ جلوۂ پنہاں نہ کیجیے

دل رکھیے آفتابِ قیامت کے روبرو
آئینہ داریٔ رخِ خوباں نہ کیجیے

توفیق ہو تو دونوں جہاں بھی سمیٹیے
ناخن کو دل میں توڑ کے بس چھوڑ دیجیئے
خنجر سے بات کرنے کی حسرت نکالیئے
ناچار اپنا ہاتھ ہی رکھ لیجے زیرِ سر
بہائے زخم دیکھیئے اور خوب روئیے
دل بستگی کو عقدۂ امید سونپیئے

ہمت پڑے تو چارۂ حرماں نکالیئے
یا ہو جگر خراشیِ پیکاں نکالیئے
دشنہ سے منہ لگا نیکا ارماں نکالیئے
لیکن امیدِ زانوے جاناں نکالیئے
امیدواریِ لبِ خنداں نکالیئے
مجموعۂ خیالِ پریشاں نکالیئے

گھر لوٹ لیں **وفا** جو نہیں ہے نہیں سہی
سر کاٹ لیں زباں کے عوض ہاں نکالیئے

دیکھا اے ذوقِ تجلیہائے پنہانی مجھے
تیری اور میری خموشی چشم و دل کی ترجماں
اُسکو اپنا جانکر سب کہدیا رازِ نہاں
پردہ پردہ میں کھلا شیرازۂ اجزائے دل
کہتی ہے شوخی حجابِ چشم سے نکلے نگاہ
لاکھ پردہ کاری سے ہے صورت ایک تیرے سادگی

وہ ہے پردہ میں سرِ بازار حیرانی سب مجھے
کتنی آسائش تجھے ہے کتنی آسانی سب مجھے
کیا سمجھتا تھا کہ پھر ہو گی پریشانی سب مجھے
یاد آئے جب تبسمہائے پنہانی سب مجھے
کہتی ہے شرم و حیا سونپی ہو دربانی سب مجھے
لاکھ وا ناآئی سے بڑھکر ایک نادانی سب مجھے

زخمِ دل کا ٹانکنا تھا باندھنا امید کا
اب قفس میں ہوں چمن میں بلبلِ تصویر تھا

ہو گئی جمعیتِ دل ...
کب ملی تھی فرصتِ بال و پر افشانی مجھے

اے **وفا** اب خانۂ راحت میں رخنہ پڑ گیا
بیکسی دکھلا گئی تصویرِ ویرانی مجھے

موج زن تھی رنگِ صہبا لبِ جاناں میں کبھی
خوب دیکھا ہے قیامت کا تماشہ ہمنے
اب سُلگتا ہے تنِ زار تو کیا ہوتا ہے

کیا مزہ تھا گزکِ خندۂ پنہاں میں کبھی
لپٹی پھرتی تھی تری گردشِ دل میں کبھی
یاد ہے آگ لگائی تھی دل و جاں میں کبھی

خواب نے طالعِ عشاق کا گھر دیکھ لیا
نملی اسکو جگہ دیدۂ درباں میں کبھی

بیٹھکر پردہ میں کیا پاؤں نکالے تم نے
تپشِ برق نہ تھی جلوۂ پنہاں میں کبھی

ایسی خونریز نہ تھی جنبشِ ابروے پہلے
ایسی تیزی بھی نہ تھی دشنۂ مژگاں میں کبھی

ہائے وہ وقت کہ رہتے تھے تبسم بنکر
مسی آلودہ لبِ نازکِ جاناں میں کبھی

کھولدو بندِ قبا یاد کرو وعدۂ وصل
ہاں لگائی تھی گرہ گوشۂ داماں میں کبھی

اے **وفا** حسرتِ جنت ہے اگر دنیا میں
بیٹھیے حلقۂ آغوشِ حسیناں میں کبھی

لذتِ درد یہی ہے کہ دل وجاں ہوجائے
انتہا زخم کی یہ ہے کہ نمکداں ہوجائے

ایسے رم خوردہ سے جمعیتِ دل کیا چاہوں
دیکھکر اپنی ادائیں جو پریشاں ہوجائے

اے فلک اس تری تعلیم کا کیا کہنا ہے
ہم تو برباد ہوں وہ فتنۂ دوراں ہوجائے

حسرتِ دید کی جی بھرکے تلافی کیجے
اُنکی چلمن جو کبھی اپنا گریباں ہوجائے

اس جفا پر بھی جو امیدِ وفا ہے مجھکو
تجھسے بیرحم سے کہدوں تو پریشاں ہوجائے

کام ایسا کوئی بگڑے کہ بنادے دم میں
مشکل ایسی کوئی پڑجائے کہ آساں ہوجائے

[illegible] بیٹھے کہ [illegible] اُٹھے
[illegible] ایسا کوئی ڈوبے کہ لبِ جاں ہوجائے

ہائے اے جوشِ قلق میرے تصور کیلیئے
گوشۂ خاطرِ احباب بھی زنداں ہوجائے

کاش وہ ٹوٹ ہی جائے جو نہیں کھل سکتا
آپ کا بندِ قبا آپ کا پیماں ہوجائے

ہوں وہ ناکام اگر پیار سے بھی تم دیکھو
تکیۂ لطف مجھے دشنۂ مژگاں ہوجائے

زندگی میں نہیں محسوب نہ کچھ شاملِ مرگ
ہائے وہ وقت کہ صرفِ غمِ ہجراں ہوجائے

سر سے اب تک ہوں تمنا جو کوئی حرفِ خوشی
دلمیں اپنے کبھی آجائے تو ارماں ہوجائے

صورتِ ہوش اُڑا دے وہ نگاہِ بیباک
پردۂ بادہ میں گو نشہ بھی پنہاں ہوجائے

قتل ہونا مجھے ہنگامۂ عشرت ہے **وفا**

سحر عید ہو وہ تیغ جو عریاں ہو جائے

کیا کہوں اب نخلِ دل کی بھی یہ صورت ہو گئی
پھوٹی جو شاخِ تمنا بڑھ کے حسرت ہو گئی

سادگی شوق سے میری یہ حالت ہو گئی
وصل میں اُن کی حیا مجھکو مروت ہو گئی

آ گئی بس آ گئی ٹلتی نہیں آئی ہوئی
کیا شبِ فرقت کوئی میری طبیعت ہو گئی

تو ہے وہ برہم زنِ بزمِ دل اے افسردگی
آرزو پہلے ترے آنے سے رخصت ہو گئی

لائے تجھکو راہ پر آخر ہم اے پردہ نشیں
رفتہ رفتہ شرم بھی طرزِ شرارت ہو گئی

ہم بھی ہیں مجبور اب تم پر جو پیار آنے لگا
تم بھی ہونا چار جب تم سے محبت ہو گئی

اُس پریوش کا تصور آہوِ رمدیدہ ہے
وہ تو کیا اب اُسکے سایہ کو بھی وحشت ہو گئی

اک حدیثِ آرزو اور راہزن انبوہِ یاس
لب تک آنے بھی نہ پائی تھی کہ رخصت ہو گئی

عشق اور سو سو طرح کی چھیڑ کیوں بگڑے نہ کام
بات چپ رہنے کی تھی بڑھ کر شکایت ہو گئی

پھر اک آشوبِ دل و جاں کا خیال آیا مجھے
بیکسی کو یاد پھر اگلی مصیبت ہو گئی

پھر ہے نیرنگِ نظر آئینہ تصویرِ دہشت
پھر وہی چشمِ تمنا محوِ حیرت ہو گئی

پھر تصور میں تجلی کا اثر پیدا ہوا
دیکھنا پھر کسقدر آنکھوں کو راحت ہو گئی

زلفِ خوباں کیطرح پھر کھلگیا دامِ ہوس
قید کو مژدہ کہ آزادی سے فرصت ہو گئی

زندگی اپنی سراسر غم کا ہے اک سلسلہ
انتہا محنت نہ ہو ٹھیری وہ محنت ہو گئی

اے وفا اب چارہ فرما تنگ آ کر کیا کریں
زہر نوشی کی مجھے کمبخت عادت ہو گئی

مجمعِ اہلِ مصیبت میں بیاں رہتا ہے
مٹنے والوں کا بھی نام و نشاں رہتا ہے

کونسی چال ہے جو تم سے خطا ہوتی ہے
کونسا بھید ہے جو تم سے نہاں رہتا ہے

غمزہ غماز! نگہ شوخ! طبیعت بیباک!
جو لگاوٹ کا ہے پہلو وہ کہاں رہتا ہے

ہمدم اس کشمکشِ روح سے کیونکر چھوٹوں
یہ وہ دشنہ ہے کہ تا مرگ رواں رہتا ہے

یادگارِ دلِ افسردہ سویدا ہو نہ کیوں
شمع بجھتی ہے تو کچھ دیر دھواں رہتا ہے

قابلِ داد ہے اپنی بھی متاع کا سودا
مفت دل لیتے ہیں پھر انکو زیاں رہتا ہے

صورتِ آتشِ خاموش نہ پہنچائے کہیں
دل میں کچھ حوصلہ ضبطِ فغاں رہتا ہے

گو **وفا** عشق سے تائب ہو مگر ہاں ابتک
کچھ نہیں ہے تو دعا گوئے بتاں رہتا ہے

بھولونگا میں جنوں کی نہ احساں کیئے ہوئے
گھر سیکڑوں دکھائے ہیں ویراں کیئے ہوئے

ہمکو بھی اپنے سامنے تم رکھ کے بیٹھنا
ہم بھی ہیں مثلِ آئنہ حیراں کیئے ہوئے

میں سجدہ گاہِ شوخیٔ چشمِ غزال ہوں
بیٹھا ہوں یادِ دیدۂ جاناں کیئے ہوئے

ڈرتا ہوں بے تمیزیٔ دستِ جنوں سے پھر
دامن کو جیب جیب کو داماں کیئے ہوئے

دیکھوں تو آپ بزم سے کیونکر اٹھائینگے
بیٹھا ہوں میں بھی حشر کا ساماں کیئے ہوئے

ہاں اے ادائے شرم ذرا کھل کہ ہم ہیں پھر
مشتاق یک تبسمِ پنہاں کیئے ہوئے

رخصت ہوا ہے کونسا غربت نصیب آج
صبحِ وطن ہے چاکِ گریباں کیئے ہوئے

کیونکر وہ آنکھ دیکھ سکے خار خارِ غم
جو ہے نظارۂ گل و ریحاں کیئے ہوئے

پھر دوڑتا ہے دل کی طرف اک ہجومِ یاس
مجموعۂ امید پریشاں کیئے ہوئے

پھر آرہا ہے خانۂ راحت میں سیلِ عشق
صد خانمانِ عیش بیاباں کیئے ہوئے

دشمن کی چشمِ بد کا **وفا** تم کو ڈر نہیں
پھرتے ہو زخمِ دل کو نمایاں کیئے ہوئے

پیار کھلتا ہے حیا سے تیری
لطف بڑھتا ہے جفا سے تیری

دل سے جلتا ہوں کہ کچھ ملتا ہے
گرہ بندِ قبا سے تیری

محفلِ اہلِ وفا سرد ہوئی
گرمیٔ بزم جفا سے تیری

تو گرفتار ہوں خوش ہوتا ہوں
رنجشِ لطف نما سے تیری

اسقدر شرم نکر پردہ نشیں!	پردہ رسوا ہے حیا سے تیری

جا نکلنی ہو گئی پیماں شکنی
ہم تجھے امید وفا سے تیری

کیا کیا مری بغل میں انھیں پیچ و تاب ہے	فرقت سے بڑھکے وصل کی حالت خراب ہے
چھپنے سے تیرے اور بھی انداز کھل گیا	طرز حیا یہ کہتی ہے تو بے حجاب ہے
میرے گناہ اُس کے کرم سے یہ کہتے ہیں	تیرا حساب ہے نہ ہمارا حساب ہے
پھر دلکو بندھ گئی ہے ہوائے نگاہ مست	پرواز شوق جنبش موج شراب ہے
ہاں فتنہ ہے وہ قہر کا تھم تھم کے جو اٹھا	ہاں آنکھ وہ غضب کی ہے جو نیمخواب ہے
بے کھٹکے ایک راہ پہ جاتا ہے پیک عمر	کوئی نہ رہنما نہ کوئی ہمرکاب ہے
آئے نظر بہار کے پردہ میں لاکھ رنگ	کیونکر کہیں کہ حسن کو ہمسے حجاب ہے
سو داغ جائے نقطہ دیئے یادداشت کو	کیا دل بھی اے فلک ورق انتخاب ہے
خلوتگہ وصال میں بے پردگی تو دیکھ	کہتا ہے شوق آئینے سے بھی حجاب ہے
وہ عارض نگار پہ خط کی نمائشیں	یہ جانیئے کہ موسم گل کا شباب ہے
آخر تو میرے واسطے ہیں تیرے واسطے	اے مرگ روز وعدہ یہ کیا اضطراب ہے
باقی نہیں ہے کچھ دل خانہ خراب میں	اور ہے تو شکوہ ستم بیحساب ہے
آئینہ دیکھ! مجھسے مقابل طلب نہ کر!	تو لاجواب آپ ہی اپنا جواب ہے

کیا وعدۂ اجل سے ہو تسکین اے وفا!
جس کا تجھے خیال ہے وہ ایک خواب ہے

روز اول غم کو لیکر میں نے پوچھا اور ہے	میری قسمت بول اٹھی [illegible] تمنا اور ہے
کہتی ہیں ہر ہر ادا پر اُسکی بزم آرائیاں	یہ تماشا اور ہے اور وہ تماشا اور ہے
گو ادب سے مان لوں ہے پاک جنت کی شراب	پھر کہونگا میں کہ یہ سرجوش صہبا اور ہے

واہ ری صورت گری نقاش کچھ کہتا نہیں — نقش اک اک بول اٹھتا ہے یہ نقشا اور ہے

ہائے نیرنگِ تمناے مرتے تک مجھے — انتظارِ یک نگاہِ مہر افزا اور ہے

دل ہوا صرفِ وفا ہمت ہوئی تاراجِ غم — چھٹ چکا ہوں سب اجل کا اک تقاضا اور ہے

تلملاتی ہیں نگاہیں پیشِ نورِ آفتاب — دیکھکر جسکو کھلیں آنکھیں وہ جلوا اور ہے

اے وفا یہ دل کہاں سوز و گدازِ دل کہاں
ذوقِ دنیا اور ہے آرامِ عقبا اور ہے

چرخ بیمہر بھی اک تیرے سوا اور سہی — تجھسا طالِ دشمنِ اربابِ وفا اور سہی

سوے دشمن نگہِ شوخ ادا اور سہی — تجھسا غارتگرِ ناموسِ حیا اور سہی

پڑگئے رشتۂ امید میں جب سو عقدے — اُن میں اک دو گرہِ بندِ قبا اور سہی

دل ہے آئینہ تو ہیں عکس فگن بھی لاکھوں — تم نہیں تمسا بتِ ہوش ربا اور سہی

خواہش وصل میں دل بھی ہے جگر تک صد چاک — غنچہ تیرے لئے آغوش کشا اور سہی

تم یہ کیوں سمجھو کہ ہم دیکھ کے پھر دیکھتے ہیں — بھولکر اک نگہِ مہر فزا اور سہی

بندھ کے ٹوٹا ہے طلسمِ دلِ عاشق سو بار — ایسا ہی آپ کا پیمانِ وفا اور سہی

عشق اگر خانہ خرابی کیلئے کچھ کم ہے — اے فلک سر پہ مرے تازہ بلا اور سہی

جسطرح سرمہ ہے آنکھوں میں مروت بھی ہو
جسطرح غیر ہے نظروں میں وفا اور سہی

جان و تن کہتے ہیں کسکو جان و تن میں کون ہے — ظاہر و باطن میں تو ہے ما و من میں کون ہے

سر نہ نازاں ہو کہ چشمِ سحر فن میں کون ہے — پلکیں کہتی ہیں کہ ہمسا بانکپن میں کون ہے

میں ہی اک غم دوست تھا اب میں ہی ہوں غربت نصیب — درد دل لکھوں کسے میرا وطن میں کون ہے

کیا کہوں کس سے کہوں میں یہ کہ نغمہ کیطرح — کون ہے پردہ کے اندر انجمن میں کون ہے

لاش بھی گم ہو گئی تھا میں بھی کیا ننگِ وجود — بے نشانی کہہ رہی ہے اب کفن میں کون ہے

اے خرابی مژدہ ہو تجھکو کہ جاتے بوئے گل
میں ہوں مژگانِ شکستہ ورنہ یاں میرے سوا
اُس نگاہِ شوخ کی پہچان یہ ہے دیکھنا
ہر جگہ ریشہ دوانی کی ہے تیرے رنگ نے
دیکھنا اے عشق بس تیشہ نہ چھوٹے ہاتھ سے
دیکھ اعجازِ ہم آغوشی کہ اب میں ہی نہیں

خاک اڑتی ہے چمن میں اب چمن میں کون ہے
یوں ٹپکتا دیدۂ چرخِ کہن میں کون ہے
پیشتر وہ سب سے غزالانِ ختن میں کون ہے
سنبل و گل لالہ و سرو و سمن میں کون ہے
واسطہ بیستوں اسکے مرگ کو ہے کوہکن میں کون ہے
تو ہے میرے پیرہن میں پیرہن میں کون ہے

اے وفا اک میں ہوں بس اور ماتم صد آرزو
روؤنگا تنہا مرے بیت الحزن میں کون ہے

خوابِ عدم ہے اور وہی نقشے وصال کے
بیخ ہے یہ نہیں قدم و لغزشِ قدم
چپ رہنے ہی سے کھاتی ہے یہ بات ابخدا
اب یاس نے بجھا دیئے صد داغِ آرزو
الصاف بیبتِ حشر کو بیچا ہے آسماں
آئینہ تجھکو دیکھ کے نادم ہے کسقدر
رنگِ حنا ہے اُسکے کفِ پا سے آشکار

پھندے میں ہوں ابھی پسِ دامِ خیال کے
قربان موجِ تھے تری مستانہ چال کے
ہیں داد خواہ اپنے لبِ بے سوال کے
یہ بھی چراغ تھے تری بزمِ خیال کے
صدقے ہیں اک ہمارے دلِ پائمال کے
جو ہر بھی قطرے ہیں عرقِ انفعال کے
پا لیتی ہے بہار قدم نونہال کے

اُس شوخِ نازنیں کی کمر اور وفا کا دل
مضموں ہیں دونوں یہ کسی نازک خیال کے

اک دھوم تھی مصیبتِ روزِ حساب کی
اٹھتے ہی دل میں جوشِ ہوسِ خون بنگیا
واعظ نے اتنا حرمتِ مے کا بیاں کیا
یوں دل میں آکے بیٹھی کہ گویا یہیں یہ تھی

تعبیر نکلی وہ مرے آشفتہ خواب کی
دریا کے ساتھ نکلی ہستی حباب کی
آخر کو منہ سے آ نکلی بو شراب کی
شوخی تو دیکھنا نگہِ بے حجاب کی

تم جسقدر بگڑتے ہو اُتنے نکھرتے ہو / بنتی نہیں بناتے ہو صورت عتاب کی

شہرہ ہے برق طور کا موسیٰ کے نام سے / ورنہ یہ ہو رہی ہے نمود آفتاب کی

کیا کر رہا ہے جلوۂ پنہاں کی تاک جھانک / تقدیر کھل گئی ہے تمہارے نقاب کی

ڈرنے کی بات کیا جو قیامت سے ہم ڈریں / ہے وہ بھی اک ادائے دلِ خانہ خراب کی

کیوں آئنہ کو خاک میں ملواتے ہو / تصویر یہ بھی ہے مری چشمِ پر آب کی

آیا ہوں میں عدم سے عدم کی تلاش ہے / اٹھا ہوں خواب سے ابھی حسرت ہے خواب کی

میرا غبار ہو پہنچے نہ کیوں پائے عرش تک
میں اے وفا ہوں خاکِ درِ بوتراب کی

تیرہ بختی مری اس رنگ سے چھائی ہوگی / صبحِ محشر بھی مجھے شامِ جدائی ہوگی

گریۂ شمع سے اب بزم میں کیا ہوتا ہے / کون روکیگا جو پروانہ کی آئی ہوگی

خانۂ آئنہ ویراں نہیں ہوتا دیکھو! / اس سے بڑھکر کہیں کیا گھر کی صفائی ہوگی

خونِ عشاق کی سرخی سے وہ کب جلتے تھے / تو نے اے رنگِ حنا آگ لگائی ہوگی

موت یوں اٹھیگی تو نے جسے دیکھا ہوگا / آنکھ اُدھر ہی نہ جدھر آنکھ اٹھائی ہوگی

جان اور غیر کی تصویر میں یوں پڑ جائے / اپنے سینہ سے مگر تم نے لگائی ہوگی

رشتۂ نکہتِ گل پاؤں میں اب الجھا ہے / کسطرح دیکھئے بلبل کی رہائی ہوگی

اوسکے بیمار کے گھر ہے یہ ہجومِ حسرت / اے اجل تیری بھی مشکل سے رسائی ہوگی

ضبط کرنا ہی پڑیگا غمِ الفت مجھ کو / داغِ دل کی یہی کر چشم نمائی ہوگی

جانتا ہوں تری تصویر کے لیجاتے تھے / درِ فردوس پہ رضواں سے لڑائی ہوگی

دستِ وحشت! تو سمجھ چاک کو آغوشِ وداع / دیکھ دامن کی گریباں سے جدائی ہوگی

بھاگنے سے ترے محروم رہا کرتا ہوں / سوزنِ ورد نے بھی تجھ سے آنکھ چرائی ہوگی

حسرتِ ذوقِ خلش ہے مجھے یا رب کس نے / خارِ صحرا پہ فدا آبلہ پائی ہوگی

اپنے در سے نہ اٹھائیں مجھے گردوں یا رب
ماہِ نو کی تو گرہ کھول نہیں سکتا ہے

سہہ رہیگا تو یہی ناصیہ سائی ہوگی
چرخ سے خاک مری شعلہ فشانی ہوگی

ہم بھی ناچار وفا ہونگے بتنگیہ اک دن
گرز جد کی یہی آغوش کشائی ہوگی

عاشق شب وصال میں آئینہ دار ہے
لو ہے [illegible] پھر بھی تو [illegible] ہے

ہے انجمن [illegible] ساغر سے چشم یار ہے
ہو شمع [illegible] ہے

اس بیکسی کی واسطے کچھ تو اے خدا
تقدیر دل سے شکوۂ [illegible] ہے

ہے دل کی تاک نشۂ صہبا کے پردہ میں
غفلت پکار تو ہے [illegible] ہے

مثل نگاہ وہ ادھر آیا ادھر گیا
آنکھوں میں ہے بہار کی [illegible] ہے

افسردگی کو جان دیا ہے شگفتگی
رنگ شکستہ بھی تو تبسم بہار ہے

وصل عدو پہ سر نہ جھکا پیار آگیا
جھوٹی قسم [illegible] مجھے اب اعتبار ہے

الجھا ہوا ہے دام تمنائے صید میں
صیاد جسکو کہتے ہیں وہ بھی شکار ہے

دب دب کر اور دل کا برا حال ہو گیا
جب یہ بندھا خیال نہ تو ہم کنار ہے

اس جوش گریہ میں بھی نہ مجھکو ڈبو سکی
بس دیکھنے ہی کی قطرۂ اشکبار ہے

جوش نگہ کا نام رکھا ہے نقاب حسن
اہل نظر کا آپ ہی تو پردہ دار ہے

طوفان مے میں بہتے ہوئے پھر رہے ہیں جام
ساقی کو آج بزم میں کیا اختیار ہے

ایسی فراخ چشمی وحشت کے سر پہ خاک
عالم مری نگاہ میں مشت غبار ہے

آغوش میں ٹھہر نہیں سکتے شب وصال
وہ بیقرار ہیں جو مجھے کچھ قرار ہے

اس رتبہ پر بھی مجھسے کدورت کا ہے گماں
سمجھے ہوئے ہیں خاک میں اسکی غبار ہے

کیا میری خاک فتنۂ محشر اٹھائے گا
عنقا کا نقش پا ہو نشان مزار ہے

آئی ہے گھر میں شام الم نذر کیا کروں
ہاں میرے پاس [illegible] ہے

بے نور ہو گیا ہے شبستانِ آرزو
مدت سے دل چراغِ رہِ کوئے یار ہے

اے تیری شان یوں ہمیں مجبور کر دیا
دل ہے ہمارا اور اُنھیں اختیار ہے

جینے کی قدر مرنے کا غم اُس سے پوچھئے
دم بھر کی زندگی کا جو امیدوار ہے

خوابِ عدم سرور سے خالی نتھا وفا
ہستی ہے جسکا نام اِسی کا خمار ہے

اٹھو آ جائے یہ حالت دلِ بیمار کی ہے
موت بہکائی ہوئی چرخِ جفاکار کی ہے

یوں رگِ تاک میں کیا دوڑتی پھرتی صہبا
یہ بھی مستانہ ادا اک تری رفتار کی ہے

مہرباں بھی ہو تو مدت میں مزہ بدلیگا
میں ستمکش مجھے لذت ابھی آزار کی ہے

کون اٹھائے سرِ شوریدہ کی لاکھوں چوٹیں
ہمنشیں سچ ہے یہ چھاتی اسی دیوار کی ہے

دیکھ آئینہ سے رسوا نہوا ی پردہ نشیں!
تجھکو سوگند مری حسرتِ دیدار کی ہے

پگھلا جاتا ہے یہاں حوصلۂ ہم سخنی
کیا ہی تاثیر تری گرمیِ گفتار کی ہے

غفلتِ مرگ سے ہر بار جو چونک اٹھتا ہوں
جستجو خواب میں بھی دولتِ بیدار کی ہے

ایکے جھٹکے میں نہ صیاد کہیں دم نکلے
سانس ٹوٹی ہوئی کچھ مرغِ گرفتار کی ہے

بزم میں نشہ بھی صہبا سے اڑا رکھا ہے
گرمیِ دست درازیِ نگہِ یار کی ہے

سخت جانی مری آخر کو بنی سنگِ فساں
دشنہ سے تیز زباں اب مرے غمخوار کی ہے

کیوں دمِ قتل نہ چھالے مرے دل کے پھوٹیں
جوہرِ تیغ میں لذت خلشِ خار کی ہے

تیری کوتاہیِ مژگاں کو نہ کیونکر رووں
کچھ بھی تسکیں جگرِ تشنۂ آزار کی ہے

اپنی ہے فصلِ بہاری کی یہ وحشت خیزی
خندۂ گل میں نوا مرغِ گرفتار کی ہے

صرف ہو جاتی ہے وہ آنکھیں ہی کھلتے کھلتے
برق جلتی مجھے فرصت تری دیدار کی ہے

خوں رگِ جوہرِ آئینہ سے بھی ٹپکے گا
گرمیِ کاوشِ بیجا مژۂ یار کی ہے

مستیِ حسن اُسے رکھتی ہے تو غفلت میں
شوخیاں کہتی ہیں یہ آنکھ تو ہشیار کی ہے

اس تغافل پہ فلک تیرا برا کیا چاہوں
اک ادا تجھمیں یہ خوبانِ دل آزار کی ہے

دیکھکر اہلِ قیامت کو بھی جی سرد ہوا
یاں بھی گرمی وہی ہنگامۂ اغیار کی ہے

مے کو واعظ نہ برا کہہ ترے سر پہ نہ چڑھے
منہ لگائی ہوئی یہ اک بتِ میخوار کی ہے

اسکی اس پستیِ ہمت پہ وفا خاک پڑے
میرے مٹنے میں خوشی چرخِ ستمگار کی ہے

دیکھی ہے شکل وہ جو دکھائی ہوئی سی ہے
ابھری ہے پھر وہ چوٹ جو کھائی ہوئی سی ہے

اسکی جفا میں آتی ہے پھر بوئے التفات
کچھ پہلوئے امید میں آئی ہوئی سی ہے

وہ شکل زندگی جسے امید کہتے تھے
یوں شکل ہے کہ تیری مٹائی ہوئی سی ہے

ظالم بتا ہم اپنی طبیعت کو کیا کریں
آئی نہیں ابھی مگر آئی ہوئی سی ہے

روداد عشق داورِ محشر سے کیا کہوں
یہ داستاں کسی کو سنائی ہوئی سی ہے

کیا جانِ دردمند گئی جان آ گئی
جو چیز گم ہوئی ہے وہ پائی ہوئی سی ہے

ہیں اور وصلِ یار کی تدبیر اے وفا
بنتی نہیں کہ بات بنائی ہوئی سی ہے

کسطرح عہدِ محبت پہ یقیں لائے کوئی
جب مرے لوٹتے ہو .. کھلائے کوئی

گردشِ طالعِ ناساز ہو یا دورِ فلک
چلتے پھرتے اسے یاں تک تو ذرا لائے کوئی

کوئی کچھ میں ہی نہیں غیر بھی ہو سکتا ہے
کوستے ہو تو یہ کہتے ہو کہ مٹ جائے کوئی

جسطرح اُس تنِ نازک پہ قبا چست آئی
کاش یوں حلقۂ آغوش میں آجائے کوئی

واہ کیا پردہ کیا جلوۂ پنہاں تو نے
رکھ لیا سامنے آئینۂ امکاں تو نے

غیر بھی شورشِ محبت کے مزے لیتا ہے
[illegible] تو نے

واہ اے وسعتِ جنوں خوب بنا رکھا ہے
جیب کو جیب گریباں کو گریباں تو نے

[illegible] آکے دکھا دو [illegible]
[illegible] اگر غمزۂ پنہاں تو نے

شوق وہ رنجِ طلب - ریشہ دواں ہے اتنک
تو وہ بے رحم کہ کاٹی ہے رگِ جاں تو نے

جو عدم سے بھی پرے کھینچ دو بلائیں دیکھیں
سرمۂ آنکھوں میں دیا کیا شبِ ہجراں تو نے

ہم چھپاتے نکلتے ہیں پردۂ شرمِ گناہ سے
کیا آنکھ لڑ گئی کرمِ عذر خواہ سے

حیرت نگاہ بن گئی جذبِ نگاہ سے
پیدا ہوئی ہے آنکھ تری جلوہ گاہ سے

سرگرمئ تلاش نے کیا پر لگا دیئے
اڑتا ہے ذرہ ذرہ تری گرد راہ سے

تاثیرِ ازل تو دیکھئے گویا چھلک گیا
ساغر بھرا ہوا ئے ذوقِ نگاہ سے

خوابِ عدم کے دیکھنے والے ہیں کیوں خموش
تعبیر پوچھ لیں مرے بختِ سیاہ سے

آیا ہے بحرِ ناز میں طوفانِ دلبری
کیا موجِ حسن اٹھی ہے طرفِ کلاہ سے

بیم و امید کی ہے یہ صورت کہ ہل گیا
گویا لبِ خموش لبِ داد خواہ سے

حیرت نے امتیاز کے پردے اٹھا دیئے
فرصت طلب ہوں شوخئ برقِ نگاہ سے

عجزِ گدا کی ہمتِ عالی کو دیکھنا
لپٹا ہے بازوئے کرمِ بادشاہ سے

رشکِ نصیبِ غیر سے روتا ہوں ملے ملے
احباب خوش نہیں مرے حالِ تباہ سے

ہم بھی گئے تھے حضرتِ موسیٰ کے ساتھ ساتھ
آنکھیں بہت سی لائے تری جلوہ گاہ سے

خورشیدِ حشر صورتِ زنگارِ آئینہ
ملکر چھپا ہوا مرے روزِ سیاہ سے

الفاظ خونچکاں ہیں مضامیں جگر خراش
اے ہمصفیر دادِ سخن آہ آہ سے

دستِ فنا میں اک ورقِ سادہ ہوں وفا
آیا نہ مجھ پہ حرفِ سپید و سیاہ سے

دل میں رکھ کر چھپا کرے کوئی
آنکھ بنکر حیا کرے کوئی

ہم نے مانا وفا کرے کوئی
چارۂ یاس کیا کرے کوئی

اسکی شوخی پکارے کہتی ہے
کھل گئے ہم چھپا کرے کوئی

تری محفل سے فتنہ گر کب تک
درد بن کر اٹھا کرے کوئی

ناز ہے اپنی بے نیازی پر — وقفِ محنت رہا کرے کوئی
صبرِ ایوبؑ سے غرض کس کو — شکرِ نعمت ادا کرے کوئی
رشکِ دشمن بھی ہے عزیز مجھے — تیری باتیں کیا کرے کوئی
دونوں عالم کو کیا کروں لیکر — قیمتِ دل ادا کرے کوئی
تو بگاڑے تو پھر بنائے کون — تو جو روٹھے تو کیا کرے کوئی
جرأتِ ناز تاب فرسا ہے — کیا کہے اور کیا کرے کوئی
سرِ محشر بھی یہ تقاضا ہے — ہاں ہمارا گلا کرے کوئی
ہائے کس دل سے کہدیا اُس نے — غیر بنکر ملا کرے کوئی
دولتِ حسن و عشق بڑھتی جائے — آپ کو یوں دعا کرے کوئی
کاش وہ انتظارِ مرگ سہی — درد ہو کر دوا کرے کوئی
اپنے آئینہ سے مکدر ہو — خاک تم پر مٹا کرے کوئی
دل ہوا ذوقِ درد سے خالی — اب نمکداں بھرا کرے کوئی
زخمِ محبت بھی چِر اُسنے لگا — نمک افشاں ہوا کرے کوئی

اب بے وفا لعبدِ میرزا غالب
ہاں غزل یوں لکھا کرے کوئی

لن ترانی کا مزا جاتا ہے — آپ آئینہ بنا جاتا ہے
غیر بھی دوست ہوا جاتا ہے — بیکسی لطفِ وفا جاتا ہے
بے نیازی کا نتیجہ یہ ہے — ناز سے ناز کھنچا جاتا ہے
میں ہوں اُس وادیٔ حسرت میں جہاں — قافلہ رو بقضا جاتا ہے
بید لیہائے مصیبت ہے ہے — حشر بالیں سے اٹھا جاتا ہے
دل کو پوچھا تو گرا کر پوچھا — کیا کوئی غش ہے کہ آجاتا ہے

یاس سے پاؤں تھکا ہے آخر / ہاتھ دامن سے کھنچا جاتا ہے

سادہ وضعی کی ہے یہ پرکاری / سرمہ نظروں سے گرا جاتا ہے

بے حجابی ہے غضب کا پردہ / جتنا کھلتا ہے چھپا جاتا ہے

کتنی دلکش ہے تباہی اُسکی / جو بگڑنے سے بنا جاتا ہے

صبر کو سمجھے ہو راحت طلبی / شکر اک شکوہ ہوا جاتا ہے

موت کے بعد ہیں لاکھوں غم و عذاب / کیا یہ اندوہ وفا جاتا ہے

وحشت بیکسیِ شوق نہ پوچھ! / نقش پا آگے بڑھا جاتا ہے

گردشِ بخت ہی کچھ کام آئے / گھر تو برباد ہوا جاتا ہے

اے **وفا** شرحِ قلق کیا لکھیے / رنگِ مضموں بھی اُڑا جاتا ہے

یہ دکھا جاؤ کہ نیرنگیِ قیامت کیا ہے / یہ بتا جاؤ کہ منھ چھپانے کی صورت کیا ہے

بیدلیہائے تمنا یہ مصیبت کیا ہے / لبِ خاموش کے پردہ میں شکایت کیا ہے

جان و دل اک نگہِ ناز کی قیمت کیا ہے / کیوں لٹے جاتے ہو ایسی بھی مروت کیا ہے

ہائے پھر شوخیِ مضموں اشارت کیا ہے / غمزہ کہتا ہے مری طرزِ عبارت کیا ہے

دام پھیلائے ہیں پھر کسکی ادا آرائی نے / حسن در پردہ کو اس قید پہ فرصت کیا ہے

پھر عدم نقطۂ پرکار سویدا ٹھیرا / مجھکو منظور پھر اے گردشِ قسمت کیا ہے

پھر مجھے شکوۂ کوتاہیِ مژگاں کیوں ہے / پھر دلِ تشنۂ آزار کی حالت کیا ہے

پھر بتا دے مجھے اے کشمکشِ رسوائی / اڑتی بھڑتی ہوئی محشر سے طبیعت کیا ہے

بجتے ہیں سادگیِ شوقِ فنا کے نقشے / آرزو پوچھ گئی رنگِ طبیعت کیا ہے

پھر بنانے سے بگڑتی ہوئی صورت کیسی / پھر نکلنے سے کھٹکتی ہوئی حسرت کیا ہے

ہائے پھر کشمکشِ مرگ یہ جی دھڑکنے لگا / جاں کنی پوچھتی ہے مجھ سے کہ راحت کیا ہے

خواری عشق کو پھر خاک اڑانی ہوگی	گر رہا منتظر [illegible] ستم وہ کہتے ہیں کہ ورنہ کیا ہے
دہن زخم میں پانی سا بھر آتا ہے	تنگ اشتانی انتظار کی لذت کیا ہے
انتخاب دل مایوس ہے امید فزا	صاد کے پردہ میں پھر چشم عنایت کیا ہے
دامن برق میں کیا خوب لگائی ہے گرہ	شوخی ناز کے پہلو میں نزاکت کیا ہے
کھنچ گیا سایہ بھی مثل الف آزادی	تیر سے قالب میں ترا جلوۂ قامت کیا ہے
آؤ اپنے سے تجاہل ہے تماشہ دیکھو	آپ آئینہ سے کہتا ہے یہ حیرت کیا ہے
رہ گیا جوش تکلم بھی تبسم بن کر	کھینچنا عذر نزاکت میں نزاکت کیا ہے
بات کا منہ سے نکلنا ہے نشان کثرت	ایسے [illegible] یہ جلوۂ وحدت کیا ہے
لاگ آپس کی ہے اس لاگ پہ ہم مرتے ہیں	دشمنی کہتی ہے جو ہیں ہوں محبت کیا ہے
وہ اگر سامنے آجائیں تو آنکھیں کھل جائیں	پردے اٹھ جائیں تو پھر پردۂ غفلت کیا ہے
شوق تصویر دو عالم کیلئے حاضر ہے	بخت بد آئنہ خواری محنت کیا ہے
موج کیا چیز ہے گرداب میں کیا رکھا ہے	وہم کثرت کے سوا معنی کثرت کیا ہے
تیرہ بختی تجھے سوگند ہے ناکامی کی	تو بھی تو دیکھ کہ یہ حسن طبیعت کیا ہے

اے وفا آپ ہی ہیں اپنے سخن میں گم ہوں
ملے جو غیر کی تحسین سے وہ لذت کیا ہے

جوش نظارہ ہے اور پرتو یکتائی ہے	تیری تصویر بھی اک چشم تماشائی ہے
اسطرف عکس ادھر آپ کی رعنائی ہے	آئنہ تختۂ مشق ستم آرائی ہے
جوش ہنگامۂ طوفان قیامت معلوم	دل افسردہ کو خون رگ تنہائی ہے
جسقدر چھپتے ہو اتنے ہی کھلے جاتے ہو	پردۂ شرم بھی اک محشر رسوائی ہے
بیقراری نے کہاں گرم کیا ہے بستر	پہلوئے سر قیامت میں جگہ پائی ہے
بانکی ادا اس انداز سے چٹکی لینی	ہائے یہ بھی اسی کافر کی ادا آرائی ہے

دیکھتے دیکھتے مٹ جاتے ہیں مٹنے والے
اس سے کیا کام وہ رشک مہ و انجم ہی سہی
ہیچ دشواری آوازۂ محشر کیوں ہو
آرزو کہتے ہیں کسکو یہ دکھاؤ دل اچھا
فتنۂ سادگی حسن قیامت ہوگا
اے اجل اور ذرا آنکھ لگی رہنے دے
اے ترا نقش قدم مردمک چشم قبول
اس بہانے سے تو مہر کو پہچان لیا
حسن پرکار نے کچھ رنگ ملایا ہوگا
دل میں کچھ عشق نے طوفان اٹھایا ہوگا
اے وفا اب نہ سخن ہے نہ سخن کی عزت

حسن خود بیں نے تجلی کی قسم کھائی ہے
میں ہوں اور جلوۂ داغ شکیبائی ہے
ہم سمجھ لینگے کوئی چوٹ ابھر آئی ہے
در غربت نے بھی مشکل سے جگہ پائی ہے
کیا الٰہی کہ گردش دامان خود آرائی ہے
جگمگایا ہے چراغ شب تنہائی ہے
اے تری خاک قدم سرمۂ بینائی ہے
مرحبا تو یہ تب شوق جبیں سائی ہے
نقش آئینہ میں کچھ جلوۂ رعنائی ہے
موج گرداب کبھی دعوۂ پیدائی ہے
نہ چمن ہے نہ مذاق چمن آرائی ہے

شعر کہتے ہیں سنے لینے کی فرصت کس کو
ناظم شیفتہ و مومن و صہبائی ہے

بتا اے یاس تو کیا ہے تری ہمت کہاں تک ہے
اثر اس تلخکامی کا رگ ذوق بیاں تک ہے
ذرا دل سے تو پوچھو شوق رسوائی کہاں تک ہے
ضرورت مجھکو ربط غیر کی اے وائے مجبوری
ذرا بیٹھے رہو دشمن کی باتوں میں نہ آ جانا
اٹھیں طوفان دریائے فنا میں کیا غرض مجھکو
نہ پوچھو مجھسے میں نے غیر کو بھی ہمزباں پایا
چلا ہے ہر نفس اک تازہ انبوہ فغاں لیکر

کہ پرواز پر امید مرگ نا گہاں تک ہے
جسے دل میں چھپایا تھا وہی کل تک زباں تک ہے
تمھاری پارسائی بھی تمھارے پاسباں تک ہے
شکایت کا مزہ کمبخت عشق بدگماں تک ہے
ہماری سخت جانی بھی فریب امتحاں تک ہے
یہ جوش گرمی خوں آپ کی تیغ رواں تک ہے
تمھیں دیکھو تمھاری شوخی بیجا کہاں تک ہے
قیامت پہ قیامت کارواں کارواں تک ہے

وہ باہر گھر سے عرض جلوہ نے پھندے لگائے ہیں
یہ بے پروا خرامی آپکی صحن مکاں تک ہے

چھری چلتی ہے دشنہ تیز ہے آزاد بیٹھے ہو
یہ شان بے نیازی غمزہائے جانستاں تک ہے

ابھی اک ذرۂ فیض ہوائے شوق باقی ہے
وہ شمع کشتہ ہوں جسکا دھواں ابھی آسماں تک ہے

طلسم انتظار شوق ہے خاکا تغافل کا
تغافل کا اثر بد مستیٔ چشم بتاں تک ہے

انھیں ذرّوں کو چھانے جاؤ آخر برق نکلیگی
اسی بے پردگی کا سلسلہ راز نہاں تک ہے

یہ مانا ہم نے آتشپارہ ہو شعلہ ہو بجلی ہو
پھر آخر کچھ تو ہو کہدو تمھیں فرصت کہاں تک ہے

کہاں وہ حسن سادہ اور کہاں وہ دست حنا آگیں
تکلف برطرف یہ میری چشم خونفشاں تک ہے

وفا کیا تمسے رنگ بیوفائی بھی نہیں جمتا
اگر ضد ہے تغافل کی تو مجھسے بیزباں تک ہے

کوئی اپنی زباں سے بلبل ہندوستاں ہوگا
مرے مضموں کا چرچا اے وفا اقلیم جاں تک ہے

پھر اہتمام طالع ناساز گار ہے
پھر امتحان گردش لیل و نہار ہے

پھر دلنشیں ہے شیوۂ رسوائی! آہ آہ
پھر ہائے ہائے روح رگ انتظار ہے

ضبط وفا کا پھر یہ تقاضا کہ ہاں خموش
لب پر ہے پھر یہ عذر کہ دل بیقرار ہے

ٹپکا رہی ہے رنگ جنوں پھر ہوائے شوق
موج غبار پھر رگ ابر بہار ہے

پھر نقش یاس بول اٹھا اے خوشا فریب
دست ہوس میں خامۂ جادو نگار ہے

سنلو! پکارے کہتی ہے پھر مستیٔ خیال
کہدو! نوید وعدۂ دیدار یار ہے

خاکستر خیال سے چمکے شرار شوق
پھر انتظار جنبش دامان یار ہے

پھر جوش خواب بخت سیہ کی پھبن ہیں ان
پھر میں ہوں اور فسانۂ شبہائے تار ہے

بیرنگیوں میں جلوۂ صد رنگ دیکھنا
خواب عدم بھی آئینۂ انتظار ہے

سب کچھ سہی وفا مگر اتنا بھی سوچ لو
عالم طلسم آئینۂ اعتبار ہے

جمعیت کو نہیں اغیار کو ارزانی
دل چھین لیا تو نے اے ذوقِ پریشانی

تمہیدِ اجل کیا تھی اک وضعِ تن آسانی
قسمت سے نکل آیا پہلوئے گرانجانی

فتراکِ دل و جاں ہے اک بندشِ پنہانی
کیوں بیچ میں پھرتا ہے اندازِ نگہبانی

امید کرم کچھ ہے در پئے آرائش
پھر عمر نے کھولی ہے دکانِ پشیمانی

تم چلتے نظر آئے اور ہم کو نظر آیا
اندیشے کے ہاتھوں میں آئینۂ حیرانی

کھل جاؤ تو ہم دیکھیں مل جاؤ تو ہم پوچھیں
پابندی و آزادی دشواری و آسانی

مانا کہ جلیل اچھے اچھوں سے ریاض اچھے
نقاش ہے لاثانی ہر نقش ہے لاثانی

لاہوت سے کب پہونچی ان کو سندِ قومی
جبریل سے کب پایا تمغائے زباندانی

ہے ہے روشِ سادہ واجب دیتِ مضموں
ایجاد کی گردن پر ہے خونِ غزلخوانی

کمبخت وفا تو نے کیا چھیڑ دیا قصہ
ہاں جہل ہے دانائی ہاں علم ہے نادانی

استاد امیر آؤ دیکھو ستم ایجا!
مٹتی ہے سخن فہمی لٹتی ہے زباندانی

ہم بھی تو ذرا دیکھیں پھر شرم کی دربانی
ہاں غمزۂ پنہانی اک پرسشِ پنہانی

فرصت کو ہے وہ فرصت آنکھوں میں کھٹکتی ہے
بربادی کی بربادی ویرانہ کی ویرانی

وحدت ہے وہی وحدت تم میری نہ سمجھو
نظارے کی رسوائی اور جلوے کی ارزانی

بگڑے تو بنا دینا اصلاحِ کرم کرنا
ہے آپ کی مٹھی میں اپنا خطِ پیشانی

تمکیں پہ نظر رکھنا شوخی کی خبر لینا
قدموں سے لپٹتی ہے جولانگہِ امکانی

کھل جائے درِ جنت اے جنتِ نظارہ
آنکھوں سے ہو گلچینی پردہ ہے گل افشانی

ہاں شیشۂ دل ٹوٹا ہمت سے نہیں ٹوٹا
ہے سنگِ حوادث بھی پھر غرضِ گرانجانی

اپنوں سے ہیں یہ باتیں گھر والوں سے یگانگی
پردوں میں ہے خود بینی آئینہ ہے زندانی

پھر چشمِ تماشائی محشر کا ہے گہوارہ
پھرتی ہے نگاہوں میں وہ گردشِ دامانی

مجرم ہوں سبک ہو کہ رحمت پہ گراں ہوں
بھاری ہے ترا لیہ اے داغ پشیمانی

دیکھ آئے وفا ہم بھی محنت کدۂ ہستی
امید کی تھی رخصت اور یاس کی مہمانی

پھر یہ پیمانِ جاں فزا کیا ہے
دل شکستوں کا آسرا کیا ہے

ہائے یہ نازِ جاں گسا کیوں ہے
وعدۂ جرأت آزما کیا ہے

حسنِ خوباں میں سادگی کیوں ہے
رنگ آمیزیِ ادا کیا ہے

کیوں لہو رنگ بن کے ٹپکا ہے
یہ رگِ موجۂ صبا کیا ہے

شرم شوخی سے ٹوٹی جاتی ہے
جائے تمکیں میں اب رہا کیا ہے

دو جہاں سے اُدھر ترا منظر
تجھکو چلمن سے دیکھنا کیا ہے

ہوں حریف آپ کے تغافل کا
میری فرصت کا پوچھنا کیا ہے

التفاتِ ستم پہ مرتا ہوں
شکوۂ محنت نارسا کیا ہے

ہاتھ پردہ سے کیوں نکلتے ہیں
جوششِ بدمستیِ حنا کیا ہے

مجھ سے نظمِ سخن کی فرمایش
میرے احباب کو ہوا کیا ہے

اے وفا کھل گیا جو کہنا تھا
کوئی کیا جانے میرزا کیا ہے

کرم والے ہو تم کہدو کرم ایسا بھی ہوتا ہے
ستم کے ساتھ ہی عذرِ ستم ایسا بھی ہوتا ہے

قبائے تنگ سے باہر ہوئے جاتے ہو جاتے ہو
کہاں جاتے ہو کیا اندازِ رم ایسا بھی ہوتا ہے

قیامت کیلئے کوئی نشاں بھی چھوڑتے جاتے
قدم کیساتھ ہی نقشِ قدم ایسا بھی ہوتا ہے

شکستِ ناز پیدا ہے ادائے کجکلاہی سے
تمھیں کہدو کہیں زلفوں میں خم ایسا بھی ہوتا ہے

نچوڑا برق کو گویا فشارِ سخت جانی نے
جگر میں آگ اور آنکھوں میں نم ایسا بھی ہوتا ہے

رگِ شوقِ شہادت قطع ہوتی ہے تصور سے
کمالِ تیزیِ تیغِ دو دم ایسا بھی ہوتا ہے

ہزاروں نقش دلمیں اور خالی رنگ ہستی سے
ستم اے سادگیہائے رقم ایسا بھی ہوتا ہے

تفرقۂ حیرت و اندوہ کا یکسو ہو جائے
ہاں نگہ جوہر آئینۂ زانو ہو جائے

وحشت انگیز اگر چشم پر یرو ہو جائے
فتنۂ حشر بھی گرد رم آہو ہو جائے

وسعت حوصلہ و تنگی فرصت ہے ہے
کاش دم لینے کی صورت کسی پہلو ہو جائے

دل افسردہ جو بھر آئے تو دریا بنجائے
جوش امید سمٹ جائے تو آنسو ہو جائے

ان اشاروں سے نزاکت کا بگڑتا کیا ہے
پردۂ حشر میں اک جنبش ابرو ہو جائے

گرم بازاری آوازۂ محشر کیا ہے
لب خاموش دکھا دوں تو ابھی ہو ہو جائے

اس سے مرتا ہوں کہ یہ لاگ لگاوٹ ہوگی
اس پہ جیتا ہوں کہ دشمن سے خفا تو ہو جائے

تجھسے پابند نزاکت کا الجھنا مشکل
مجھسا آزاد اسیر خم گیسو ہو جائے

شوق ہے میلہ طلب رشک سے میں در گذرا
ہو وہی میرے لئے جسکے لئے تو ہو جائے

شوق تازہ نے ابھی رنگ جمایا کیا ہے
دیکھنا کشمکش ناز کی جب خو ہو جائے

لطف تمکین حیا یہ ہے کہ شوخی بنجائے
رنگ جب ٹوٹ کے ملجائے تو پھر لو ہو جائے

اے وفا ہم ہیں اسی عالم حیرت میں جہاں
مردم چشم تصور شب گیسو ہو جائے

دل میں افسردگی دل کی یہ طغیانی ہے
مجھکو امید کرم سے بھی پشیمانی ہے

پاؤں پھیلائے ہیں جس نے وہ گرانجانی ہے
میں ہوں اور کشمکش ناز تن آسانی ہے

مژدہ اے شوق کہ پھر جلوہ کی ارزانی ہے
ذرہ تا مہر زیارت گہ حیرا نی ہے

آؤ دلچسپی نیرنگ ثنا ہی دیکھو
دل غارت زدہ منت کش ویرانی ہے

عالم اک قطرۂ خوں جسکو ٹپکنا دشوار
رگ ہستی بھی رگ دیدۂ قربانی ہے

خلوت قید میں بھی حسن ہے ہنگامہ طلب
میں ہوں صیاد سے انداز نگہبانی ہے

جس سے دل جلتے ہیں وہ آپکی دلداری ہے
جس سے گھر لٹتے ہیں وہ آپکی مہمانی ہے

بھولکر کیا کہیں پردہ سے نکل آئے ہو
میرے چہرے سے عیاں کیوں غم پنہانی ہے

دو جہاں کو نگہ عجز سے تولا ہم نے
میری نظروں میں ہے جو بے سر و سامانی ہے

بے مٹائے کوئی مٹجائے تو شکوہ کیا ہے
التفات ستم ناز کو آسانی ہے

جلوہ مہر قیامت کے نتیجے معلوم
دست اندیشہ میں آئینہ حیرانی ہے

تنگی دہر سے باہر ہے فراغت میری
میں ہوں اور وسعت آغوش پریشانی ہے

ہاں ٹپکتا ہے انھیں باتوں سے رنگ مستی
بیٹھکر پردے میں پردے سے گل افشانی ہے

نالے کیا ہیں لب افسوس کے تنہاے ہیں
اب اسی پردے میں آہنگ غزلخوانی ہے

اے **وفا** تشنگی شوق کا رونا کیا ہے
زہرہ تا دیدہ و دل تا بجگر پانی ہے

کیا امتحاں اگر ہوس امتحاں رہے
رگ رگ میں بدلے خون کے نشتر رواں رہے

قسمت کی بات ہے جو کوئی نیمجاں رہے
دشنہ وہ دشنہ ہاتھ سے پہلے رواں رہے

تم عجز بیریا سے اگر سرگراں رہے
ہم التفات ناز سے بھی بدگماں رہے

مستی بھری ہے آنکھ میں شوخی نگاہ میں
اب شرم کسکی ہو کے رہے اور کہاں رہے

ناموس رشک و لذت آزار ہائے ہائے
تو اور ترا شریک ستم آسماں رہے

جینے کو اک امید کرم کا بہانہ تھا
ہم جانکر ستم کش ناز بتاں رہے

اے سادگی عجز نہ آنا فریب میں
سر خاک پر نگاہ سوئے آسماں رہے

تمکین نزاکت ہے تو کیا کیا نکریں گے
امید کے پہلو میں بھی آیا نکریں گے

کیا فکر کشاکش سے ہم الجھا نکریں گے
ناخن سے مگر عقدہ کو سدا نکریں گے

لٹجائے دل و جاں کہیں چرچا نکریں گے
کٹجائے زباں ہم کبھی شکوا نکریں گے

شوخی کی یہ گھاتیں ہیں کہ وہ کھلکے چھپیں گے
پردے کی یہ باتیں ہیں کہ پردا نکریں گے

نیرنگ دو عالم دل ہنگامہ طلب سے
بے پردگی حشر کو رسوا نکریں گے

سرمایۂ امید ہو تم چین سے بیٹھو!
ہر بات میں اک وعدۂ امید فزا ہے
وہ ظلم ہے جسکو کرم خاص کہیں گے
اے جلوہ یکتا یہ لگاوٹ کے ہیں پہلو
دلدادۂ افسون محبت ہوں اسے نہ سمجھا
تم بزم تماشا سے تغافل کو اٹھا دو

ہم چارۂ اندوہ تمنا نکریں گے
تدبیر غم حوصلہ فرسا نکریں گے
وہ عقدۂ مشکل ہے جسے وا نکریں گے
کہتے ہیں کہ ہم آئنہ دیکھا نکریں گے
یہ رنج اٹھائے سے بھی اٹھا نکریں گے
پھر ہم گلۂ نازش بیجا نکریں گے

بگڑا ہے وفا ذائقۂ کام تمنا
ہی زہر بھی میٹھا تو گوارا نکریں گے

کچھ تمھیں اپنی بھی خبر ہوگی
دیکھو الجھے ہوئے سر گیسو
شب غم ہے حجاب رسوائی
راہ الفت میں ہمسفر نہ سہی
زندگی غفلتوں کا پردہ ہے
قید آئینہ سے نکل آؤ
شوخی کہتی ہے آؤ کھل بیٹھو
جس نے توڑے طلسم شرم وحیا

جوش مستی پہ بھی نظر ہوگی
کہیں لپٹی ہوئی کمر ہوگی
حشر ہوگا اگر سحر ہوگی
بینشانی تو راہبر ہوگی
موت کمبخت پردہ در ہوگی
تم کو اس پردہ میں نظر ہوگی
شرم بیجا کو کیا خبر ہوگی
وہ تری چشم فتنہ گر ہوگی

بیکسی نے گھر بنایا میرے گھر کے سامنے
بسکہ نیرنگ تغافل تھا نظر کے سامنے
عبرت واماندگاں ہوں حسرت وارفتگاں
شوق رسوائی کو بھی خاکا اڑانا تھا ضرور
بخت بد نے فتنۂ روز جزا کے پردہ میں

رو رہا ہوں بیٹھکر دیوار و در کے سامنے
موت بھی کھوئی گئی کیا نخچیر کے سامنے
اس طرف بیٹھا ہوا ہوں رہگذر کے سامنے
حشر اک تصویر عکسی ہے نظر کے سامنے
آئنہ رکھا جنون بے خبر کے سامنے

عمر بڑھتی ہے فریبِ آرزو کی یاد میں
آرزو گھٹتی ہے اُس بیداد گر کے سامنے

ہوں وہ مستِ شیوۂ ساقی کہ ساغر کی طرح
سینکڑوں میخانے پھرتے ہیں نظر کے سامنے

انتظارِ شوق کی یہ ناتمامی ہائے ہائے
مر گیا ہوں نامہ دیکر نامہ بر کے سامنے

بختِ محنت آزما کی نارسائی ہائے ہائے
تھک گیا ہوں جادۂ راہِ سفر کے سامنے

راہزن کو ڈھونڈھتا ہے شوقِ آزادی طلب
شکوۂ بارِ گراں ہے راہبر کے سامنے

آئنہ سے چھپتے ہیں گویا بہت ہی سادہ ہیں
وہ نہ ٹھہرے اپنی چشمِ فتنہ گر کے سامنے

ہاں ابھی بزمِ خیالِ غیر سے آیا ہوں میں
تم نہ آنا میرے شوقِ پردہ در کے سامنے

رہگذارِ کاروانِ آرزو اب مٹ گیا
منزلیں تھیں دل کی پہلو میں جگر کے سامنے

اے **وفا** قطرہ بھی ہے شاملِ کمالِ بحر میں
عیب ہو کر آئے ہم اہلِ ہنر کے سامنے

مل گیا خاک میں وہ حسنِ خود آرا ہے ہے
قالبِ گور میں ہے جانِ تماشا ہے ہے

سیکڑوں انجمنِ ناز کا اُٹھنا صد حیف
ایک محبوبۂ طناز کا مرنا ہے ہے

حسن ہے ماتمیِ حسن خدا خیر کرے
بزمِ خوباں میں جوانمرگ کو رونا ہے ہے

کھلنے پایا بھی نہ تھا رنگِ جوانی اب تک
ٹوٹ کر رہ گئی شاخِ گلِ رعنا ہے ہے

غیر کیا! اپنی ادائیں بھی گراں تھیں جسکو
اُسے ناوک پہ اجل کا یہ تقاضا ہے ہے

بے نیازی ہی سہی پر اسے کیا کہتے ہیں
کھنچ گئی اتنی کہ اب ہمکو تنہا ہے ہے

اے **وفا** وہ بھی اٹھائیں تو نہیں اٹھ سکتا
حسن تو خیر نے چھوڑا اسے بے پروا ہے ہے

حجاب تم [illegible] سے قضا نکلتی ہے
نیا [illegible] شرم سے تیغِ ادا نکلتی ہے

تمھاری طرزِ تغافل سے شکوے ملتے ہیں
زبان کٹتی ہے دل سے دعا نکلتی ہے

شگفتہ سینہ ہے [illegible] انکی آرزو کی
کہ حسرتِ دلِ درد آشنا نکلتی ہے

حیا کے ساتھ وہ مستی سے لپٹی ہو گی
نگاہ پردہ نشیں سرمہ سا نکلتی ہے

کسی کی صافیِ وحدت کا پوچھنا کیا ہے
کہاں سے آتی ہے چھنتی ہے کیا نکلتی ہے

رخِ ازل پہ کبھی رنگ بن کے کھلتی ہے
کہ بے ہمہ بہمہ آشنا نکلتی ہے

کہیں ہے دامنِ نظارہ دامنِ گلچیں
اگر بہار کے پہلو میں آ نکلتی ہے

کہیں ہے جیبِ تصور بہشتِ نو آئیں
اگر دماغ کے پردے میں جا نکلتی ہے

یہ کیا بلا ہے کہ فتنوں سے فتنے بنتے ہیں
یہ کیا ادا ہے ادا سے ادا نکلتی ہے

ابھی طلسمِ عدم کا ہے ٹوٹنا باقی
ابھی سے آرزوئے مبتلا نکلتی ہے

شکستِ دل کا بیاں کیا ہے تو اٹھیں کہدو
شکستِ رنگِ حنا سے صدا نکلتی ہے

وفا کی خانہ خرابی کو دیکھتے جاؤ
وہ جان کیجئے جسے بیوفا نکلتی ہے

انتخابی صاد ہے داغِ سیہ کاری مجھے
دور سے پہچانتی ہے شانِ غفاری مجھے

پہلے دم لینے سے دم سینہ میں ہے الجھا ہوا
مژدہ آسانی کو سلجھاتی ہے دشواری مجھے

شعلۂ خس گرمِ جولانی سے بڑھکر رہ گیا
پاؤں کا اک آبلہ ہے برق رفتاری مجھے

اپنے نقشِ سادۂ قسمت کا میں دلدادہ تھا
لیچلا ہے کھینچکر نیرنگ پرکاری مجھے

میں سلجھاؤں ہمتِ عنقا کو بال افشانیاں
سر اٹھانے دے اگر ذوقِ گرفتاری مجھے

چھیڑ دیکھو اچشمِ ہستی میں کھٹکنے کے لئے
ہیں دو مژگانِ شکستہ خواب و بیداری مجھے

جھک رہا ہے پلہ میزانِ محشر دیکھنا
تولتی ہے آج میری عزت خواری مجھے

گردشِ پہلو سے آخر چھلنی بستر بن گیا
جانکنی تو نے کیا پامالِ غمخواری مجھے

میں ادھر بیٹھا ادھر چشمِ حباب وا رہی
جھانکتی تھی پردۂ غفلت سے ہشیاری مجھے

دیکھ یہ حالت [illegible] اے الذات حیا
اب نہیں پہچانتی شرمِ گنہگاری مجھے

[illegible] گیا
تم سمجھاتے ہی رہے طرزِ خریداری مجھے

محوِ اندازِ تغافل ہیں سے جانا تھا تجھے / تو نہ سمجھا آجتک وقفِ دل آزاری مجھے

اے وفا یاسِ وفا نے جان و دل سب کھو دیا
جو سبک ہے اک زمانہ کو وہ ہے بھاری مجھے

سلامی شانِ تسلیم و رضا کچھ اور کہتی ہے / قضا سے دو قدم بڑھکر قضا کچھ اور کہتی ہے
لپیٹا دامنِ تنزیہ میں وحدت نے کثرت کو / تقدس شانۂ آلِ عبا کچھ اور کہتی ہے
یہاں ہیں آدم و یعقوب میرِ مجلسِ ماتم / عزا کہتی ہے یہ بزمِ عزا کچھ اور کہتی ہے
دل و جاں مٹ گئے لیکن ابھی ہے داستاں باقی / زبانِ صورِ محشر سے بلا کچھ اور کہتی ہے
شگافِ تیغ سے پہلو الم نشرح کے نکلے ہیں / زبانِ تیر سے یادِ خدا کچھ اور کہتی ہے
یدِ اخلاص قدرت کی یہ رنگ آمیزیاں دیکھو / کہ تصویرِ شہیدِ کربلا کچھ اور کہتی ہے
جبینِ صاف اک آئینہ ہے نورِ رسالت کا / شبیہِ [illegible] معجز نما کچھ اور کہتی ہے
نئے جاتے ہیں جنت کیلئے تازہ قلم کیا کیا / چمن آرائی دستِ قضا کچھ اور کہتی ہے
نکل آئے نئے مضمون جور و ظلم و بدعت کے / زمینِ کربلا سے پوچھنا کچھ اور کہتی ہے

وفا یہ قطرۂ خونِ شہیداں [illegible] حقیقت [illegible]
کلیدِ امتحانِ کبریا کچھ اور کہتی ہے

ستم ہے اگر چشمِ غافل یہی ہے / غضب ہے اگر فرصتِ دل یہی ہے
سنو قصہ ہائے وجود و عدم کو / کہ زیر و بمِ پردۂ دل یہی ہے
بہارِ بہشت ایک خونیں کفن ہے / تماشائے نیرنگِ قاتل یہی ہے
مٹا دو سے گو نقشِ وفا دو جہاں سے / اگر کچھ دلوں رنگِ محفل یہی ہے
تڑپتی ہے پہلو میں امیدِ محشر / مگر قصۂ مضمونِ بسمل یہی ہے
جسے کہتے ہیں چشمِ خوابِ [illegible] / [illegible] جانِ دل یہی ہے
جسے کہتے ہیں نقشِ بنیادِ محشر / وہ کھنچی ہوئی جانِ بسمل یہی ہے

زباں اور عرضِ نیازِ خموشی
وہ مشکل سے سمجھیں گے مشکل یہی ہے

نگہ اور تقاضائے برقِ تجلی
وہ حیرت سے پوچھیں کہ سائل یہی ہے

خوشا نامرادی کہ دل بھر گیا ہے
بس افسوس حاصل کہ حاصل یہی ہے

ہمیں طرف گرداب ہر طرف راحت
جو ڈوبے تو سمجھے کہ ساحل یہی ہے

گذرگاہِ لیلےٰ ہے داغِ سویدا
جو دل پر رکھا ہے وہ محمل یہی ہے

سمجھیں کیا جو وحدت سے کثرت کو پوچھو
تم اپنے کو دیکھو مقابل یہی ہے

عدم سے پرے کچھ نظر آ رہا ہے
وفا جادۂ راہِ منزل یہی ہے

پھر حشر کے پردہ میں تقدیر نظر آئی
آئینۂ وحشت میں تصویر نظر آئی

جب قید سے ہم چھوٹے تدبیر نظر آئی
جب پائے جنوں ٹوٹے زنجیر نظر آئی

اے مرگ رگ و پے کو دے مژدۂ [illegible]
ہر آہِ ہجراں میں تاثیر نظر آئی

ہر حرف عملنامہ کس شان سے ہوا اٹھا
تحریر کے پردہ میں تقریر نظر آئی

اطراف جگر و دل میں تھی یاس کی آبادی
ویرانہ کے پہلو میں تعمیر نظر آئی

افسوس کہ کرم دیکھو انداز ستم دیکھو
ہر موجِ شکر خندہ شمشیر نظر آئی

دیوانگی دل کا تھا ایک بہانا غم
کونین سے آزادی تسخیر نظر آئی

اس ہستی وہمی نے اسرار یقیں کھولے
کیا خواب نظر آیا تعبیر نظر آئی

اندوہِ وفا اول دلسوز نظر آیا
[illegible] دل آخر اکسیر نظر آئی

نہ ہمارا دل یاس میں وہ تیر دل سے ہے
خدا یا ہجر میں مرگ سے جانا بڑی مشکل ہے

سب [illegible] ناز ہیں مجبور سے آگے [illegible]
دم شمشیر [illegible] گویا کشش قاتل ہے

شاید [illegible] ذوق خود آیا ہے
آپ کا گوشۂ خلوت ہے بھری محفل ہے

بیقراری نے اثر سینۂ دشمن میں کیا
جوہر تیغ کے پردہ میں رگ بسمل ہے
صورت نقش قدم ضعف بٹھاتا ہے مجھے
پاؤں رکھا ہے جہاں میں نے وہی منزل ہے

اثر تنگیٔ دل نے یہ سمیٹا ہے مجھے
عدم اک نقطۂ پرکار سویدا ہے مجھے
ہر تپش آج قیامت کا تماشا ہے مجھے
ہر نفس صیقل آئینۂ فردا ہے مجھے
پہلوئے یاس میں امید کا دھوکا ہے مجھے
بدتر از مرگ کہ مرنے کا سہارا ہے مجھے
میں ہوں اک تار عدم اپنی نوا میں گم ہوں
زخمۂ پرسش در پردہ نے چھیڑا ہے مجھے
عشق بیرحم کی یہ تازہ لگاوٹ ہے کہ
تم سے بیطاقتی شوق کا شکوا ہے مجھے
سادگیہائے تغافل پہ یہ پرکاریٔ ناز
دیکھتے یوں ہو کہ گویا کبھی دیکھا ہے مجھے
جد دل چاک کفن سے ہے رواں جلنے کو
مژدۂ آغوش ہوس پھر ابھی رونا ہے مجھے
آپ برباد کریں آپ کے احساں سر پر
اپنی تقدیر کا بھی ناز اٹھانا ہے مجھے
مجھے رہتی تھی [illegible]
ہائے افسوس [illegible] ہے مجھے
دل ہے افسردہ مگر آنکھوں میں نم باقی ہے
موج [illegible] ہے مجھے
امتحاں محبت سے کیے ہیں [illegible]
ہاں [illegible] اختیار بنایا ہے مجھے
ایک دن سامنے آجاؤ گے [illegible]
[illegible] بنایا ہے مجھے
دل [illegible]
میں بھی کیا آپ [illegible] ہے مجھے
دل کا [illegible]
گھر کا لٹنا بھی اک [illegible] ہے مجھے
گردش رنگ سے [illegible]
تجھ سے امید ہے [illegible] تمنا ہے مجھے
تیری مجبوری [illegible] آتا ہے
رشک اغیار بھی محبت گوارا ہے مجھے
سیکڑوں پہلو محشر کو دبا رکھا ہے
آپ جب ہیں مری پہلو تو [illegible] کیا ہے مجھے
فرصت جلوۂ خورشید قیامت کب تک
وہ بھی [illegible] ہے مجھے
داغ افسردگی دل سے جلا جاتا ہوں
گرمیٔ آتش خاموش نے پھونکا ہے مجھے

خامۂ ناز کی صنعت یہ مٹا جاتا ہوں | وہ کھنچے جاتے ہیں اور نازش بیجا ہے مجھے
دو جہاں ملنے کو ملجائیں مگر کیا ہو گا | میری برگشتگی بخت نے کھویا ہے مجھے

نزع میں بیکسی نزع کا ماتم ہے ہے
اے **وفا** پرسش احباب کا رونا ہے مجھے

بزم میں شاہد بدمست شباب آتا ہے | لو سنبھل جاؤ قیامت کا جواب آتا ہے
ہائے یاں زہر بھی ہاتھوں سے گرا جاتا ہے | ہائے کس ہاتھ میں جام مئے ناب آتا ہے
ہے یہی وصل کہ آغوش فنا کے اندر | موج بڑھتی ہوئی آتی ہے حباب آتا ہے
غفلت ناز کی تصویر کھنچی جاتی ہے | کس تکلف سے تری آنکھ میں خواب آتا ہے
بادباں زورق تمکیں کی کھلی جاتی ہے | قلزم ناز میں طوفان شباب آتا ہے
اس طرف جذب تماشا نے لگائے پھندے | خندہ شوخی کو لئے سوئے نقاب آتا ہے
راحت اہل عدم خاک میں ملجائے گی | لو وہ برہم زن ہنگامۂ خواب آتا ہے
مٹ گیا تفرقۂ دیر و حرم نیت سے | ہر گنہ گار بامید ثواب آتا ہے
جاؤ اپنی نگہ مہر فزا کو دیکھو ! | پھر نئے رنگ میں نیرنگ عتاب آتا ہے

رحمت آگے ہے **وفا** دونو جہاں ہیں پیچھے
اچھے سامان سے اچھوں کا عتاب آتا ہے

تار امید ہم نے آپس میں جوڑ ڈالے | پھندے قضا نے ڈالے حرماں نے توڑ ڈالے
وضع حیا چھوٹی اور پردے چھوڑ ڈالے | بند قبا نہ ٹوٹے اور عہد توڑ ڈالے
قسمت کا تھا نمونہ مکتوب بے نیازی | کچھ نقطے چھوڑ ڈالے کچھ حرف چھوڑ ڈالے
تدبیر کا بگڑنا تقدیر کا تھا بننا | سب عقدے کھول ڈالے ناخن جو توڑ ڈالے
غافل یہ محبت اور بوالہوس کی آنکھیں | یہ سرمۂ اجل ہے جو آنکھ پھوڑ ڈالے
مجبوریوں کے بدلے کیا حوصلے مٹائے | ناکامیوں کی خاطر کیا کام چھوڑ ڈالے

کیا جلوہ گاہِ کنعاں کیا مصر کی وہ گلیاں
سب کھیل چھوڑ بیٹھے جب پاؤں توڑ ڈالے

اے حسرتِ زلیخا تو ہاتھ ملتی رہنا
یوسفؑ کے پیرہن میں عصمت نے جوڑ ڈالے

دیکھ اے **وفا** کریمی اللہ ری کریمی
دامانِ تر ہمارا رحمت نچوڑ ڈالے

کوئی چشمِ خریداری سے کیوں میری طرف دیکھے
وہ گوہر ہوں کہ جسکو دیدۂ بختِ صدف دیکھے

قضائے عالمِ حسرت میں لاکھوں تیغ جاں پائے
بلائے کوچۂ قاتل میں لاکھوں سر بکف دیکھے

خوشا بخشش رگِ شوقِ شہادت قطع ہو جائے
اگر چشمِ تصور بھی تجھے خنجر بکف دیکھے

چلو اے طالبانِ حق چلو موسیٰ سے آئیں
وہ روشن آنکھ جو ہنگامۂ فیضِ نجف دیکھے

تری خاکِ قدم مجموعۂ ناموسِ ہستی ہے
ترے نقشِ قدم کو فیضِ کن بیت الشرف دیکھے

خوشا وضعِ کماں داری پھر اِس انداز سے آؤ
ادھر چشمِ قضا دیکھے ادھر چشمِ ہدف دیکھے

دل و جاں کو نہ پوچھوں وہ بھی نذرِ جلوۂ رحمت
دو عالم کو نہ دیکھوں تو اگر میری طرف دیکھے

چلو رہنے دو کیا ہے گزشتہ عمرِ فانی پہ نازاں ہو
مری آنکھوں نے ایسے لاکھ فتنے صف بصف دیکھے

وہ ٹکڑے ہیں کفن کے جیب میں کچھ مضموں لپٹے تھے
کفِ افسوس میں کیا خاک اوراقِ سلف دیکھے

چلوں کیا جب زمینِ شعر میں ہو استقدر تنگی
کہوں کیا جب ردیف و قافیہ میری طرف دیکھے

وفا میں چشمِ حیرت عالمِ عنقا سے لایا ہوں
مہ و خورشید کو بھی نقشِ دیوارِ تلف دیکھے

کبھی تو گردشِ رنگِ ملال ہو جائے
کنارِ شوق بہشتِ وصال ہو جائے

جب اتحادِ نشانِ کمال ہو جائے
شکستِ رنگ فروغِ جمال ہو جائے

تمھیں بھی اپنا تماشہ محال ہو جائے
تمھارا آئنہ چشمِ غزال ہو جائے

کسی کے وعدۂ رنگیں کا یہ تقاضہ ہے
دماغ تختۂ مشقِ خیال ہو جائے

کسی کے جلوۂ تمکیں کا یہ اشارہ ہے
قضا بھی داغِ دلِ خستہ حال ہو جائے

نموِ تازگیِ خندہ [illegible] دکھا [illegible] تو
چمن میں برق گرے اور نہال ہو جائے

دل و دماغ سے آنکھوں تک [illegible] اترا تو
نظر [illegible] قمع بزمِ خیال ہو جائے

بلائے فتنۂ محشر کو چھیڑ [illegible] رہا
[illegible] وہ بھی ضمیرِ لب بے سوال ہو جائے

الٰہی صبر [illegible] میری [illegible] کا
زمیں سے پہلے فلک پائمال ہو جائے

وہ میری زندگی رشک [illegible] ہے
[illegible] سر کب عدو بھی وبال ہو جائے

یہ اعتبارِ تماشا ہے کیوں تلون کیا
قطرہ [illegible] دامنِ برقِ جمال ہو جائے

یہ انتظارِ تجلی ہے کیوں [illegible] تکلف کیا
[illegible] سایۂ جمال ہو جائے

کمالِ تربیتِ حضرتِ [illegible] دیکھو
[illegible] خاک سرمۂ فیضِ کمال ہو جائے

یہ اس کے دیدۂ احساں کا حسنِ [illegible]
[illegible] نظارہ [illegible] ہو جائے

نفس میں فیضِ نمو سے یہ تازگی [illegible]
[illegible] شاخِ سخن لو نہال ہو جائے

زبان [illegible]
[illegible] تماشا زلال ہو جائے

رگِ سحاب قلم اور [illegible]
[illegible] قطرہ وہ دریا نوال ہو جائے

بیاضِ صفحہ کہ ہے طرف [illegible]
[illegible] آئینہ مثال ہو جائے

یہ انتخاب ہے جیسے لکھے [illegible] اقبال
[illegible] دانش اہلِ کمال ہو جائے

یہ التفات ہے جیسے لکھے آیتِ افضال
بہانہ کر [illegible] ہو جائے

[illegible] دل آرزو [illegible]
شریکِ انجمنِ بے مثال ہو جائے

فریبِ ناز سے تازہ [illegible] دل کی
کھنچی آتی ہے پھر تصویرِ جانِ آرزو دل کی

تری بزمِ تصور بھی طلسمِ رازِ پنہاں ہے
خموشی ترجماں حیرت زباں اور گفتگو دل کی

اگر کچھ مل گئی فرصت نیا خاکہ دکھا دوں گا
کھلے گی صفحۂ محشر سے مشقِ آرزو دل کی

کلیم آنکھیں اگر نظرِ تجلی ہوں تو کیا ہوگا
ادائے لن ترانی کر رہی ہے جستجو دل کی

نگارستان ذوق جلوہ ہے یہ دیدۂ حیرت
[illegible] پردہ میں بزم آرزو دل کی

محیط انتظار قتل میں طوفان آتا ہے
ابھر دیتی ہے کشتی موج [illegible] گلو دل کی

نکوہش بخیہ و سوزن کا حاصل ہو گئی آخر
مجھے [illegible] دندان نماشان [illegible] دل کی

تمھاری صیقل افسون دلداری پہ نازاں ہوں
[illegible] جوہر آئینہ ابھری آرزو دل کی

فنا ہوں صورت سیماب ذوق بیقراری میں
[illegible] ہو گئی ہے دل ہی دل میں جستجو دل کی

دو عالم کو سراب وادی حرماں سمجھتا ہوں
خوشا اے نا امیدی تجھی سے آبرو دل کی

وہ قاتل کیا رنگ بھرتا کھینچ اپنا جان کا ہوگا
قضا کھینچے گی کیا تصویر درد آرزو دل کی

تکلف برطرف پردہ میں ہے پھر جستجو دل کی
[illegible] آئینہ ہے [illegible] گفتگو دل کی

لٹی جاتی ہے دست بیکسی سے آبرو دل کی
[illegible] جاتی ہے دل سے [illegible] آرزو دل کی

[illegible]
[illegible] کرتا ہے تو دل کی

[illegible] کیا ہے اک تصویر [illegible]
[illegible] آئینہ دل کی

[illegible] دیکھے ہو [illegible]
[illegible] دل کی

[illegible] حسرت [illegible]
[illegible] دل کی

[illegible]
[illegible] دل کی

یہ جوش بیقراری اور یہ افسون [illegible]
[illegible] دل کی

[illegible] ذوق خلش [illegible]
[illegible] آرزو دل کی

[illegible]
[illegible] دل کی

جہاں [illegible] مجھے برق [illegible]
[illegible]

جہان چھوٹ گیا [illegible]
[illegible]

خبر بھی ہے رگ بسمل میں جان پڑتی ہے
کہ نبض چلنے لگی تیغ کی روانی سے

نوید مستیٔ بیباک ہے کہ جام ادا
بھرا ہے ساقیٔ سرجوش نوجوانی سے

صلائے فرصت تاراج ہے کہ دست قضا
بڑھا ہے شوخیٔ انداز دلستانی سے

کہاں ہے خندہ، یہ آہٹ ہے پائے شوخی کی
دیا نے ہاتھ اٹھایا ہے پاسبانی سے

مصیبت لب خاموش پوچھتے جاؤ
تم اپنے شیفتہ پرسش نہانی سے

شکست رنگ سے آخر یہ رنگ جمتا ہے
بہا جگر ہے اندوہ جاودانی سے

دل و دماغ کا افسوس دل ہے مٹ جائے
امید ہے تو زمانہ کی قدردانی سے

حریف کشمکش ناز بن کے اٹھا ہے
وہ دل جو بیٹھ گیا بار ناتوانی سے

کسی کی محفل نیرنگ کا چراغ سہی
نمود آنکھ کی ہے دود تیغ خونفشانی سے

یہ خاص شیوۂ ناز حضور ہے کہ مجھے
قضا نے چھین لیا جور آسمانی سے

گداز روح سے پھر آرزو کے پردے میں
کہ پیاس بجھ گئی زہرآب زندگانی سے

ترے وجود سے ہے نام عشق پا وجود
یہیں نشان ملا فیض جاودانی سے

نفس گداختہ دل سوختہ جگر آشفتہ
وفا نے آگ لگائی شررفشانی سے

اگر فریاد دل منت کش تاثیر ہو جائے
لب صور قیامت بھی لب تصویر ہو جائے

جنون عشق وحشت خیز کی تدبیر ہو جائے
رگ گل پائے بلبل کے لیے زنجیر ہو جائے

نکل آؤ ذرا اقلیم حیرت کو بنا جاؤ
شکست رنگ سے سب عالم تصویر ہو جائے

جو تو قاتل ہو پھر یہ وسعت ذوق تماشا ہو
لہو کا قطرہ قطرہ دیدۂ نخچیر ہو جائے

کبھی تو سامنے آجاؤ نقش آرزو بنکر
کبھی تو امتحان خوبی تقدیر ہو جائے

غرض کیا پرسش پنہاں سے شناسا ہے
ابھی پردہ ہے تو حوادث عاشق دلگیر ہو جائے

تمہارے حسن رنگین خموشی کا یہ صدقہ ہے
زبان کھنچ جائے جو اپنی شکستہ تقریر ہو جائے

تقاضا غازۂ روئے دل آرائے تغافل ہے
تماشا صیقلِ آئینۂ تنویر ہو جائے

تلاطم ہے محیطِ اتحادِ نازِ قاتل میں
رگِ گردن ابھی اک موجِ دمِ شمشیر ہو جائے

نسیمِ بے نیازی چل رہی ہے کشورِ دل میں
صدائے الاماں بھی نعرۂ تکبیر ہو جائے

پکارے کہہ رہا ہے حسنِ نازِ خامۂ قدرت
کہ اک اک نقش نذرِ شوخیِ تحریر ہو جائے

بلائے صبحِ روزِ حشر کو بھی پھانس کھٹکیں
سوادِ شامِ فرقت سرمۂ تسخیر ہو جائے

الٰہی دیدۂ نظارگی ویراں رہے کب تک
جگر تا زہرہ صرفِ حسرتِ تعمیر ہو جائے

ابھی ہے پردۂ تدبیر میں اک حسرتِ سادہ
ذرا اے یاس ا رنگ آمیزیِ تقدیر ہو جائے

وفاؔ دم توڑ کر شورِ قیامت کو اٹھاؤنگا
ابھی کچھ اور مشقِ نالۂ شبگیر ہو جائے

دونوں کا ساتھ عالمِ وحشت اثر میں ہے
میں ہوں سفر میں عمرِ رواں بھی سفر میں ہے

اک داغِ بیکسی ابھی طرفِ جگر میں ہے
گویا خمیر مایۂ محشر نظر میں ہے

کیا روؤں نقشِ خوابِ تماشا نظر میں ہے
کیا سر کو بیٹھوں دستِ تمنا کمر میں ہے

ہے ہے یہ سرد مہریِ ابنائے روزگار
میں خاک میں ہوں گرمیِ فریاد گھر میں ہے

در پردہ اپنے شورِ تبسم سے پوچھ لو
کچھ چاشنی ابھی مرے زخمِ جگر میں ہے

ناموسِ غم کو ساتھ لیے جا رہا ہوں میں
اڑتی ہوئی سی خاکِ دلِ نوحہ گر میں ہے

چھائے ہوئے اسی کے ہیں کنعان و مصر و طور
پھر ولولہ وہی نگہِ پردہ در میں ہے

اندازِ پیچ و تابِ حیا کو بھی دیکھنا
اچھی گرہ یہ دامنِ برقِ نظر میں ہے

گلہائے ناز کھلتے ہیں تم کو خبر نہیں
جوشِ بہار پردۂ خوابِ سحر میں ہے

مانندِ برگِ لالہ و گل اڑ رہے ہیں شرر
جوشِ بہارِ برقِ تمنا [illegible] ہنر میں ہے

خوابِ شباب ناز ہے تمکیں کو تھامنا
طرفِ نقاب دستِ نسیمِ سحر میں ہے

گرمیِ حسن و جادۂ نظارہ شعلہ خیز
واحسرتا! کہ آبلہ پائے نظر میں ہے

تقدیر کا بگاڑ مری سرنوشت میں
تدبیر کا بناؤ کفِ نامہ بر میں ہے

ہاں آشنائے دل ہے وہ نا آشنائے دل
انصاف ہے تو پھر اسی بیدادگر میں ہے

صدقہ ہے آبیاریِ فردوسِ حسن کا
جورِ نگاہ مری چشمِ تر میں ہے

نامِ وفا مٹائے ہو جرمِ وفا ہے کیا؟
اک بے ہنر بھی مجمعِ اہلِ ہنر میں ہے

دلِ رسوا میں جوشِ جلوۂ مستور رہتا ہے
وہی سامانِ چاکِ پردۂ منصور رہتا ہے

دو عالم رنگ مے ہو کر ٹپکتے ہیں نگاہوں سے
وہی دل میں خیالِ نرگسِ مخمور رہتا ہے

کہوں کیا جادۂ راہِ جنوں کی وحشتِ بیجا
قدم سے صورتِ نقشِ قدم کچھ دور رہتا ہے

ادب پروردۂ رازِ نظر ہوں میری آنکھوں نے
بہاریں گوشۂ دامان برقِ طور رہتا ہے

کبھی جوشِ فغانِ فتنہ زا بھی رنگ لائے گا
یہ شعلہ آبلہ ریزِ زبانِ صور رہتا ہے

کمالِ اتحادِ جلوہ ہے پاسِ نظر کس کا؟
یہاں کیا امتیازِ ناظر و منظور رہتا ہے

شبستانِ ابد میں جلوۂ شمعِ رسالت ہی
سرِ امت پہ گویا سایۂ پرنور رہتا ہے

مطلعِ ثانی

نئی تقریب سے اب عاشقِ رنجور رہتا ہے
اسی نسبت پہ جیتا ہے کہ مجھ سے دور رہتا ہے

رگِ امیدِ آخر نشترِ حرماں نے کاٹی ہے
کہ صبرِ بے زباں محشر میں بھی مجبور رہتا ہے

کمالِ تربیت کیسا تھ تہذیبِ سخن سے ہے
جنوں خامہ فرسا آج کیوں معذور رہتا ہے

اٹھا لایا ہوں گویا ایمنِ حسنِ تصور کو
نظر کے سامنے اک وادیِ پرنور رہتا ہے

وفا یادِ وطن سے دل ہوا خالی تو کیا حاصل
کہ سینہ رنجِ غربت سے وہی معمور رہتا ہے

شورِ رسوائیِ جنونِ شوق اب تک سر میں ہے
عرصۂ محشر نوردِ آسا مرے بستر میں ہے

پھر خیالِ ناوکِ مژگاں دلِ مضطر میں ہے
دیکھنا اک دن کہ روزن سینۂ گوہر میں ہے

دامِ ناکامی کو مژدہ قیدِ حسرت کو نوید
پھر ہوائے اہتزازِ شوق بال و پر میں ہے

پھر مجھے ہے ناز ہم آغوشیِ برقِ خیال
گرم ہے ہنگامہ گرمی بالش و بستر میں ہے

لٹ گیا ہوں اور لٹنے کی توقع ہے مجھے
ہائے پھر انصاف اپنا دستِ غارتگر میں ہے

جسکی گردی ہے عدم سر جوشِ مرگِ ناگہاں
وہ مے حسرت مرے ٹوٹے ہوئے ساغر میں ہے

ذرہ ذرہ آئنہ ہے جلوہ ہائے ناز کا
تابِ برقِ لن ترانی مشتِ خاکستر میں ہے

سطوتِ وحدت ہے وریاں کثرت آسکی نہیں
جل گیا وہمِ نظر جلوہ ابھی منظر میں ہے

ہائے عشقِ لاابالی کان میں کیا کہہ گیا
آجتک افسانہ دار و رسن چکر میں ہے

کٹ گئے روزِ ازل ریشے رگِ امید کے
ہمنے یہ مانا کہ تیزی آپ کے نشتر میں ہے

سخت جاں ہوں اور عجزِ مرگ پر روتا ہوں میں
وائے قسمت خار پائے کوششِ رہبر میں ہے

دونوں عالم کھل گئے ہاں پردا کسے
پاسِ ناموسِ حیا چشمِ حیا پرور میں ہے

یہ بھی صدقہ ہے کسی کی جلوہ گاہِ شوق کا
ذرہ بینش اگر چشمِ مہ و اختر میں ہے

بزم مستِ جلوۂ ساقی ہے جلوہ روحِ ناز
مے کی بدلے رنگ تھے یاں شیشہ و ساغر میں ہے

ہاں حجابِ لن ترانی سے یہ کیسا جھانکنا
ہاں متاعِ جلوہ کس دکان میں کس گھر میں ہے

ہو ازل یا ہو ابد پردہ ہو یا بے پردگی
دونوں عالم کا تماشا آپ کے منظر میں ہے

دیکھنا اے خارِ خارِ ناامیدی دیکھنا
دامنِ ناموسِ امت دستِ پیغمبر میں ہے

انقلابِ رنگ سے جمتی نہیں بزمِ خیال
دم الجھتا ہے دماغِ آرزو چکر میں ہے

فرصتِ مشقِ ستم باقی رہیگی حشر تک
ہاتھ کیوں رکتا ہے ظالم دم ابھی خنجر میں ہے

اے وفا کیا پوچھتا ہے وسعتِ فیضِ جنوں
چاک جو دل میں ہے گویا دامنِ محشر میں ہے

ذرا ساقی ادھر بھی جلوۂ مستانہ ہو جائے
تری آنکھوں کے صدقے گردشِ پیمانہ ہو جائے

دکھا اے شمعِ وحدت پرتوِ ناموسِ یکتائی
تجلی گرمیِ داغِ دلِ پروانہ ہو جائے

سراغِ کاروانِ آرزو چلتا رہے آخر
دلِ ناکام جلکر آتشِ ویرانہ ہوجائے

دکھائی ہے ازل نے شانِ بزمِ جلوہ آرائی
ابد طرفِ بساطِ خلوتِ جانانہ ہوجائے

رگِ جاں تارگِ خوابِ عدم اک موجِ آتش ہو
زباں تا زہرہ وقفِ گرمیِ افسانہ ہوجائے

قضا کہتی ہے ہم اندازہ دانِ نورِ احمد ہیں
کہیں قالبو سے باہر جلوۂ یکتانہ ہوجائے

بتادینگے یہ مدّ و جزرِ دریائے قدم کیسا
ذرا حسنِ فروغِ گوہرِ یکدانہ ہوجائے

قضائے قدس با فیضِ انس ادو طرفیں ہیں محفلکی
ترا اقبال صدرِ محفلِ شاہانہ ہوجائے

دو عالم اُسطرف ہیں اسطرف محرومیِ قسمت
چلو اب امتحانِ ہمتِ مردانہ ہوجائے

کیا صورتِ بزمِ دلِ ناشاد رہیگی
بربادیِ امید سے آباد رہیگی

گھر پھونکدیا برق نے پھر گھر نہ بنے گا
کچھ گرمیِ ہنگامۂ فریاد رہیگی

ہاں ساغرِ دل ٹوٹ کے ساغر نہ رہے گا
کچھ چاشنیِ حسرتِ بیداد رہیگی

انکارِ وفا یہ مجھے ابرامِ وفا ہے
یہ سادگیِ دل بھی تمھیں یاد رہیگی

واں شیوۂ تمکینِ ادا مدّ نظر ہے
یاں مشقِ جنونِ ستم ایجاد رہیگی

تعلیمِ کرم یہ کہ مجھے کچھ نہیں درکار
تقسیمِ ازل یہ کہ اُنھیں یاد رہیگی

وہ حوصلہ جو طرفِ دو عالم سے اُدھر ہے
وہ یاس جو کونین سے آزاد رہیگی

یہ چشمِ محبت نہیں محتاجِ تکلف
نظارگیِ حسنِ خداداد رہیگی

مٹجائینگے سب لطفِ سخن طبعِ جہاں سے
دلبستگیِ شیوۂ استاد رہیگی

ہوجائے وفا خوابِ فراموش بلا سے
رنگینیِ مضمونِ وفا یاد رہیگی

بزمِ نورِ علم نیرل ہے ہاں تہِ انوار سے چلے
اے فروغِ صبح! جامِ نیرِ اکبر سے چلے

ایک بازو پر ازل ہے ایک پہلو میں ابد
کس تجمل سے حبیبِ خالقِ اکبر سے چلے

چشمۂ حیواں سے نکلی جدولِ شمشیرِ ناز
تشنۂ ذوقِ ستم گویا لبِ کوثر سے چلے

حاصلِ صد انجمن ہے گوشۂ تنگِ لحد — ہم دلِ ناکام با صد آرزو لیکر چلے

حسرتِ ذوقِ خلش ہے ای نگاہِ جانفزا — پھر رگِ امید میں اک تیز سا نشتر چلے

مرحبا اے فرصتِ انصاف آخر مرحبا — محشرِ دل لیکے پیشِ داورِ محشر چلے

ذرہ ذرہ خاک کا سرمایۂ ناموس ہے — محو ہوں اُس راہ پر جس راہ پر رہبر چلے

موجۂ گل کیطرح پھر موجۂ صہبا اٹھو — صورتِ بادِ بہاری بزم میں ساغر چلے

شعلۂ خس کیطرح کمبخت تھی اپنی نمود
رہ گئے گھٹ کر وفا ہم جسقدر بڑھکر چلے

متفرقات

غزل ردیف دال بہ ہنجار مرثیہ

یہ غزل بطور مرثیہ لائق مصنف نے اپنے فرزند کی موت پر لکھی تھی جس کا انتقال چراغ سے جل کر ہوا تھا

پھر تازہ امتحانِ وفا ہے وفا کے بعد — کیا رہگیا ہے تغافلِ صبر آزما کے بعد

یارب کرم ہوا اس قلقِ نارسا کے بعد — جیتا ہوں مرگِ عابدِ بیت وبا کے بعد (نام فرزند)

عادت ہے اضطراب کی عادت کو کیا کروں — روتا ہوں درد کو دلِ درد آشنا کے بعد

بھرتا ہوں زہر کاسۂ گردوں میں ہائے ہائے — پیتا ہوں زہر عابدِ شیریں ادا کے بعد

تو جلگیا کہ خانۂ امید جل گیا — دل بجھگیا ترے سخنِ دلکشا کے بعد

ہے ہے قضا نے تجھکو دیا آتشیں کفن — کیا داغ تازہ لیکے چلا ہے قضا کے بعد

غم ہے بہار آبلہ و سوختہ بدن — ہائے صبرِ جانگداز بنی برقِ فنا کے بعد

داماں یاد میں ہیں گلِ لختِ دل — آئی بہار تو گلِ رنگیں قبا کے بعد

۷۸۶

مسدسات

واسوخت بقالب مسدس درحالت ابتدائے سخن

ہائے وہ دن کہ مرے دلکی تھی حالت کچھ اور
عمر کچھ اور تھی وقت اور تھا عادت کچھ اور
ہمنشینوں سے رہا کرتی تھی صحبت کچھ اور
حال کچھ اور بیاں اور طبیعت کچھ اور
بیخبر اس سے کہ کسطور بسر ہوتی ہے
صبح ہوتی ہے کدھر شام کدھر ہوتی ہے

نگہِ ناز ہے کیا غمزۂ جادو کیسا!
غازہ کہتے ہیں کسے وسمۂ ابرو کیسا
عارض و خال و خط و حلقہ گیسو کیسا
آئنہ دیکھنا کیسا رخِ نیکو کیسا
کسکی جانب کوئی دزدیدہ نظر کرتا ہے
سرمہ کسطور سے یوں آنکھونمیں گھر کرتا ہے

محشر گردشِ دامانِ حسیناں کیا ہے
جنبشِ پنجۂ مژگانِ حسیناں کیا ہے
فتنۂ عطر گریبانِ حسیناں کیا ہے
شوخیِ نرگس فتانِ حسیناں کیا ہے
شانہ کہتے ہیں کسے زلف پریشاں کیسی
نام کس کا ہی جبیں ہوتی ہے افشاں کیسی

لب بالخوردۂ معشوق کی رنگت کیسی
دہنِ تنگ و دلِ تنگ کی صورت کیسی
سرخیِ خونِ شہیدانِ محبت کیسی
مسی کہتے ہیں کسے شامِ مصیبت کیسی
صندلیں رنگ سبب دردسری کا ہوتا
دیکھکر کاکلِ مشکیں سبھے سودا ہوتا

عمر بچپن کی تھی دنیا سے نہ تھا کام کبھی
نظر آتا تھا نہ آغاز نہ انجام کبھی
میں کیا کرتا تھا گہوارے میں آرام کبھی
دھیان میں پھرتی نہ تھی گردشِ ایام کبھی
چین سے پہلوئے مادر میں پڑا سوتا تھا
بس تھپک دیتی تھی غفلت جو کبھی روتا تھا

دیتے تھے رنج میں راحت مرے احباب مجھے
غصہ کی بات بھی تھی لطف کے آداب مجھے
آتا تھا تلخی افیوں سے شکر خواب مجھے
زہر ہو جاتا تھا گویا عسلِ ناب مجھے
مادرِ دہر پلاتی نہ تھی یہ زہر کے گھونٹ
دودھ کے گھونٹ نہ تھے میرے لئے زہر کے گھونٹ

راہ پاتا ہی نہ تھا دل میں مرے کوئی سخن
دل تھا گویا کسی معشوق کا اک تنگ دہن
حسن اور عشق کے سب قصے تھے لغوِ کہن
نہ مجھے ذوقِ شنیدن نہ مذاقِ گفتن
واقعہ کوہکن و قیس کا افسانہ تھا
ایک مزدور تھا اور دوسرا دیوانہ تھا

سلسلہ کوئی نہ تھا دل کی گرفتاری کا
دلمیں صیاد کے ارماں تھا دل آزاری کا
دانہ بیٹھا ہوا میں چنتا تھا ہشیاری کا
آشیانہ سے قدم نکلا نہ تھا خواری کا
رم آہو کے بیاں سننے سے وحشت ہوتی
بادیہ گردی مجنوں سے کدورت ہوتی

حال سے پردہ نشینوں کے خبر تھی کسدن
خود نمائی یہ حسینوں کی نظر تھی کسدن
اب جو ہے تاک مجھے آٹھ پہر اٹھتی کسدن
کون آتا تھا نگہ جانب در تھی کسدن
کس کے آئینے تصور میں عکس آجاتا تھا
شوق پابوس میں کب فرش ہوا جاتا تھا

کیا سمجھتا تھا کہ ہوتا ہے شکایت میں مزا
لبِ معشوق سے ملتا ہے حکایت میں مزا

ناز میں رکھتے ہیں کچھ عذر نزاکت میں مزا / وصل میں کیا ہے جو ہے تلخی حسرت میں مزا

بوسہ لینے میں شب وصل مچلتا ہے کوئی
نکلے دل پہلوی عاشق سے نکلتا ہے کوئی

زہر کھانیکی کسی کو ہے تمنا کہ نہیں / عاشق سبزۂ خط کو ہے گوارا کہ نہیں
تلخکامی کا بھی ہے ذائقہ میٹھا کہ نہیں / کچھ بھی شور اب اجل میں ہے مزا یا کہ نہیں

خون فرہاد میں ہاں تلخی حسرت کیا تھی
دودھ میں چشمۂ شیریں کے حلاوت کیا تھی

تنگی حلقۂ آغوش حبیباں کیا ہے / اور فشار لحد گور غریباں کیا ہے
گوشۂ انجمن عیش رقیباں کیا ہے / خلوت بیکسی رشک نصیباں کیا ہے

دل مایوس ہے کیا رنج مصیبت کیسا
کف افسوس ہے کیا زانوی حسرت کیسا

چشم عشاق میں کیا ہوتی ہے جای شب ہجر / کیا کوئی آنکھ کی تپلی ہے بلائے شب ہجر
پنجۂ مہر ہے کیا پردہ کشائے شب ہجر / کیا سحر بھی ہے کوئی چاک قبائے شب ہجر

ہے شفق یا کہ ہوا ظلمت شب کا دل شق
صبح کاذب ہے کہ ہے شمع سحر کا منہ فق

داغ حسرت کیطرح نجد میں سوزاں تھا کون / گھر میں لیلی کے بھلا شمع شبستاں تھا کون
جلوہ افروز سیہ خانۂ زنداں تھا کون / اور یعقوب کے گھر کا مہ تاباں تھا کون

کون تھا وہ جو چراغ رہ جاناں نہوا
کون چشم شعل ظلمت کہ کنعاں نہوا

ہوش آیا تو عجب خواب پریشاں دیکھا / اک پریچہرہ کو غرفہ سے نمایاں دیکھا
منہ کا آنکھ سے ملنا تھا کہ حیراں دیکھا / اسکا اس روزنے سے اپنے پشیماں دیکھا

پردہ بس چھوڑ دیا مجھ سے چھپایا منہ کو
میں تھا آئینہ مگر پھر نہ دکھایا منہ کو

وہ نگہ ایسی گئی ملکے نہ آئی اب تک
تھی وہ شعلہ کی بھڑک یا کوئی بجلی کی چمک

یادگار اپنی فقط چھوڑ گئی دلمیں کھٹک
موت بھی سامنے سے اُسکی الگ جا بیٹھی سرک

عاشق جلوہ طلب پھر اسے دیکھا ہی کیا
داغ اک دل یہ ملا برق کو ڈھونڈھا ہی کیا

میں اسی سوچ میں یارب یہ تماشا کیا تھا
گر ہے پابند تو پھر کیوں نہیں پابند حیا

تاکنا جھانکنا کیسا تھا یہ چھپا کیا تھا
اور جو مختار ہے آپ ہی تو اُسے ڈر کسکا

شوق سے پاس مجھے اپنے بلایا ہوتا
ورنہ تو میں نہیں پہلو میں بٹھایا ہوتا

نہ ہوئی تاب سخن مجھ سے ذرا بھی دمساز
گھر کو آنا ہی پڑا تاکہ نہ کھلجائے یہ راز

رہگئی سرمہ کی مانند گلے میں آواز
پیچھے پیچھے کہیں آتا نہو کوئی غماز

چادر سایۂ دیوار سے دیکھے روپوش
نقش دیوار کی صورت مجھے پائے خاموش

گھر کو آیا بھی تو پہلے سے زبوں تر احوال
اور پھر کشمکش ضعف کا مجھپہ وبال

نہ گذشتہ کا مجھے ہوش نہ کچھ فکر مآل
کہ دباتا تھا مری روح کو جینے کا خیال

دونوں پہلو تھے بہم صورت چین بستر
نقش قالین کیطرح تکیہ سے اُٹھتا تھا نہ سر

ضعف کے ہاتھوں سے تھا ہاتھ کا ملنا مشکل
شب فرقت کیطرح گھر سے نکلنا مشکل

مثل تدبیر کے تھا پاؤں بھی چلنا مشکل
طالع خفتہ کی مانند سنبھلنا مشکل

اُٹھ کے چلمن کیطرح خاک پہ آ پڑتا تھا

جی عدو بیٹہ کیطرح اُسکے گرا پڑتا تھا

اک مرا دوست جو تھا مجھکو دل و جانسے عزیز
نام اُسکا تھا مجھے وصل کے ارمانسے عزیز
حسنِ اخلاق میں وہ یوسف کنعانسے عزیز
مجھکو ایمان کی قسم کون ہے ایمانسے عزیز

لیگیا جلوہ دکھانیکو وہاں حکمت سے
آئینہ خانے میں لایا مجھے اک صورت سے

چشمِ بد دور کہوں کیا کہ وہاں کیا دیکھا
رنگ و نیرنگیِ معشوق کو یکجا دیکھا
لاکھ پردوں سے جو ظاہر ہو وہ جلوا دیکھا
ایک اک رنگ میں میں نے اُسے یکتا دیکھا

حیرتِ حسن کے ہر چار طرف نقشے تھے
ایک تصویر تھی اور سیکڑوں آئینے تھے

دل ہوا دیکھکر اُس ہوش ربا کے صدقے
آنکھ اُس خانۂ پر نور و ضیا کے صدقے
دلکے ارمان بھی انداز و ادا کے صدقے
نگہِ شوق عمارت کی صفا کے صدقے

شوقِ دیدار بھی پھر اُسکے کھنچا جاتی تھی
در و دیوار سے ملتی ہی چلی جاتی تھی

رازِ دل اُنکو اشارے دل میں جتایا میں نے
اثرِ جذبۂ محبت سے ڈرایا میں نے
گو تھا پردہ نشیں تھا نہ چھپایا میں نے
حال یوسف پہ جو گذرا تھا سنایا میں نے

میری افسونگری عشق کو وہ مان گئے
میں انھیں جان گیا وہ مجھے پہچان گئے

پھر تو ہر شب مجھے واں آپ ہی جانا ٹھہرا
اتفاقاً جو نہ آؤں تو بلانا ٹھہرا
ساغرِ مے کیطرح بزم میں آنا ٹھہرا
قصۂ شوقِ ملاقات سنانا ٹھہرا

روز افزونیِ اخلاص و محبت کیا کیا
عکس و آئینہ کو اس ملنے پہ حیرت کیا کیا

ایکدن جاکے جو دیکھوں تو ہے برگشتہ نظر
عشوہ و غمزہ مرے حق میں ہیں تیغ و خنجر
ہیں بنے بیٹھے مگر بگڑے ہوئے ہیں تیور
آخر اُس شوخ سے میں نے یہ کہا ڈر ڈر کر

آج کیا بات ہے جو اگلی سی وہ بات نہیں
وہ عنایات نہیں اور وہ مدارات نہیں

سنبھلے بیٹھے ہو کہیں وصل کا ساماں تو نہیں
کہتے ہو گھر سے نکل میں کوئی ارماں تو نہیں
مجھکو کیوں کوستے ہو میں شب ہجراں تو نہیں
شوخی وضع سمجھتا ہوں میں ناداں تو نہیں

آنکھیں کہتی ہیں کہ ہم بھید جتا دینگے ابھی
لب وہ ہنستے ہیں کہ ہم نام بتا دینگے ابھی

اتنا کہنا تھا کہ بگڑے مری قسمت کیطرح
آگئے سامنے میرے وہ مصیبت کیطرح
نکلے قابو سے وہیں میری طبیعت کیطرح
جھک پڑے ٹوٹ پڑے مجھپہ قیامت کیطرح

بولے تو اور مجھے بیوجہ یہ طعنے دینا
اسطرح اس دل نازک میں یہ چٹکی لینا

ہاں جلانیکو ترے گرمی پہلو کی قسم
خواب آلودگی نرگس جادو کی قسم
سر دشمن کی قسم اپنے ہی زانو کی قسم
نیند اڑانے کو تری قصۂ گیسو کی قسم

ہم جسے چاہیں اُسے اپنا ہم آغوش کریں
مثل تصویر نہالی تجھے خاموش کریں

اس خرابہ میں تو اک خواب پریشاں ہی رہے
تجھکو ہمخوابی معشوق کا ارماں ہی رہے
تیری تعبیر میں یوسفؑ بھی تو حیراں ہی رہے
رات و دن دولت بیدار کا خواہاں ہی رہے

سر دشمن کیلئے تکیہ ہو بازو اپنا
اور پتھر سے ٹپکتا رہے سر تو اپنا

بیٹھکر پردہ میں اچھا نہیں رسوا ہونا
تو بھی تو سوچ تجھے چاہیے تجھسا ہونا

ہائے میں اور مری بات کا چرچا ہونا
بس ہو ہو نہ کہیں راز کا افشا ہونا

پھندے چلمن کے نہیں وہ جو کسی سے سلجھیں
تار دامن نہیں جسمیں ترے ناخن الجھیں

تو ہی دلدادۂ انداز ستم ہے نہ کہ میں
تو ہی کوچہ میں مرے خاک قدم ہے نہ کہ میں
تو ہی وقف غم و اندوہ و الم ہے نہ کہ میں
تو ہی پامال ترے سر کی قسم ہے نہ کہ میں

مجھ سے یہ عشق کا دعویٰ تجھے! کچھ بات بھی ہے
تو ہے کیا چیز بھلا کچھ تری اوقات بھی ہے

مجھ سے ملنے کی ہے حسرت تجھے اس صورت پر
دعوئ مہر و محبت ہے تجھے اس صورت پر
آئنہ رویوں کی چاہت تجھے اس صورت پر
شوق نظارۂ صورت تجھے اس صورت پر

آتش غصہ میں دشوار ہے جینا مجھکو
ہوں پری آتا ہے غیرت سے پسینا مجھکو

پہلے ان باتوں کو تو سن کے میں کچھ گھبرایا
اپنی عزت کو جو دیکھا تو بہت جھنجھلایا
چپ رہوں ٹال بھی دوں جسمیں یہی ٹھیرایا
پھر کہا میں نے بھی جو میری زباں پر آیا

اور کو چاہونگا بس آگ لگاؤنگا تجھے
تو سہی حور تو دوزخ میں جلاؤنگا تجھے

ہاں او آتش زن سامان وفا میں ہی تو ہوں
سچ کہا شوخ نظر شوخ ادا میں ہی تو ہوں
گرمئ انجمن اہل جفا میں ہی تو ہوں
نام رسوا کن ناموس حیا میں ہی تو ہوں

میں نے ہی پردہ اٹھا کر تمھیں تاکا ہو گا
میں نے ہی آنکھ بچا کر تمھیں جھانکا ہو گا

پہلے یہ خوئے جفا جو ستم انگیز نہ تھی
نوک مژگاں مرے ناخن کیطرح تیز نہ تھی
میٹھی میٹھی نگہ ناز ستم آمیز نہ تھی
اور یہ چین جبیں دشنۂ خونریز نہ تھی

دم تیز ہیں نہ چلا کرتی تھی تیغ ابرو
جوہر آئینہ کی رگ سے نہ بہتا تھا لہو

اب جو ہیں تم میں یہ انداز تکلم ہی نہ تھے
غیر کو دیکھ کے در پردہ تبسم ہی نہ تھے

بزم دشمن میں یہ نغمے یہ ترنم ہی نہ تھے
دل کی پوچھو تو کہوں ایسے کبھی تم ہی نہ تھے

تازیانہ کو مجھ آوارہ سے پرہیز نہ تھا
چشم بیمار کو نظارہ سے پرہیز نہ تھا

یوں الگ چلنے کی تو تمہیں نہ تھی خو ہرگز
مجھسے بیزار نہ تھا غمزۂ دلجو ہرگز

طبع نازک نہ رہا کرتی تھی یکسو ہرگز
رخ نہ یوں پھیرتی تھی جنبش ابرو ہرگز

حسن اور عشق کی آپس میں رکاوٹ کب تھی
اسطرح غمزہ کی غیروں سے لگاوٹ کب تھی

جی میں ہے ادھر سے اب جی کو لگاؤں واللہ
اسکی تصویر کو پھر تجھ سے ملاؤں واللہ

میں تجھے مثل وفا دل سے بھلاؤں واللہ
مجھسے کم ہو تو تجھے منہ نہ دکھاؤں واللہ

سامنے اسکے جو تو آئے تری شامت ہو
رحم آجائے مجھے بھی یہ بری حالت ہو

کیا ہے دشوار کسی زہرہ جبیں سے ملنا
تم نہ یہ سمجھو کہ ہے مجھکو تمھیں سے ملنا

یہ بھی کیا پشت فلک کا ہے زمیں سے ملنا
اب کھلا جاتا ہے اک پردہ نشیں سے ملنا

تم نہیں! اور ہیں معشوق وفادار بہت
دل سلامت ہے تو ہیں دل کے خریدار بہت

تیری تصویر نہیں ہوں کہ میں خاموش رہوں
میری تقدیر نہیں تو کہ ترے ناز سہوں

اور کی لاکھ سنوں اپنی نہ دل ایک کہوں
آخر اس کشمکش جور سے کیوں تنگ نہ ہوں

دل ہیچ کاوش صد خار تمنا کب تک

آبلہ ہو کے نہ پھوٹے بھی! پھر اچھا کب تک؟

جانتا ہے تو مجھے ایک بلا ہوں میں بھی
جو مجھے چاہے تو خاک کف پا ہوں میں بھی

دل جلا دینے کو اک تیری ادا ہوں میں بھی
بندۂ اہل وفا بلکہ وفا ہوں میں بھی

آخر انسان ہوں میں بھی کوئی پتھر تو نہیں
پھر مسلمان ہوں کوئی بت کافر تو نہیں

گو مجھے دل سے ہے انکارِ وفائے خوباں
عمر رفتہ تو نہیں یاد ادائے خوباں

دل ہے بیٹھا یہ اٹھائے ہے جفائے خوباں
کیا کروں جب پھرے آنکھوں میں ادائے خوباں

کیا تصور کوئی غم ہے جو کہیں جا نکلے
کیا طبیعت بھی شب وعدہ ہے جو آ نکلے

مدتوں خون جگر غصہ میں پی پی کے رہا
رشک اعدا ستم دہر سہا خیر سہا

اب وہی اشک رواں بن کر ان آنکھوں سے بہا
پھر یہی کہتا ہوں اب دیکھ مرا ان کہا

چھوڑا جلن کیطرح تندی خو کو نہ تجھے
بھول یاد وعدہ کیطرح نام عدو کو نہ مجھے

پردہ ہی پردہ میں کرنی یہ جفائیں پیہم
یاد رکھ خوب نہیں دل کا ستانا ہر دم

دیکھ! اتنا نہ ہو رسوا کن انداز ستم
مجھکو اے عہد شکن ٹوٹے ہوئے دل کی قسم

نکروں تجھ سے وفا کیا بت خود کام سے کام
گرچہ ہے نام وفا پر مجھے کیا نام سے کام

دیگر

عشق تباہ کار نے حالت بگاڑ دی
غم نے بنائے خانۂ راحت بگاڑ دی

بیماری فراق نے صورت بگاڑ دی
ہر دم کے اضطراب نے عادت بگاڑ دی

تلخی خواب و دیدۂ حسرت کھلا ہوا

اک زہر ہے پیالے کے اندر گھلا ہوا

مرتا ہوں اور مرنے کی فرصت نہیں مجھے
روتا ہوں اور رونے کی ہمت نہیں مجھے

جیتا ہوں اور جینے کی طاقت نہیں مجھے
سمجھاؤں دل کو اتنی بھی قدرت نہیں مجھے

مجبور ہوں تو کہنے کو مجبور بھی نہیں
مہماں بلاؤں حشر کو کچھ دور بھی نہیں

جاتا ہے بچ کے نالہ و شیون الگ الگ
ہے شل گرہ باد نشیں الگ الگ

دامن سے جیب جیب سے دامن الگ الگ
سب دور ہیں کہ جان سے ہے تن الگ الگ

لو آج وقت بد بھی شریک الم نہیں
کہتی ہے یاس چھوڑ کے تو ہے تو ہم نہیں

تنہائی فراق بھی دم توڑنے لگی ہے
امید مرگ آپ کو منہ موڑنے لگی

تھا عمر بھر کا ساتھ مگر چھوڑنے لگی
ٹوٹی جو آس سختی جاں جوڑنے لگی

دم ٹوٹ جائے یہ کوئی بند قبا نہیں
غم چھوٹ جائے یہ بت نا آشنا نہیں

یہ ضعف ہے کہ جان سے جانا محال ہے
دل میں خیال یار بھی لانا محال ہے

بیہوش ہوں تو ہوش میں آنا محال ہے
نقش امید وصل مٹانا محال ہے

دو دو پہلو فکر اک اب خموش سے نکلے
سینہ پہ ہاتھ حلقہ آغوش بن گئے

لبہائے بے سوال کے پردہ میں کیا ہیں ہم
گویا مرقع نگہ سرمہ سا ہیں ہم

آئینہ خموشی حسرت نما ہیں ہم
اپنی شکست شیشہ دل کی صدا ہیں ہم

کس کو دماغ ناصحی و غم زدہ و حال کا
محشر بھی ایک سادہ ورق ہے خیال کا

مارا ہے مجھکو ایک بتِ لاجواب نے
پردہ کیا ہے فاش یہ اپنا حجاب نے
تڑپا دیا ہے گرم نگاہِ عتاب نے
لوٹا ہے دلکو تازہ بہارِ شباب نے

اے ہمنشین بتاؤں کسے کس کا نام لوں
تو پہلے مجھکو تھام لے میں دلکو تھام لوں

وہ منکرِ وفا جسے اپنے پہ لاکھ ناز
وہ بددماغ سایۂ گیسو سے احتراز
لیلی سے سرگراں ہے تو شیریں شریکِ راز
مشاطہ سے بھی حسنِ خداداد بے نیاز

کچھ چپکے چپکے صاف وہ ہونٹوں میں کہہ گیا
تصویر اپنی دیکھتے ہی کھنچکے رہ گیا

شرم و حیا میں فردِ حسینوں میں انتخاب
مذہب میں اُسکے فرض ہیں اور موجبِ ثواب
جور و جفا و ظلم نہانی میں لاجواب
ناز و تغافل و ستم و کینہ و عتاب

لاکھوں فریب اُس بتِ پیماں گسل میں ہیں
بل جسقدر ہیں زلف میں اتنے ہی دل میں ہیں

خودبین و خود فروش ہے بےرحم و سنگدل
ہر بار جور تازہ ہے اور ظلم متصل
پیماں گسل ہے صبر گسل اور جاں گسل
میری وفا سے بھی نہیں ہوتا کبھی خجل

شکوہ کیا تو کفر کیا قہر ہو گیا
مجبور ہوکے عذر کیا زہر ہو گیا

ہاں یادِ ہمکناری جاناں سے کیا حصول
خمیازہ ہائے حسرتِ پنہاں سے کیا حصول
ناحق کی چھیڑ چھاڑ سے ارماں سے کیا حصول
خالی بغل ہے مفت کے احساں سے کیا حصول

کیا ہو گیا خیال اگر ساتھ سو گیا
دب دب کر اور دل کا برا حال ہو گیا

اشتیاقِ وصالِ شاہد سیمیں بدن اعبث
یادِ حلاوتِ لب و سیب ذقن اعبث

فکرِ دو زلفِ شکن در شکن اعبث
نقشِ خیالِ نرگسِ جادو فن اعبث

اُس ساقِ صندلیں کی صفائی سے کام کیا
اُس نازنیں کے دستِ حنائی سے کام کیا

اے دل مجھے تصورِ جاناں سے فائدہ
عجز و نیاز و پیشِ بتاں سے فائدہ

آنکھوں کو خوابہائے پریشاں سے فائدہ
بے صرفہ شکوۂ شبِ ہجراں سے فائدہ

مشقِ تصورِ نگہِ شرمگیں سے کیا
چپکے ہی چپکے جائیگی جانِ حزیں سے کیا

اُن کو مرا خیال بھی ہو سر بسر غلط
اس ہجر کا ملال بھی ہو سر بسر غلط

اندیشۂ مآل بھی ہو سر بسر غلط
کچھ خواہشِ وصال بھی ہو سر بسر غلط

مشکل ہے اُن کو اپنا دوپٹہ سنبھالنا
وہ اور دل سے گرتے ہوئے کا سنبھالنا

میں اور ماتمِ غمِ جاوید ہائے ہائے
دل اور جانگدازیِ امید ہائے ہائے

فرصت ہو اور نالوں کی تجدید ہائے ہائے
آنکھیں ہوں اور حسرتِ دید ہائے ہائے

انشدوقِ مزاج بھی کچھ مستوی سا ہے
کھلتا نہیں کہ درد مجھے جانکنی کا ہے

ڈالا یہ تفرقہ فلکِ ہرزہ کار نے
آنکھیں دکھائیں گردشِ لیل و نہار نے

غربت کا داغ ہمکو دیا روزگار نے
پھیلائے پاؤں طالعِ ناسازگار نے

صورت بگاڑے بیٹھے ہیں رنج و محن سے ہم
منہ کو چھپائے لیتے ہیں یادِ وطن سے ہم

آزاد ہوں کہ اب کوئی حسرت نہیں رہی
کوسوں کسے زبان میں طاقت نہیں رہی

وہ دل نہیں رہا وہ طبیعت نہیں رہی
اے بختِ بد تو نید شکایت نہیں رہی

افسردگی دل نے بجھایا چراغ دل
آگے بڑھا ہوا ہے عدم سے فراغ دل

آشنا کوئی نہیں کہ کہوں اُس سے رازِ دل
اُسکو دکھاؤں حالتِ سوز و گدازِ دل
اُسکو سناؤں قصۂ فکرِ درازِ دل
بھیجوں زبانی اُسکے پیامِ نیازِ دل

سُن میری بات میری کہانی پہ رحم کر
ظالم تو اپنی اٹھتی جوانی پہ رحم کر

ظالم یہ عشوہ ہائے فسوں ساز کس لیئے
بیباکیٔ کرشمہ و انداز کس لیئے
یہ غمزہ ہائے شعبدہ پرداز کس لیئے
تجھسے بھی آگے بڑھنے لگے ناز کس لیئے

شیرازۂ تبسمِ پنہاں نہ ٹوٹ جائے
دستِ مژہ سے شرم کا دامن نچھوٹ جائے

نیرنگِ غمزہ در پئے افشائے راز ہے
رنگینیٔ مزاج تو محفل طراز ہے
بیباکیٔ کرشمہ بھی ہنگامہ ساز ہے
پھر تجھکو اپنی پردہ نشینی پہ ناز ہے

کیا پوچھتا ہے جلوۂ پنہاں کے باب میں
اک موجِ خندہ ہے جو شکن ہے نقاب میں

اس فتنہ گر کے طرزِ تجاہل کو دیکھنا
آشفتگیٔ گیسوؤ کاکل کو دیکھنا
اپنے سے بیخبر ہے تغافل کو دیکھا
اسپر بھی اسکی شانِ تحمل کو دیکھنا

تیزی ہے شباب کی کیا سادگی میں ہے
اسمیں بھی وہ نہیں جو مزا سادگی میں ہے

طرزِ حیا بڑھی ہوئی استادیوں میں ہے
بیہودگی ایک قید بھی آزادیوں میں ہے
شوخی کھلی ہوئی ستم ایجادیوں میں ہے
وہ آپ اپنے حسن کے فریادیوں میں ہے

حیران کار ہے وہ بت جو ردش نپوچھ!

اس ناز کی رہتی ہے جو کشمکش نہ پوچھ!

اس نازنیں کی جان بھی ہے پیچ و تاب میں
تمکیں حیا میں اور ادا اضطراب میں

شوخی سے لاکر آئینہ رکھا حجاب میں
غیرت نے سادگی کو بڑھایا جواب میں

آنکھیں جتا رہی ہیں کہ مستی کا جوش ہے
کہتی ہے وہ نگاہ کہ سرمہ خموش ہے

پہلوئے شرم نرم کی مجھکو خبر کہاں
بستر میں رنگ و بوئے چمن کا اثر کہاں

آنکھوں کو لطف جاگنے کا رات بھر کہاں
پلکوں سے وہ تراوش خواب سحر کہاں

سونے میں منہ سے جب وہ دوپٹہ سرک گیا
یہ غل ہوا کہ فتنۂ محشر چمک گیا

اے نوبہار باغ تمنا کدھر ہے تو
اے روشنی چشم تماشا کدھر ہے تو

اے مہربان عاشق رسوا کدھر ہے تو
اے قدردان شکوۂ بیجا کدھر ہے تو

جان حزیں بڑھی ہوئی کوسوں عدم سے ہے
پھر بھی تجھے گلہ ترے انداز رم سے ہے

کچھ یاد ہے وہ گرمی بزم شراب حسن
مست مے وصال تھا میں تو خراب حسن

تھا صاف اپنے جامہ سے باہر شباب حسن
آپ ہی کھلے ہوئے تھے وہ بند نقاب حسن

بیتابی ہوس میں کسی کو نہ ہوش تھا
بوسے بھی لیں گئے تھے کسی کا خروش تھا

افشاں کہاں مسی تھی کہاں رنگ پان کہاں
گلچیں ہو مست باغ تو گل کا نشاں کہاں

رکتا تھا روک لینے سے شوق نہاں کہاں
پہونچا تھا ہائے دست تمنا کہاں کہاں

کن حسرتوں سے ملنے کی حسرت ملا کئے تھی
ناچار انتظار کی آنکھوں میں خاک تھی

بدمستیٔ شباب کی باتیں بھی یاد ہیں
منہ پھیر کر عتاب کی باتیں بھی یاد ہیں
اس شوق بیحجاب کی باتیں بھی یاد ہیں
پہلو میں اضطراب کی باتیں بھی یاد ہیں
تھا شکوۂ نزاکت بیجا اٹھا ہوا
جوبن کیساتھ شرم کا پردہ اٹھا ہوا

مجھسے تو بیخبر تھے کچھ اپنی خبر بھی تھی
اپنی نزاکتوں پہ تمھیں کچھ نظر بھی تھی
جس شب ہمیں ساتھ سوتے تھے اسکی خبر بھی تھی
زلفوں کیساتھ لپٹی ہوئی وہ کمر بھی تھی
رگ رگ میں بھر گئی تھی جو شوخی تھی آنکھ میں
تم تھے بغل میں یا کوئی پتلی تھی آنکھ میں

منہ میں زبان دیکے یہ کہنا کہ چھوڑیئے
دل سے نہیں حیا سے اشارا کہ چھوڑیئے
لب کاٹنا پھر اس پہ یہ جھگڑا کہ چھوڑیئے
پہلو بچا بچا کے تقاضا کہ چھوڑیئے
کیا تم ہو کوئی رنجش بیجا کہ چھوڑ دوں
کیا جان بھی ہے مفت کا سودا کہ چھوڑ دوں

دیگر در نعت

اے ذوالجلال اوج معانی دکھا مجھے
طبع سلیم راست بیانی دکھا مجھے
فیضان شان اعظم شانی دکھا مجھے
تیغ زباں تو اپنی روانی دکھا مجھے
کیونکر مرا دماغ نہو آسمان پر
معراج مصطفےٰؐ کا سخن ہے زبان پر

وہ فخر انبیا ہے زمین و زماں کا فخر
خاک قدم ہے مہر و مہ و آسماں کا فخر
وہ مرکز محیط ازل دو جہاں کا فخر
نعلین پاک کون و مکاں لامکاں کا فخر
عزت کو عزت اس سے شرف کا شرف وہ ہے
موج قدم صدف ہے تو دُرِ نجف وہ ہے

کعبہ میں جلوۂ رخ زیبائے مصطفیٰ
دیکھو فروغ گوہر یکتائے مصطفیٰ
ایمن میں نور شمع تجلائے مصطفیٰ
دونوں جہاں ہیں محو تماشائے مصطفیٰ

کیا آپ سے عرب کا مقدر چمک گیا
ایجاد اور وجود کا اختر چمک گیا

بطحا کی آب و تاب ہے یثرب کا نور عین
مکہ کی زیب و زین ہے کعبہ کو دلکی چین
یثرب کا نور عین ہے مکہ کی زیب و زین
کعبہ کو دلکی چین ہے سلطان مشرقین

یہ مشرقین ذرّے ہیں اُس گرد راہ میں
ذرّے بھی وہ جو کچھ نہ سمائیں نگاہ میں

موسیٰؑ کو دیدیا ید بیضا تو کیا ہوا
خلت میں گر خلیلؑ ہیں یکتا تو کیا ہوا
یوسفؑ کو مل گیا رخ زیبا تو کیا ہوا
داؤدؑ نے یہ مرتبہ پایا تو کیا ہوا

لمعات ہیں یہ سب اُسی مہر منیر کے
قطرے گرے ہوئے اُسی ابر مطیر کے

اُسکی ثنا ثنا کی سعادت بیاں کا فخر
اُسکی صفت صفت کی لطافت زباں کا فخر
اُسکا بیاں بیاں کی شرافت ہاں کا فخر
اُسکی مدیح مدح کی عزت جہاں کا فخر

انساں کی فضل یہ ہے کہ گویائے نعت ہو
ایماں کا خاصہ ہے کہ جویائے نعت ہو

مدحت نگار خاص جناب رسولؐ ہوں
عزت میں آج مردم چشم قبول ہوں
میں خادم بتول و عشیرہ بتول ہوں
جنت پکارتی ہے قریب الحصول ہوں

مداحی شفیع امم کا لقب ملا
جو کچھ مجھے ملا ہے وہ حسّان کو کب ملا

شاغل ہوں وصف ذات کریم الصفاتؐ میں
ہے ہمصفیر روح قدس بات بات میں

شہرہ صریر خامہ کا ہے کائنات میں
آب حیات خضرؑ نے ڈالا دوات میں

مانا کہ یہ مبادی عالی کا فیض ہے
مقبول ہو تو مالک و والی کا فیض ہے

ایماں کی اصل سے یہ قلم ہے لیا ہوا
کاغذ یہاں حضور دل اولیا ہوا
قطعی یقیں سے قط بھی ہے سید ھا دھرا ہوا
مسطر شعاع نور خدا سے کیا ہوا

دعویٰ یہ میرے کفر ہے حاجت گواہ کی
تصدیق ہے شہادت ان لا الٰہ کی

مضموں نیا بیان نیا رنگ بھی عجیب
تمہید بھی نئی ہے تو آہنگ بھی عجیب
بندش نئی روش بھی نئی ڈھنگ بھی عجیب
اشعار پاک کی ہے یہ فرہنگ بھی عجیب

لفظوں میں ایک خاص تجلی کی شان ہے
حرفوں میں صاف کوکب دری کی شان ہے

اے بادپائے فکر ذرا اور تیز ہو
اے خامۂ خجستہ رقم مشک ریز ہو
حق ہمعناں ! مخالف حق سے گریز ہو
ہر لفظ دلپذیر ہو اور لطف خیز ہو

مضمون بیمثال کی تصویر کھینچدوں
چشم سخن میں سرمۂ تسخیر کھینچدوں

اے جبرئیلؑ باب رسالت ہے دیکھنا
ناموس انبیاؑ کی عمارت ہے دیکھنا
اسریٰ بعبدہٖ کی جو عزت ہے دیکھنا
یہ اوج اوج قصر سعادت ہے دیکھنا

رفعت یہ کہہ رہی ہے ادب کا مقام ہے
قدرت ہے جسکا زینہ قضا جسکی بام ہے

یہ صحن پاک وادی موسیٰ سے کم نہیں
بیت الشرف ہے عرش معلیٰ سے کم نہیں
ہر ذرہ اسجگہ ید بیضا سے کم نہیں
کعبہ سے اور مسجد اقصیٰ سے کم نہیں

یاں ہے محیطِ شانِ الٰہی کا دبدبہ
پیدا ہے فیضِ لامتناہی کا دبدبہ

اللہ ری وہ شوکتِ سلطانِ انبیا
تھامے ہوئے رکاب کو ہے زہد و اتقا
تقدیس پائے بوس ہو تطہیرِ خاکِ پا
روکے ہوئے لگام کو ہے فضلِ کبریا

سامانِ آمد آمدِ خیر الوریٰ کا ہے
یہ مد و جزر قلزمِ فیضِ خدا کا ہے

کیا کیا ہے زورِ پنجۂ قدرت بڑھا ہوا
سینہ میں جوشِ بخششِ امت بڑھا ہوا
دونوں جہاں سے توسنِ ہمت بڑھا ہوا
آنکھوں میں پاسِ مہر و محبت بڑھا ہوا

وہ چشمِ انتظارِ دعا ہے کھلی ہوئی
وہ رحمتِ قبول کھڑی ہے تلی ہوئی

کس شان سے چلی ہے سواری حضور کی
ہے توسنِ شریف کہ پیکر ہے نور کی
ہے آگے آگے یادِ خدائے غفور کی
حلقے رکاب کے ہیں کہ آنکھیں ہیں حور کی

ہاں اقتدارِ احمدِ مختار دیکھنا
روح الامیںؑ ہیں غاشیہ بردار دیکھنا

مرکب ہے برقِ طور کا پتلا بنا ہوا
ہے نصف شب میں صبح کا تڑکا بنا ہوا
ہر ایک نقشِ سُم یدِ بیضا بنا ہوا
پیچھے ہے آفتاب بھی سایہ بنا ہوا

کیا کام فیضِ روشنیِ مہر و ماہ کا
پرتو ہے شمعِ اشہد ان لا الٰہ کا

سرعت یہ تھی جہاتِ جہاں سے نکل گیا
اب کیا کہوں کہ قیدِ بیاں سے نکل گیا
یا ناوکِ قضا تھا کماں سے نکل گیا
غافل ہے نطق اور زباں سے نکل گیا

ہاں امتحانِ کن فیکون کا ظہور تھا

اللہ سے قریب آپ وہ اپنے تو دور تھا

اُس سے جو بہ روی میں مقابل ہوئی نظر — آنکھوں پہ رکھے پاؤں نہ سر سے کو خبر
خورشید [illegible] کر — [illegible] نشان ظفر

[illegible]
[illegible]

[illegible] — [illegible] طواف
[illegible] — [illegible] کی نان

[illegible]
[illegible] صاحب الیقان [illegible]

یہ رات ہے کہ [illegible] مغفرت — [illegible] مغفرت
[illegible] — [illegible] دولت حیا و [illegible]

ہے ذکر [illegible] وصال [illegible] کا
امت کو مل گیا ہے وثیقہ [illegible] کا

یہ شب ہے روح بخشش تن زار عاصیاں — یہ شب ہے مرہم دل افگار عاصیاں
یہ شب ہے دود شمع شب تار عاصیاں — یہ شب ہے صبح دولت بیدار عاصیاں

یہ رات ہے کہ سورۂ فتح قبول ہے
پہلے دعا سے رحمت حق کا نزول ہے

خاموش ہوں کہ طرز ملاقات کیا کہوں — عاجز ہے ناطقہ کہ یہاں بات کیا کہوں
شان صفات واجب الذات کیا کہوں — بیچوں بیان و اشارات کیا کہوں

مضمون وہ نہ آئے جو عقل سلیم میں
جیسے مقطعات کلام کریم میں

رحمت جتا رہی ہے کہ کیا کیا بنا دیا
اس قرب نے دنیٰ فتدلیٰ بنا دیا

وحدت بتا رہی ہے کہ یکتا بنا دیا
اچھے کو آج اور بھی اچھا بنا دیا

ظاہر میں جبرئیلؑ و فرس کا بہانہ تھا
باطن میں جلوہ کششِ دوستانہ تھا

حاضر ہیں دو جہان یہاں اختیار میں
ماضی کا اعتبار نہیں اعتبار میں

آئینہ جسطرح کفِ آئینہ دار میں
دیکھو لہو ہے خشک رگِ انتظار میں

اطلاقِ سمت و نسبت ہے رشتۂ نمود ہے
فعلیتِ وجود ہے مصداقِ شہود ہے

اے فخرِ مرسلین ترے اس نام کے فدا
اے نورِ اولین ترے اقدام کے فدا

اے بادشاہِ دین ترے احکام کے فدا
اے رحمتِ مبین ترے اکرام کے فدا

وہ دن خدا کرے کہ زیارت نصیب ہو
دنیا میں مجھکو روضۂ جنت نصیب ہو

بس اے وفا محلِ ادب ہے ذرا ٹھہر
تفصیل ایک مصرعۂ مجمل پہ ختم کر

تو اور نعتِ فخرِ رسلؐ سیدِ البشر
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اے ذاتِ تو نشانۂ ذات آمدہ
فارغ ز قیدِ اسم و اشارات آمدہ

ہاں جان و دل سے شیفتۂ پنجتن ہوں میں
مداحِ چار یارِ رسولِ زمن ہوں میں

قربان و جاں نثارِ حسنؑ و حسینؑ ہوں میں
دلدادہ و فریفتۂ انجمن ہوں میں

سنی ہوں امتی ہوں رسولِ انام کا
پیرو امامِ اعظمؒ عالی مقام کا

یا رب جنابِ شافعِ محشر کے واسطے

یا رب بتولؓ و عترتِ اطہر کے واسطے

یارب چہار یارؓ اکبر کیواسطے | یارب محی الدین پیمبرؐ کیواسطے

ہو عاقبت بخیر مرا خاتمہ بخیر
قدسی کہیں کہ خوب ہوا خاتمہ بخیر

دیگر در نعت

[ا]للہ الحمد ہوا مہر تجلی گستر | نکلا پھر جیب افق سے ید بیضائے سحر
آج ہر ذرہ ہے آئینہ تصویر مگر | عکس معشوق حقیقی کا جو آتا ہے نظر

ذرے ذرے سے انا اللہ کی صدا آتی ہے
خلق موسیٰ کیطرح سنتے ہی غش کھاتی ہے

روشنی مہر جہانتاب کی چھائی ایسی | چشمۂ آب بقا پر بھی اندھیری [illegible]
تھی زمانہ میں جو ظلمت وہ یہانتک کھوئی | ناظر کو دیدۂ آہو میں سیاہی [illegible]

اس سے آگے نہیں معلوم ملا یا نہ ملا
[illegible] ہوالونکو [illegible] تو اندھیرا نہ ملا

ہو گئی آئینہ دل میں بھی ایسی صیقل | [illegible]
[لو]گ کہتے ہیں کہ گذرا [illegible] | [illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible] | عقل اول سے یہاں [illegible]
[illegible] | [illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible] | [illegible]

اکطرف رکھا ہوا تھا قلم نادرہ کار
نقطہ و دائرہ و خط کے نہ تھے کچھ آثار

صفحۂ دہر تھا صناع ازل کا کاغذ
دیکھنے سے وہ نظر آتا تھا سادا کاغذ

چاہا نقاش ازل نے کہ وہ نقشہ کھینچوں
غزو تمکین و نجابت میں ہو از بس موزوں
جسکے ہر رنگ میں ہو جلوۂ حسن بیچوں
پیار کی آنکھ سے دیکھوں اُسے اور پیار کروں

واہ رے عشق ادھر حسن کا سامان کیا
دونوں عالم کو ادھر پہلے سے قربان کیا

چودہ و دیدۂ توحید سے لیا اک ورق
جسکے جلوہ سے پُر انوار ہیں ہفت طبق
کھینچا نقش پھر اُسپر وہ بنا کر مطلق
خوبرو ایسا تھا جسکی ہے شان برحق

نور پھر چہرے کے اُسکے برق صفت چمکایا
جو نہ کچھ تھا تو وہ موسیٰ کو وہاں دکھلایا

رکھ کے پردہ میں جو کہنا تھا وہ پیار کیا
اسکے باہر اُسے پھر جلوہ گہ ناز کیا
حسن یکتا سے دیا معشوق کو زینت کھا
خوبی حسن میں قدرت کا تماشا دیکھا

[illegible] سرمدی [illegible]
[illegible] محمود و محمد رکھا

واہ کس شان کی تصویر کھینچی شکل قسیم
رنگ و بو ہو کے ملے جس میں حدوث و قدم
جسپہ سو جان سے قربان ہوئے لوح و قلم
نظر آتی ہے عجب قدرت رب اکرم

ہمہ خوبی ہمہ شوخی ہمہ رعنائیہا است
بارک اللہ ہمہ مجموعۂ زیبائیہا است

ایسی صورت کہ جسے مصحف ایماں کہئے
ایسی صورت کہ جسے شمع شبستاں کہئے
ایسی صورت کہ جسے قدرت یزداں کہئے
ایسی صورت کہ جسے مہر درخشاں کہئے

ایسی صورت پہ ہوا دل بھی جگر بھی صدقے
ایسی صورت پہ تو آنکھیں بھی نظر بھی صدقے

کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کیسی ہے
حسن کیسی ہے [illegible]
شوخ خیال کیسی ہے تیرا آہوئے نظر کی کیسی ہے
دیکھنے والو کہو یہ خبری کیسی ہے

[illegible]
جلوۂ احمد کا تو ہاں نور خدا کا کہیئے

گیسو و عارض روشن کا بیاں ہے اطول
حقیں دو ونکے لئے دیتا ہوں قول مجمل
کھولنا چاہیئے اب نکتۂ مشکل و دل
ہے اگر شام ابد ہے تو ہے وہ صبح ازل

اسکو والیل کی تفسیر کہا کرتے ہیں
اسکو والنور سے تعبیر کیا کرتے ہیں

بولی تصویر بتاؤ ہمیں کیا کہتے ہیں
ہم تری شان میں لولاک لما کہتے ہیں
دست قدرت نے کہا نور خدا کہتے ہیں
قاب قوسین تجھے اور دنیٰ کہتے ہیں

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
انچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

گرچہ سینے میں مرے نور نبی پنہاں ہے
چشم ظاہر سے مگر دیکھنے کا ارماں ہے
ناطق کہتے ہیں جسکو وہ دل حیراں ہے
ہے سوال ارنی اور نیا ساماں ہے

دل کا میدان بھی اک وادی پرُنور بنا
شعلۂ آہ جو نکلا شجر طور بنا

آرزو یہ ہے کہ جنت کا تماشا دیکھوں
جو نہ دیکھا کبھی رضواں نے وہ صحرا دیکھوں
اپنی ان آنکھوں سے میں شیرب دلربا دیکھوں
اور پھر آگے کہوں کیا کہ میں کیا کیا دیکھوں

خضر نازاں ہو مری بادیہ پیمائی پر

صدقے جمعیت کونین ہو تنہائی پر

دن کو تو خضر مری راہبری فرمائیں
پھر چراغ ید بیضا وہ مجھے دکھلائیں
رات میں حضرت موسیٰ بھی کہیں مل جائیں
وادیٔ ایمن مقصود کی رہ بتلائیں

جاکے اس دشت میں رکھوں جو قدم کانٹوں پر
دیکھکر لوٹے وہیں باغ ارم کانٹوں پر

[illegible] ہر دوسرا آتا ہے
بادۂ [illegible] توحید [illegible] آتا ہے
طالب جلوۂ محبوب خدا آتا ہے
ہمہ تن دیدۂ مشتاق لقا آتا ہے

ختم اس کا ہے وفا اور وفا مذہب ہے
آپ کے نام پہ مر جائے یہی مطلب ہے

یہ مسدس مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور کے سالانہ جلسہ پر تصنیف ہوا

وقت ہے حوصلۂ قوت ایمانی کا
زور ہے غلغلۂ رحمت یزدانی کا
کام ہے فیصلۂ ظلمت پنہانی کا
شور ہے کوکبۂ سطوت قرآنی کا

پردۂ غیب سے کیا جلوۂ یکتا نکلا
جیب اقبال سے گویا ید بیضا نکلا

صفحۂ دہر پہ کھنچے نور کے نقشے کیا کیا
شوخیٔ حسن کے ہوتے ہیں تقاضے کیا کیا
پرتو وحدت مطلق کے ہیں معنے کیا کیا
پھر تجلی نے دکھائے ہیں تماشے کیا کیا

خانۂ ناز کی اب جلوہ گری ہوتی ہے
شاہد راز کی ہاں پردہ دری ہوتی ہے

لوح محفوظ پہ کیا آکے بشارت آئی
پھر قدمبوس ہمایوں کو طہارت آئی
خیر مقدم کیلئے بڑھ کے ہدایت آئی
سر تسلیم جھکائے ہوئے طاعت آئی

جوہر قدس کی دارین تابی دیکھو

مختتم فیصلہ ہے فصلِ خطابی دیکھو

اے خوشا نسخۂ مقبولیِ ماہِ رمضاں
وضع میں صیقلِ آئینۂ نورِ ایماں

جسکا مطلع شرفِ انزل فیہ القرآں
شان میں اسمِ اشارہ کیطرح سرِّ نہاں

اسکو دیباچۂ اسفارِ سعادت کہیئے
اسکو شیرازۂ اوراقِ عبادت کہیئے

ونیتنا [illegible] تبتل تا بہ تنزیل
بارک اللہ [illegible] قندیل

حامل نور [illegible] جبریل ع
[illegible] جمیل

منبعِ لاہوت ہے یہ شمعِ فروزانِ ازل
بزمِ ناسوت ہے اک جرمِ چراغانِ ازل

یہ وہ ہے سینہ جسے کہتے ہیں سینۂ قابل
بلکہ ہے صیقلِ اکملت لکم بھی کامل

ہر اشارہ میں [illegible] گہر دریا بل
ہوگیا جوہرِ اتممت علیکم حاصل

ہاں رسالت کیلئے حجتِ قاطع نکلا
اور فی حلقِ فمنا جامع و مانع نکلا

نقشِ موزونیِ دامانِ رسالت کہیئے
درۃ التاج درخشانِ رسالت کہیئے

نکہتِ نورِ گریبانِ رسالت کہیئے
پرتوِ شانِ خدا شانِ رسالت کہیئے

وہ رسالت جسے توحید کی ضو کہتے ہیں
شمع کاشانۂ تمجید کی لو کہتے ہیں

وہ رسولِ عربی گوہرِ دریائے قدم
ہمہ تن مردمکِ دیدۂ لیلائے قدم

اولیں آئینۂ شاہدِ زیبائے قدم
منتخب نقطۂ خالِ رخِ زیبائے قدم

اے وہ سر دفترِ نازش ہے دو عالم کیلئے
اے وہ سرمایۂ بینش ہے دو عالم کیلئے

راست آئی قدِ رعنا پہ قبائے طٰہٰ
زیبِ دستار ہوا طرۂ لولاک لما
خوبیِ جلوۂ رفتار ہے فیضِ اسریٰ
مرحبا شانِ خدا صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ

لکھتے ہیں جسکو ازل ہے وہ گریباں انکا
لکھتے ہیں جسکو ابد گوشۂ داماں انکا

مردمِ دیدۂ اہلِ یقیں زمینِ یثرب
چمکی ہے نور محمد سے جبینِ یثرب
مرحبا عصمتِ فردوس بریں یثرب
بنگیا عرش نشیں خاک نشینِ یثرب

اے تری عرش نشینی پہ فلک بھی قرباں
اے تری خاک نشینی پہ فلک بھی قرباں

عظمت [illegible] تجھ پر
[illegible] تجھ پر
مرحبا منزلتِ عرش نشاں ہے تجھ پر
حبذا مرتبۂ قرب و جلال ہے تجھ پر

اے وفا عاشقی آمیز دل و دیں حاصل باد
ہمت و کوشش و توفیق ازل شامل باد

رباعیات

حسرت سے کہا کہ در پہ شاہاں میں ہوں
عصمت سے کہا کہ [illegible] میں ہوں
اک آرزو [illegible] دل زار کو دیں
بولا کبھی قسمت کہ [illegible] ہوں

دیگر

اے ذوق نظر یہ دید [illegible]
اے شوق [illegible]
ایسا شرم گستہ [illegible] سے آئی
اے شانِ کرم [illegible]

دیگر

کیا پوچھتے ہو میرے دلِ زار کا حال
امید ہے خستہ اور تمنا پامال

کچھ آتشِ شوق گر بھڑک اٹھی کبھی
افسردگیِ غم نے دیا پانی ڈال

دیگر

میں بزمِ خیال سے ابھی آیا ہوں
تصویرِ عدم کے رنگ اڑا لایا ہوں

اے مانیِ وہم موشگافی کی قسم
خامہ پرِ عنقا ہے تو میں سایا ہوں

تقریظِ منظوم بر رسالہ من تصنیف مولوی سلامت اللہ صاحب مرحوم

آؤ حسنِ نظر افروز کا جلوا دیکھو !
یوسفِ مصرِ معانی کا تماشا دیکھو !

گوشِ تحقیق سے سنو حقیقت [illegible]
چشمِ تصدیق سے شانِ دل آرا دیکھو !

حرف کو سرمۂ دیدۂ تحقیق سمجھو !
نقطہ میں عالمِ وحدت کا تماشا دیکھو

باغِ تہذیب ہے اور تازہ بہارِ امید
گلِ پردازیِ دستِ چمن آرا دیکھو

پرتوِ تشبیہ ہے اور شمعِ کمال جاوید
سعیِ نازِ قلم حوصلہ فرسا دیکھو

نقشِ زمانہ ہیں ہزاروں ہونگے
داغ مٹ جاتے ہیں جب پردۂ سویدا دیکھو

گلِ تحریر ہے کیا آتی ہے بوئے گلشن
باغِ تشبیہ ہے جنت کا نمونا دیکھو

قلم سے ہیں جدا دل کیا کیا
آج شاداب ہوا نخلِ تمنا دیکھو

حجتِ ناطقِ برحق کی متانت سمجھو
شانِ بیرنگیِ مطلق کا تماشا دیکھو !

نقطہ نقطہ سے عیاں ہیں سوادِ ایمن
صفحہ صفحہ ہے بیاضِ یدِ بیضا دیکھو

از خدا تا بہ نبی جادۂ راہ است عیاں
خامۂ راستیِ آئین کا اشارا دیکھو

از ازل تا ابد بحرِ قبول است رواں
جوہرِ طبعِ مضامیں کا تقاضا دیکھو

کھل گیا بابِ عطا بڑھنے لگا شوقِ وفا
آؤ اربابِ صفا رنگ دعا کا دیکھو

بابِ اخبارِ بشارت میں لکھیں تا شنو
نسخۂ صبحِ سعادت میں پڑھیں تا دیکھو

[illegible] دیکھو

[illegible] دریا دیکھو

[illegible] دیکھو

[illegible] دیکھو

[illegible] نقشا دیکھو

[illegible] دیکھو

[illegible] دیکھو

[illegible] دیکھو

[illegible] دیکھو

[illegible] دیکھو

[illegible] دیکھو

دین حق پر کرم [illegible] دیکھو

آ گیا [illegible] دیکھو

دیکھ [illegible] دیکھو

[illegible] دیکھو

[illegible] دیکھو

[illegible]

کلام فارسی

قصیده در مدح جناب [illegible] والی ریاست [illegible]

تا رخ [illegible] که گیسوان برابر است — [illegible] برابر است

در [illegible] برابر است — [illegible] برابر است

[illegible] — [illegible] برابر است

[illegible] — [illegible] برابر است

لطفش زجان نوازی [illegible] — [illegible] احسان برابر است

وقت کلام عطر دهن جان فزای او — با [illegible] و ریحان برابر است

وقت خرام [illegible] نقش پای او — با نو بهار [illegible] رضوان برابر است

صبح [illegible] که ایام دولتش — با [illegible] رحمت یزدان برابر است

شام ابد و لیل که شبهای عشرتش — با روزگار [illegible] درخشان برابر است

دارای ما سکندر پادشاه ما — با [illegible] سلیمان برابر است

نام تو [illegible] بر آسمان — عمر تو در [illegible] برابر است

ای که بر بساط فراغ نشاط تو — دور فلک به جنبش مژگان برابر است

آسمان گرد حریم تقدس پناه تو — خورشید [illegible] برابر است

ای اعتدال را بایه التفات تو — در [illegible] صورت [illegible] برابر است

ای انتظام ضابطه فیض عام تو — در وحدت ذات [illegible] ارکان برابر است

ظل خدا مطیع رسول خدا توئی — از هر طرف [illegible] فیضان برابر است

درگاه عشق [illegible] اعتقاد — آئین تو بحکمت یزدان برابر است

[illegible] وفا — [illegible] برابر است

[illegible] — [illegible] برابر است

یک قطره آب گوهر یک قطره آب اشک — [illegible] برابر است

نه ساز هر نگاه نه انداز هر سماع — [illegible] برابر است

نی هر قریب [illegible] — نی هر سخن به پرسش خوبان برابر است

هر کس [illegible] قبول [illegible] — [illegible] برابر است

نی هر کرشمه [illegible] — نی [illegible] برابر است

نی هر متاع مایه دکان دلبری است — نی هر [illegible] یوسف کنعان برابر است

این خوبی دلی هم از قابلیت است — فیض ازل ز حضرت یزدان برابر است

ای وای بر زبونی بخت سیاه من — هر صبح [illegible] شام غریبان برابر است

ای وای بر خرابی حال تباه من — امید من بحسرت و حرمان برابر است

داغ مرا ببین که بدو نرخ مقابل است — اشک مرا نگر که بطوفان برابر است

پرسش ز تو که این همه درماندگی چرا — تا رشک زمین که خواجه بسلطان برابر است

ما سر به آستان سعادت نهاده ایم — نقش جبین به [illegible] برابر است

ما پا شکسته بر در دولت نشسته ایم — فرش زمین به تخت سلیمان برابر است

حد ادب شناس وفا مختصر بگو — حرفیکه با دعای فراوان برابر است

تا در محل ذهن نشان وجود ذهن — مفهوم اختراع بامکان برابر است

باد عدو بدفتر عالم محال باد — یادیست بی اثر که به نسیان برابر است

تا غنچه تبسم رنگین نگار حسن — اندر شگفتگی بگلستان برابر است

دلهای دوستان هواخواه تازه باد — آن تازگی که با گل خندان برابر است

نقش نگارخانه حسن قبول باد — این پیکر سخن که بصد جان برابر است

گلدسته حدیقه فیض عمیم باد
این مست حسن که با گل و ریحان برابر است

قصیده در مدح عالیجناب امیر حبیب الله خان مرحوم والی سلطنت خداداد افغانستان که بروقت تشریف آوری هندوستان تصنیف شده

بفن سیمیا فیض هوا ریشه دوان آمد — بهار آمد به گلشن رنگ بر روی جهان آمد

چو موج خنده کز لعل بتان بدست برخیزد — گل آمد بلبل آمد نغمه آمد باغبان آمد

صبوحی مشربان را مژده ذوق سبک روحی — که جان در کالبد در انجمن رطل گران آمد

همانا جاده ره از رگ گل تازه تر باشد — که از اقلیم آب رنگ رنگین کاروان آمد

بیا مرغ چمن از تنگی جا شکوه سر کن — که طوفان بهار از جوش گل تا آشیان آمد

نفسها ریخته در سینها رنگ شگفتنها — سخن چون غنچه گل بر سر شاخ زبان آمد

سخن از کیست مدح کیست فیض کیست — خوشا طالع مسمی انتخاب کن فکان آمد

ظهیر دولت و دنیا نصیر ملت بیضا — گرامی ذات او چون حد اوسط در میان آمد

بیا طومار افریدون و کیکاوس و جم طی کن — که فخر دودمان ناموس خیل باستان آمد

مطلع ثانی

قبول عام اندر جان و دل ریشه دوان آمد — ظهور خاص در شکل حبیب الله خان آمد

شعاع کوکب دری است یا نور علی نور است — سراج ملت و دین افلاک یکتا بدان آمد

بیا اے خضر جوش فیض رحمانی تماشا کن — محیط آبحیواں بر سر ہندوستاں آمد
چو آں صبح ید بیضا کہ امین مشرقش باشد — مبارک نور ایماں بر سر ہندوستاں آمد
بیاں اے جبہہ از جوش سجود از فلک بگذر — کہ دور اندازہ تسلیم وقت امتحاں آمد
برقص اے نقش سجدہ در جبیں ماہ خور بہم — کہ اندر شیوہ تعظیم وقت این آں آمد
بیا از خاک امین صیقل آئینہ جاں کن — بیار آئینہ جاں را کہ جاں در ملک جاں آمد
خدیو مصر دولت بادشاہ کشور نصرت — بہمت کامیاب کام بخش و کامراں آمد
توئی غازی و حاجی حامی دین رسول اللہ — جہاں را پاسبانی و ترا حق پاسباں آمد
بپاس شرع و آئین پلۂ میزاں برابر شد — بہیبت در جہاں اللہ اکبر در اذاں آمد
نیام تیغ تو فہرست احکام قضا باشد — سر تیغ تو بسم اللہ مرگ ناگہاں آمد
شرف چوں بخت و دولت در رکابت بندی ماند — ظفر جوہر شد و در قبضۂ تیغ رواں آمد
زمان را اے زمان گہنگی را عمر آخر شد — جہاں را اے جہاں تازگی را آسماں آمد
سخاے عام جود عام فیض عام را نازم — کہ ہمچوں جنس عالی شتمل بر ہمگناں آمد
وجود من کہ خاک عرصہ محشر بفرق او — بداں اندیشہ میماند کہ از راہ گماں آمد
نفس از سینہ خیزد یا غبار از کارواں خیزد — ہجوم نالہ آمد یا ہجوم کارواں آمد
چو آب شہد کز فوارۂ کوثر فرو ریزد — دعا ہا بر زبان خامہ رطب اللساں آمد

الٰہی در جہاں باشی و تا تاب تواں باشی
ترا دمساز عمر جاوداں بخت جواں آمد

قطعہ در مدح جمیل المناقب عمیم الاحسان جناب نواب محمد ابو بکر خاں بہادر رئیس دادوں

سرمایہ نوازش تقسیم سرمدی — آقای تاجدار ابو بکر خاں ماست
تا از قبول فیض کہ او قبلہ گاہ ما — بالد عروج بخت کہ او آسماں ماست

[illegible] / [illegible] ما است

[illegible] / [illegible] ما است

[illegible] / [illegible]

[illegible] / [illegible] ما است

[illegible] / [illegible] ما است

[illegible] / گویا ازل محیط کرم در میان ما است

آباد کرده ایم ز [illegible] / خلوت سرای قرب که دار الامان ما است

نامه عشقیان تو ز [illegible] پرده‌های جان / مهر تو در دل است و دل اندر زبان ما است

ما مشرق خیال تو هستیم از ازل / خورشید ما چیست متاع دکان ما است

اندیشه از جمال تو آئینه [illegible] / دست هوای تو بگریبان جان ما است

ما آنچه گفته ایم از اخلاص گفته ایم / هان هان بپرس گواه دل نکته دان ما

هر حرف قطره ز رگ جان چکیده / گویا رگ قلم قطره خونفشان ما است

حق حافظ تو باد نبی ناصر تو باد / وقت دعای تو دل و کام و زبان ما

[illegible] سرای سخن دل در میان افکنده ایم
یکدم بگو دو قافیه جزین شرح خوان ما است

قطعه در مدح جناب صاحبزاده سید محمد مصطفی علیخان صاحب بهادر سابق هوم سکرتری ریاست رامپور

خان بلند پایه مصطفی علی / مهرش بصد هزار تمنا خریده ایم

فرمان بندگی ز عقیدت گرفته ایم / توقیع ملک طغرل و سنجر دریده ایم

حکم وفا بنامیه جان نوشته ایم / بر دفتر حساب جهان خط کشیده ایم

ای قبله‌گاه دانش و امیدگاه فضل / از بدل دولت تو بمعنی رسیده ایم

انداز تیز گامی خامه گواه ماست
این حرف حرف حلقهٔ دام سعادت است
این نقطه مردمک چشم عزت است
ماست نو بهار و خیال تو نوبهار
دامان با وسیع و دراز است دست ما
از ما محیط عشرت جم جوش میزند
ما آینه ز دست سکندر ربوده ایم
جام جهان نمای به خسرو سپرده ایم
شبهاز سر بطوف حریم تو رفته ایم
صدره به بزم عیش تو اندازه کرده ایم
ما بالش سر از مه و خورشید کرده ایم
معراج بخت ماست که ما خاک پاشدیم
با دانه ایم از نعم خلد است رزق ما
چشم امید بسته تماشای خود ایم
جز نیم و اضطراب جهان در سرشت ماست
خاریم و کاو کاو جگر سرنوشت ماست
لب تشنه شعلهای جهنم فشرده ایم
در بیکسی ره لب افسوس شد غلط
سرمایهٔ تف نفس جانگداز ماست
صد گونه التهاب نهان است جانے خول
نقشیم و از قلم در تحریر خانه جیم

در عرصهٔ خیال تو عمرے دویده ایم
از شهپر هما خط سطر کشیده ایم
در شیوهٔ نگارش مضمون خریده ایم
چون رنگ صبح بر رخ گیتی دمیده ایم
از گلشن سحر گل خورشید چیده ایم
نارسته ایم از لب لعلت چکیده ایم
هنگامهٔ تجلی بخت تو دیده ایم
دیدیم از نوا انچه ز عالم شنیده ایم
آوازه پاسبانی دارا شنیده ایم
مینا و جام بر کف جمشید دیده ایم
در سایهٔ تجلی تو آرمیده ایم
بوسیده ایم پا به ثریا رسیده ایم
ما سبزه ایم بر لب کوثر دمیده ایم
دست شکسته پائے بدامن کشیده ایم
یک قطره خون و از رگ بسمل چکیده ایم
نارسته ایم و در رگ خارا دویده ایم
جان تشنه جام خون سمندر کشیده ایم
در ذوق بیخودی لب دوزخ گزیده ایم
خورشید حشر صورت تبخاله دیده ایم
چون نبض شعلهای جهنم طپیده ایم
رنگیم و از مرقع عالم پریده ایم

شیرینی ہوس بجز یفان گذاشتیم — تلخابۂ گداز دل و جان چشیدہ ایم

۱ حسن قبول و فیض ازل کارساز ماست — از روضۂ دعا گل امید چیدہ ایم

۴ مارا وفا کلیم گل حق بہار ماست — خاریم خار در دل حاسد خلیدہ ایم

۲ حسناد پا بکمال تو اقبال یاورت — گفتیم و خواندہ ایم و شنیدیم و دیدہ ایم

۳ توفیق حق رفیق و انیس و ندیم باد
ما آنچہ گفتیم ز الف شنیدہ ایم

قطعۂ تاریخی بمضمون تعمیرات جدیدہ ریاست رامپور

آن تجلیہا کہ او را نور رحمت گفتہ ایم — در جمال حضرت حامد علیخان دیدہ ایم

آن ترقیہا کہ او را اوج قدرت خواندہ ایم — در کمال سطوت خاقان دوران دیدہ ایم

قیصر و فغفور ما اسکندر و دارای ما — سکۂ احسان او در کشور جان دیدہ ایم

ملجا و ماوای ما نواب ما مولای ما — سایۂ فیضان او بر فرق کیوان دیدہ ایم

در تماشاگاہ قدر او کہ فیض سرمد است — دو جہان را بر فراز طاق نسیان دیدہ ایم

در سیاستگاہ قہر او کہ شان ایزد است — آسمان را صورت تصویر بیجان دیدہ ایم

از تصرفہای لطف او کہ ذوق رحمت است — شہر را مسعودتر از مصر و کنعان دیدہ ایم

از برای اہتمامش منتخب شد افسری — افسری را بر کمال خویش نازان دیدہ ایم

داد بریاہوم صاحب افسری را داوری — ذات او را سایۂ اقبال سلطان دیدہ ایم

بخت او آئینہ دار دستگاہ خسروی — دست او را قوت بازوی سلطان دیدہ ایم

در سنین یک ہزار و نہ صد و دہ عیسوی — جلوۂ آغاز تعمیر دل و جان دیدہ ایم

آن دل و جان عمارت صدر بازار جہان — از سر نو حسن صحن و بام و ایوان دیدہ ایم

مرحبا تعمیر شہر و حبذا ترتیب شہر — رازہای کن فکان از زیب عنوان دیدہ ایم

ای چہ میپرسی ز ما وصف بہار شہر را — دستۂ گل را بدست باغ تہ دار دیدہ ایم

ای چه میپرسی ز ما نقش و نگار شهر را / نکته‌های سر پنهان را نمایان دیده‌ایم

مصطفیٰ آباد را دامان جنت خوانده / کوثر و تسنیم اطراف دامان دیده‌ایم

رهگذرها را بخط کهکشان سنجیده / کوچه‌ها را موجهای آب حیوان دیده‌ایم

۱۹۱۴

سن لاحق یک هزار و نه صد است و چارده / هم بر آن معیار سابق فرق فرمان دیده‌ایم

چون خیابان ارم رنگین و باغ آرزو / عالم اندیشه را طرف خیابان دیده‌ایم

ای بچشم آرزو نظاره را جوش نمو / هر نگاه شوق را صد موج طوفان دیده‌ایم

ای وفا دستور دعا اندر دیار جان ما / هر دعا را مایهٔ جان چون رگ جان دیده‌ایم

قطعه

چه خوش بینی اگر شان ... بینی / جمال یوسفی اندر رهش صد کاروان بینی

همه توفیق فیضان خدا را همقدم یابی / همه تمهید احسان قضا را همعنان بینی

مطلع ثانی

غبار راه او را سرمهٔ چشم جهان بینی / فشان پای او را حرز بازوی امان بینی

مذاق آرزوهای دل و جان تازه بنیادی / زلال رحمت باری بکام دوستان بینی

خوشا مقدم که زیر پا محیط روح بخشش / بجای جاده‌ها صد موجهٔ رگهای جان بینی

نظار چشم رضوان وام کن فرصت ز ما [illegible] / که در اقلیم جان سرچشمهٔ کوثر روان بینی

اگر سنجی ز بخت ما ز اوج عرشیان سنجی / اگر بینی دماغ ما فراز آسمان بینی

بیا زود ای شهی عجز گدا آویزشی دارد / سرم بر آستان بینی شرف بر آسمان بینی

الهی از اجابت تا دعاها را اثر بخشی / الهی تا نهانی آرزوها را عیان بینی

گرامی ذات او را قبلهٔ اهل دعا سازی / بفیض لم یزل بینی بعمر جاودان بینی

قطعه

بر طاق ابروی تو نمایاں هلال عید — از مصحف رخ تو گرفتیم فال عید
هاں دیده ایم ...... هاں توئی — چشم بر گذار تو جاه و جلال عید
اندازه دان ساعت بخت تو دیده است — بر اوج قدر ناخن پایت هلال عید
نقصان جلوه نیست که از جوش انبساط — بالد چو نقش پائے تو گرد هلال عید
غلتیده است در ره تو نوبهار عیش — بالیده است بر در تو نونهال عید
نقشے است از مرقع بزمت نشاط جم — عکسے است از تجلی رویت جمال عید
دلدادهٔ هوائے تو شبهاے خرمی — گلچین انتظار تو صبح وصال عید
فیض تو بر دماغ جهاں آب و رنگ ریخت — گل گل نشد است دامن جیب خیال عید
اے دور تو مدار خط جام خسروی — از چشم روزگار رفت خط و خال عید
خدمتگذار تست شب قدر چوں بهار — نور وز پیشکار تو باشد مثال عید
در تیرگی بخت ز افسردگی دل — نشناختیم هنوز مه عید و سال عید
هاں اے وفا دعا و ثنا شیوهٔ من است — خوش شیوه که گشت جواب سوال عید
تا روزگار عیش بود سازگار عیش — تا با هلال عید بود اتصال عید

بادا برنگ معنی و الفاظ و حرف و صوت
با عین و یائے عیش تو پیوسته دال عید

قطعهٔ ناتمام که در بیان جهالت زمانه و ناقدری علم تصنیف گردیده شد

چیست دنیا چو استخوانے چند — باهم آویخته سگانے چند
آتش فتنه را فروزاں کرد — نفس سرد احمقانے چند
مغز اندیشه را پریشاں کرد — شور و غوغائے کودکانے چند
طعنه بر میر و میرزا هے سے — خنده بر چشم خونفشانے چند

شکوہ از وضع غالب و مومن
چوے از دیدہا بجوش آرم
زہر در کاسۂ فلک ریزم
خاک بر فرقِ ادعائے سخن
یک ہیولیٰ و صد ہزار صور
یک نشید است و مختلف اصوات
دیو نفس اند ہم فرشتہ صور
جانستانند عیسوی انفاس
مشت اوراقِ زمرۂ اسلاف
منم و سر بجادۂ تسلیم
منم و وادی ادب در پیش
ایکہ از ملک ہوش می آید
آں فلک پایہ خسروان سخن
آں گرانمایہ مالکان سخن

ظلم بر طبع نکتہ دانے چند
در جگر خونچکاں سنانے چند
بر زبان نالہ و فغانے چند
باد در دست ابلہانے چند
یک متاع است بر دکانے چند
یک بیان است بر زبانے چند
گرگ طبعند ہم شبانے چند
زہر مانند پاسبانے چند
کفنے چند و خستگانے چند
جبہہ بر نقش کاروانے چند
دیدہ و جان و دل نشانے چند
تحفۂ چند و کاروانے چند
بینش و ہوش را جہانے چند
سپے اندیشہ آسمانے چند

تاریخ وفات جناب حکیم محمد حسین خانصاحب استاد مصنف

الٰہی تا قیامت دیدۂ تر تازہ تر بادا
نفس بگداختم زہرابہا انداختم رفتم
زباغ چاک دل گلدستہا بستم و می آیم
دل آزردہ محوِ ذوقِ از خود رفتگی شاید
تنِ افسردہ اندر پہلوئے فرسودگی باید
جمبشے ہند بر دن و کشتن ہر اشکیر نمی شد

قطرہ فوارۂ خوں در رگ جاں نیشتر بادا
پس از من بادۂ عیش و تمنا تلخ تر بادا
قیامت چوں سپیدہ سبب سید بخت جگر بادا
کہ رنگم از شکست رنگ من ہم بے خبر بادا
بسیتم گرمیِ خورشید محشر بے اثر بادا
نشستم در خاک و خوں غلطاں بانداز تر بادا

جهان مشت غباری دیدم و بر خویش افشاندم
هلاک شیوهٔ رسوائیم خاکم بسر بادا

بن هر موی من طوفانگه صد آتشین دریا
بذوق تشنگی توفیق همت بیشتر بادا

جنونم برد ماتم آب و رنگ هوش میریزد
گل داغم خزانم از بهارم تازه تر بادا

محیط آتشم آتش محیط من نمی گردد
جهنم شعلهٔ جواله آسا تا کمر بادا

معنبر آه من در دامن شب نافها ریزد
معطر گریه ام عطر گریبان سحر بادا

بمرگ صاحب فیضی نمایان دستگه دارم
دکان گریهٔ من کان یاقوت و گهر بادا

جناب خال من استاد من امیدگاه من
لب و کام و زبانم تار وانم نوحه گر بادا

محمد باحسین است این تفاول نسبتی دارد
روان پاک با لطف ازل شیر و شکر بادا

ملاذا حق شناسا قبله گاها دانش آگاها
ترا انوار فیضان خدا پیش نظر بادا

قبول حج و قرب خاص و طوف روضهٔ احمد
ببزم قدسیان قدس منزل معتبر بادا

بروز جمعه وقت نماز عصر در سجده
ندای ارجعی راضیة خوش راهبر بادا

سنین رحلت تو الف و سه صد بست و سه آمد
حساب او ز سال هجرت خیر البشر بادا

سواد مدفن تو مطرح انوار یزدانی
جمال لم یزل آئینه پرداز نظر بادا

غبار مرقد تو توتیای دیدهٔ بینش
کمال ذره ذره مردم چشم هنر بادا

تو اندر عالم غیب و شهادت تازه می آئی
بشان تازه تازه شاهد حق جلوه گر بادا

دم جان بخش تو آئینهٔ اعجاز عیسی بود
ز مشق صیقل نور مجرد صاف تر بادا

کمال علم و فن از نسبت ذات تو باران بود
ز [illegible] ذکر تو هم دین و ایمان بهره ور بادا

من و انبوه محرومی من و اندوه ناکامی
شبان تیره ام را یاد احسانت قمر بادا

بجنت باشی و خوش باشی و هم جاودانی باشی
ترا حق یار و نور رحمت خیر البشر بادا

وفا در طول عمرم از رنجش غمخوار میسر هم
بیان خونچکانم از زبانم مختصر بادا

قصیدهٔ ناتمام در نعت

بافسون تو می نازد تصور هم تماشا هم
دو عالم رنگ و بوی نیست پنهان و پیدا هم

خوش آهنگی که از زیر و بم یاد تو میخیزد
صدای لا اله شور ناقوس کلیسا هم

غبار کاروان تو جمال رهروان تو
که زیب فرق مجنون توتیای چشم لیلی هم

نه تنها عصمت یوسف ندیم خلوت قیدست
که از دیوار زندان میچکد شوق زلیخا هم

دل و جان میدهی دم میستانی شیوه ها داری
عیان رنگ تغافلها نهان بوی تقاضا هم

تو کلک بینشانی داده در دست حیرانی
بجای صفحهٔ کاغذ بیاض چشم عنقا هم

ز دست رعشه دارم نقش آگاهی نه برخیزد
مگر آن نفی و اثباتی که گوییم لا و الا هم

توئی صیقل گر جانها بجذب جلوهٔ وحدت
بیاد تو جبین ساید بت آیینه سیما هم

زخون عاشقان بیگناهان غازه ها سازی
طراز دامن حسن تو باشد عشق رسوا هم

به آغوش امل انداختی بنیاد محرومی
به پهلوی خموشی طرح کردی شور غوغا هم

نشان عصمت بیگانگیها بی حجابیها
گواه بی حجابیها نگاه بی محابا هم

به آغوش تجلی ذره ذره تربیت یابد
ز خاک وادی ایمن دمیده چشم موسی هم

هزاران نقشها دیدم نه بندم حرف امیدی
ز دم بر دیدهٔ دل عینک داغ سویدا هم

نهادی در جبین آذری نور خدا دانی
که خود در پرده خود بینی و بی پرده خود آرا هم

حریم حرمتش را شوکت دنیا نمی ارزد
که وقف دورباش پاسبان جمشید و دارا هم

جمال صحبتش را لی مع الله آیتی باشد
کمان قربش را حجتی باشد تدلی هم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

غزلیات

اے تو بہ نیرنگِ ناز طرفہ تماشا ادا
حسنِ تو نظارہ سوز جلوۂ تو چشم زا

قصر ترا بام و در اوجِ قضا و قدر
کاخِ ترا لا الہ کنگرۂ کبریا

دیدۂ اوجِ تو بردہ ز تارک کلاہ
اے سرِ اندیشہا رفتہ بہ تحت الثری

زحمتیانِ ترا مرہمِ دل زخمِ دل
عشرتیانِ ترا خلدِ برین کربلا

سینۂ وحدت فضا صاف کن و برفشان
در رہِ برقِ فنا خار و خسِ ماسوا

جان و دل دردمند نالہ بخود گم شدہ
قافلہ بے صدا و ہم صدائے درا

لطف بہ بیچارگی رحم بدرماندگی
خاک بفرقِ امید خار بپائے **وفا**

بذوقِ جلوۂ نازِ تو آسان گشت مشکلہا
کہ از دامانِ محشر می چکد خوننابۂ دلہا

نشانِ رہروانِ فنا سیرِ سبک باشد
کہ بر دوشِ صبا چون نقشِ پا بستند محملہا

من و یک عالمِ ذوقِ خرابی چون نمی آئی
بیار شوخی کہ برہم میزنی ہنگامۂ دلہا

بخلوت می نشینی و ہمان ہنگامہ آرائی
ببین از گوشۂ دامانِ تو بستند محفلہا

کجا تیزی رفتارِ من زنجیرِ پا باشد
کہ از پائے جنون شوقِ پیچیدہ است منزلہا

بتاب ای برقِ کم فرصت مپرس از حسرتِ حاصل
بدل آتش زدی و سوختی امیدِ حاصلہا

وفا دریائے فیضِ لطفِ ساقی بر سرِ جوش است

که خط جام من پهلو زند با خط ساحلها

رنگ فردوس بیامیز به پیمانهٔ ما
ای گل تازه بهاری و میخانهٔ ما

بگذر از وهم تماشا که تماشا دگر است
جلوه بر خویش کند جلوهٔ جانانهٔ ما

ته خاکستر دل بزم چراغان داریم
مشهد ماست بزیر پر پروانهٔ ما

سرمه از تیرگی بخت مهیا کردند
ای خوشا روشنی چشم سیه خانهٔ ما

می طپد نبض قیامت که فرو ریخته اند
در رگ گوش عدم گرمی افسانهٔ ما

حشر خونیست که از طرف جگر میجوشند
نوبهار آمده در پهلوی ویرانهٔ ما

ای وفا غربت و محرومی قسمت ہے ہے
محو شد از دل ما صورت غمخانهٔ ما

چشم حیرت زده چون عین عدم واست مرا
جلوهٔ خواب عدم سایهٔ عنقاست مرا

جلوه در پرده نهان از تماشاست مرا
جام بے نام و نشان خصمت صهباست مرا

غنچهٔ خلوت حسنش گل رعناست مرا
رنگ و بویش بنهانست و بیداست مرا

ایکه از عالم نور ازلی می آئی
نقش پا مردمک دیدهٔ بیناست مرا

ایکه از وعدهٔ حیات ابدی می بخشی
شان امروز باندازهٔ فرداست مرا

نفس باز پسین است و گسستن مشکل
رشتهٔ زندگی من رگ خاراست مرا

مستی ذوق فنا صافی سرجوش من است
هستیم وردی پیمانهٔ صهباست مرا

خلوت شوق که صیقل زده تازه کسی است
آئینه خانهٔ نیرنگ تماشاست مرا

ای وفا پاس وفا چیست که ظالم بر سر
در دو جا نگاه و غم حوصله فرساست مرا

بسته اند از دامن مژگان تو میخانه ها
محو گردش چشم تو باشد گردش پیمانه ها

از برای گرمی حسنت مهیا کرده اند
بزم ها کاشانه ها فانوس ها پروانه ها

رنگہائے تازہ میریزم بگوشِ ہوشِ صنو
ازلبِ من میچکد چون خونِ دل افسانہ ہا

قرۃ عینِ جنونم نورِ چشمِ بیکسی
پرورشہا یافتم در دامنِ ویرانہ ہا

گرمیِ دل از گدازِ روح روغن میدہد
دیدہ افروزد چراغِ ماتمِ غمخانہ ہا

سینہ و دل سوختی ہم سینہ و دل جای تست
خانہ ہا آتش زدی گنجیدۂ در خانہ ہا

اے وفا تخمِ امل بر روے آتش ریختند
از خمیرِ برقِ خرمن سوز روئید دانہ ہا

زہے رنگِ اثر فیضِ بہارِ دردناکی را
رگِ گل کردم از جوشِ تپش رگہائے خاکی را

صفِ محشر کہ موجے از محیطِ دردِ بیتابیست
نوردی کردہ ام طرفِ بساطِ سینہ چاکی را

ہمی جوشد بہ پہلوئے خموشی خونِ تقریرم
بہ بندِ سطوتِ او بستہ ام لبہائے شاکی را

دلم لب تشنۂ آزار و شوقم العطش گویان
بریدم از محیطِ سینہ جوئے دردناکی را

وفا از شستو ہاے دیدۂ ساقی چہ میپرسی
نگاہِ مستِ او نشتر زدہ رگہائے تاکی را

بہارِ جلوۂ راز است نازم پردہ پوشی را
لب و صد رنگ نقشِ سادگیہائے خموشی را

بجواز سایۂ پردِ قیامت ذوقِ بیتابی
بیرمن از تشنۂ غم لذتِ خونابہ نوشی را

خوشا تابِ عتابِ او کہ با خاکم ہم آغوشست
چہ داند برقِ کم فرصت طریقِ گرمجوشی را

رگِ درماندگی از اہتزازِ شوق می جنبد
بیا اے دل شکستی خارِ ذوقِ ہرزہ کوشی را

تو اندر نشہ و من در خیالِ نشہ بدمستم
چو ساغر میکشم تصویرِ بزمِ بادہ نوشی را

بہ تمکین دادۂ فردِ حسابِ خونِ تقریرم
بہ خاموشی حوالت کردۂ اجرِ خموشی را

وفا بازار نداری ہمی گرم است و می نالم
رواجِ سادگیہائے قماشِ خود فروشی را

ردیفِ بائے موحدہ

اے وفا خستہ گدائے درِ شاہے دریاب
بگذر از جان وجہاں آئی وچناہے دریاب

ہستم ہمت من رحمتِ تو رحمتِ تست
طالبِ نیم نگاہم بہ نگاہے دریاب

ہنم و معرکۂ حشر و غم رسوائی
چشم بکشا و بدیں حالِ تباہے دریاب

ہنم و تیرگی گور و شبِ تنہائی
جلوہ فرما و بدیں روزِ سیاہے دریاب

قطرے کن کہ گل روضۂ رضواں باشم
کفِ خار و خس را ہم سرِ راہے دریاب

اے ترا از دلِ پامالِ عزیزاں چہ خبر
حسنِ دستار نگر اوجِ کلاہے دریاب

آنکہ تبخالۂ خورشیدِ قیامت بشکست
شیوۂ نالہ و اندازۂ آہے دریاب

بیکسم بیکسیِ رنج فزائی بنگر
بیدلم بیدلیِ حوصلہ کاہے دریاب

اے وفا بر شرفِ خاص رسول الثقلینؐ
رحمتِ عام گواہست گواہے دریاب

ردیف تا

صبحِ ازل کہ جیبِ قبائے محمدؐ است
پیرایۂ لباس برائے محمدؐ است

جنت بسازگاریِ دیدارِ جنت است
یعنی رضائے حق برضائے محمدؐ است

از بامِ کعبہ کوکبۂ موج میزند
در دستِ جبرئیلؑ لوائے محمدؐ است

فضلِ خدا ندیمِ جنابِ رسالت است
فیضِ قدم حریمِ سرائے محمدؐ است

در رہگذارِ قدس نہاں را عیاں ببیں!
ناموسِ دو جہاں تہِ پائے محمدؐ است

ہر قطرہ قطرہ محوِ تماشائے رحمت است
ہر فترہ ذرہ گرمِ ثنائے محمدؐ است

ہر بار رنگِ تازہ بدریوزہ میبرد
رضواں برائے خلد گدائے محمدؐ است

از تنگنائے حوصلۂ دو جہاں گذر
برتر ز نشاتین عطائے محمدؐ است

ہاں دم مزن وفا ز فروغِ جمالِ ذات
خورشید و ماہ عکسِ ضیائے محمدؐ است

پارهٔ ماه با آهنگ قدمبوسی ریخت
کنگرِ کسروی و افسرِ کاؤسی ریخت

بلدهٔ طیبه و ربِ غفور است صبوح
شیشهٔ حسن ز میخانهٔ قدوسی ریخت

ذرهٔ رهگذرش خلدِ برین در آغوش
جلوهٔ خاک بهارِ پرِ طاؤسی ریخت

گلِ خورشیدِ قیامت بدلم افشردند
قطرهٔ بود که در ساغرِ مایوسی ریخت

خبرے داد ز بے پردگیِ جلوهٔ او
آتشیں رنگ که در پردهٔ فانوسی ریخت

توبه ام خانقه و صومعه ویران کردست
ناله ام بتکده در پہلوے قدوسی ریخت

اے وفا خواهشِ تریاقِ شفاعت دارم
زهرها خوں شد و چوں جوهرِ کیموسی ریخت

در سینهٔ ز عشقت اثرے هست و اثر نیست
اے وائے که درد جگرے هست و جگر نیست

افسونِ وفا رشته دوان است و وفا هیچ
اندر سخش پنهاں خبرے هست و خبر نیست

بر نیست که از ساغر و مینا نتواں گفت
دور نیست که ذوقِ نظرے هست و نظر نیست

چشمِ تو حریف است و حریفش نتواں بود
میخانه سرِ رهگذرے هست و گذر نیست

امید نشانے که نشانش نتواں یافت
هستی همه وهمِ کمرے هست و کمر نیست

هاں کثرتِ اعیاں بود آئینهٔ وحدت
آئینه بدستِ دگرے هست و دگر نیست

حاسد بگمانِ غلط افتاد وفا هیچ
فریاد که علیم هنرے هست و هنر نیست

دل آفت زده بیصرفه بکوشیدن رفت
شعلهٔ داغ جگرسوز بلرزیدن رفت

شوق و افسونِ وفائے که بدلها زده
لب و افسانهٔ دزدے که به شنیدن رفت

تو و صد عالمِ رنگیں که به مینو ماند
من و ناکامیِ دستے که ز گل چیدن رفت

بزمِ امید همان شیشه و پیمانه همال
محو به پیمودن و هاں نشه ببالیدن رفت

دل ز خود رفته و صد کشمکشِ لذتِ شوق
نگهٔ ناز بیک شیوهٔ دزدیدن رفت

شاوم از فرصت شامے کہ قیامت پیش اوست … نالم از رخصتِ صبحے کہ بخندیدن رفت
یک جہاں نورِ نظر از رخِ تو میریزد … بسکہ از جوشِ صفاہائے بلغزیدن رفت
از ازل بود نظر کردۂ چشمِ رحمت … داغِ عصیاں کہ بتردستیِ بخشیدن رفت

اے وفا جلوہ نظر سوز و تماشا دلکش
وائے آن دیدہ کہ از دیدن تا دیدن رفت

دیدہ از جلوۂ تمکینِ تو حیراں شدہ است … در بساطم نگہے بود کہ مژگاں شدہ است
میچکد از نگہِ نازِ تو بدمستیِ ناز … از رگِ موجۂ مے نشئہ نمایاں شدہ است
اے خوشا آب و ہوا طرفہ نم و سوزِ جگر … چشمِ خونابہ فشاں بزمِ چراغاں شدہ است
رنگہا داری و تا زچمن آرا داری … باغباں جلوہ فروشِ گل و ریحاں شدہ است
فرصتم طولِ امیدے است کہ محشر نامند … تنگیم قطرۂ اشکیست کہ طوفاں شدہ است
اے بسا بزمِ دل و دیدہ کہ غارت زدۂ … اے بسا خانۂ آباد کہ ویراں شدہ است

زاہدا از روشِ دینِ وفا ہیچ مپرس
کافرے بود مگر تازہ مسلماں شدہ است

موجۂ خندہ بزیرِ لبِ یار آمد و رفت … شاہدِ جلوہ در آغوشِ بہار آمد و رفت
کفِ خاکِ من و صد رنگِ تماشائے جنوں … حشر در پردۂ فانوسِ غبار آمد و رفت
داغم از وضعِ سبکخیزیِ نقشِ امید … منم آں رنگ کہ بر دستِ نگار آمد و رفت
مے بیرنگ بہ خمخانۂ وحدت باقیست … نشئہ و ساغر و مینا و خمار آمد و رفت
اے بسا محملِ تابِ مہ و خورشید گذشت … اے بسا قافلۂ لیل و نہار آمد و رفت
نالم از شوخِ غزالے نظرے کرد و رمید … داغم از برقِ مثالے بکنار آمد و رفت

اے وفا لذتِ خوابیست کہ خالم بر سر
فتنۂ حشر خرامے بہ جز از آمد و رفت

دیدهٔ طوفان زده تا سینهٔ دریا بوده است
چون ز دل پرسی کف سیل تمنا بوده است

پرسر بازار شوق تماشا بوده است
تا ز هم در خلوت حسن تو رسوا بوده است

دیدها روید اگر از ایمن دلها چه سود
هدیهٔ برق جمالش چشم موسیٰ بوده است

هنوز ماتم امید را سخن باقیست
لب شکایت بیمهری وطن باقیست

بهر تازه لباس بهار بخشیدی
شهید ناز ترا حسرت کفن باقیست

هنوز بکنج قفس جوش گل بجیب خیال
بزیر بال و پرم جلوهٔ چمن باقیست

دلم بحسرت وارفتگان تماشا کن
خمیر مایهٔ صد داغ انجمن باقیست

بزیر خاک ز رگهای خاک در تابم
هنوز سلسلهٔ زلف پرشکن باقیست

دگر بیا به تقاضای جلوهٔ یکتا
هنوز تفرقهٔ شیخ و برهمن باقیست

بمرغزار هوس چون توئی غزال نسیر است
ز مارمیدی و از بهر ما ختن باقیست

ببزم یاد ز دور الست می آید
بجام ما رشحهٔ از بادهٔ کهن باقیست

وفا بحشر نگهدار دین و ایمان را
که دور فتنهٔ آن چشم سحر فن باقیست

ردیف ح

اے بیاض گردنت گنجینهٔ اسرار صبح
وے بنا گوشت خمیر جوهر انوار صبح

اے جبین صاف تو دیباچهٔ اسفار صبح
در بیاض عارض تو نقطهٔ آثار صبح

سرمهٔ تسخیر در چشم تو چون لیلای شام
غازه بر رخ از شفق چون شاهد عیار صبح

منظر بالا تری داری که دیدن مشکل است
ایکه از فرق افق افگندهٔ دستار صبح

جوش صهبای بهار از انبساط خنده است
بر چمن افتاد گویا ساغر سرشار صبح

تابش آئینها از التفات جلوه است
امتیاز ذره‌ها از پرتو انوار صبح

دستگاه کاروان او بود فیض ازل
نقش پای رهروان او بود معیار صبح

لذتِ شوراب اشکم از دلِ شبها مپرس — صد نمکدان ریختم در سویدهٔ بیدار صبح
ذوقِ صهبائے نازِ او در دل چو آفتاب — آن نگاهِ شرمگین چون موجهٔ رفتار صبح
هان متاعِ رفتِ محشر هم بیغما داده — در شبِ گیسو بغارت برده بازار صبح

اے وفا یک چشمک برق است نیرنگِ جهان
وائے کوتاه است عمرِ راحتِ بیمار صبح

ردیف دال مهمله

شوخیِ چشم آن بتِ زیبا نهاده اند — مستی درون پردهٔ صهبا نهاده اند
خوبان بروے نقابِ حیا در کشیده اند — دکان دلبریست که پیدا نهاده اند
بر دیده راهِ کوچهٔ نظاره بسته اند — در دل عجیب ذوقِ تماشا نهاده اند
خونیست گرم از جگرِ من چکیده — آن آشتے که در رگِ خارا نهاده اند
قربانِ یک ادائے دلِ سوگوارِ من — آن بیکسی که در دلِ شبها نهاده اند
دل را بداغ سوز که صد جلوه روبروست — شمعے برهگذارِ تماشا نهاده اند
ذوقِ نظر ببین که تماشائیانِ عشق — از کعبه رو بسوے کلیسا نهاده اند

نه تنها دلِ بیا و ساقیِ مستانه می سوزد — که روحِ باده اندر قالبِ پیمانه می سوزد
کدامی شعله رو گرمِ تماشا بود حیرانم — که در آئینه جوهر چون پرِ پروانه می سوزد
وجودِ من دلیلِ کاروانِ صد خرابیهاست — منم آن شمعِ تنهائی که در ویرانه می سوزد
بهاران است فیضِ آتشِ گل را تماشه کن — که مے در شیشه و خون در رگِ دیوانه می سوزد
کجا آرد نزاکت تابِ دود سینهٔ عاشق — که در مهتاب رنگِ عارضِ جانانه می سوزد
فروغِ برقِ توحیدست کفرِ من چه کفرِ من — که از آوازِ ناقوسم بت و بتخانه می سوزد

وفا تخم ال اندر دل سوزان چه افشانی
سپند آسا بروے مزرع ما دانه می سوزد

چه سرکشی که ز خود سر کشیدنی دارد ز شیشه‌های رمیدن رمیدنی دارد

ز نکس مپرس که سود و زیان دنیا چیست همین بس است که رنج خریدنی دارد

به پیش روی تو رنگ بهار می ماند بقطره‌ای که ادای چکیدنی دارد

حیا بشیوهٔ ناز ادب چه خونریز است نگه بدیدهٔ عاشق تپیدنی دارد

تغافلت ز خموشی رهِ سخن وا کرد به پردهٔ نشنیدن شنیدنی دارد

تو در حجابی و نیرنگ شوق پرده در است ندیده‌ای که ندیدن چه دیدنی دارد

ز نیم جرعهٔ صهبای حسن بدمستش
وفا دماغ دو عالم رسیدنی دارد

لب اظهار بہ بستند و فغانم دادند رگ امید بریدند و زبانم دادند

عالمی بود و بس عالم حیرانیها از جهانم بربودند و جهانم دادند

تار بستر رگ شعلهٔ دوزخ ماند پهلوی گرم تر از ریگ روانم دادند

در خرابات مغان چشمهٔ حیوان موجیست بادهٔ صاف‌تر از روح روانم دادند

دل شکستند و ز امید طلسمی بستند ظلم کردند و ز انصاف نشانم دادند

آخر از کوچهٔ رسوائی تن بگذشتم گذری خاص بجلوتگه جانم دادند

قید و آزادی من لذت دیگر دارد فرصت کشمکش تار نفسانم دادند

تا ابد محو تماشای خیالم کردند در ازل آینهٔ خواب گرانم دادند

ای وفا مردم و صد گونه شکایت باقیست
بخموشی تپش نبض بیانم دادند

گلچین آه از چمنم کامیاب بود لخت جگر گل سبد اضطراب بود

شوخی ببین که جلوه بدست شباب بود تمکین نگر که آینه اندر نقاب بود

از بهر ماست گرمی هنگامهٔ جزا در پرده پرسش دل خانه خراب بود

وا ہا خراب بادۂ پیمانِ جانفزا
جانہا ہلاک تلخیِ زہر عتاب بود

در پردہائے زخم عجب نقش بستہ است
دل کارنامۂ نگہِ بیحجاب بود

رنگیں شد است پردۂ غفلت چو نوبہار
صد جنبش کرشمہ در آغوش خواب بود

صبر لب خموش کہ بند نہیب شکست
عنوانِ شکوۂ ستم بے حساب بود

در دیدۂ امید وفا خاکہا زدند
سیراب اے وفا بہ نگاہم سراب بود

پائے است بصحرا کہ دویدن نشناسد
دستے است بدامن کہ دریدن نشناسد

صد جلوہ جوابیست سوال ارنی را
ذوقیست کہ دیدن ز شنیدن نشناسد

نظارہ ہمی جوید و از خود خبرے نیست
آئینہ ہمی بیند و دیدن نشناسد

از وہم برون رفتہ و رفتار نداند
از خویش رمید است و رمیدن نشناسد

شاخ گل سبز نشد صحبت باغ آخر شد
انجمن گرم نگردید و چراغ آخر شد

لب پیماں تشنہ و ساقی خم و خمخانہ شکست
بادہ بر خاک فرو ریخت ایاغ آخر شد

برقِ نظارہ درخشید و بخود گم گردید
آہ دل سرد شد و گرمی داغ آخر شد

اے وفا برہمی بزم تمنا ہے ہے
دیدہ خون گشت و جگر آب و دماغ آخر شد

اے ترا گردش پیمانہ مبارک باشد
چشم مست و مے و میخانہ مبارک باشد

نوبہار است و مے ناب بگلشن زدہ
مستی نرگس مستانہ مبارک باشد

من و آن جلوۂ نیرنگی وحدت کہ ہمیں
خلوتِ سادۂ جانانہ مبارک باشد

انجمنہا است کہ افسونِ تو برہم زدہ است
شمع و بلبل گل و پروانہ مبارک باشد

اے وفا دستِ قضا طرح دگر افگندہ است
نقشِ بربادیِ غمخانہ مبارک باشد

دل نامراد عاشق سر دو جهان ندارد
گله زمین ندارد غم آسمان ندارد

من و شورهای و هوی که لب و زبان ندارد
دل و داغ آرزوی بدل فغان ندارد

مژه دراز لیلی همه تیز تیز نشتر
دل ناتوان مجنون رگ خونچکان ندارد

تو به سرمه ناز داری که بود دلیل شوخی
نگه تو گرم جولان که بکف عنان ندارد

غم و طول داستانی که بود حریف محشر
دل و صبر بیزبانی که لب و دهان ندارد

خبری ز جان چه پرسی اثری ز دل چه جوئی
ره بیکسی غباری پس کاروان ندارد

تو بیا ببین وفا را ز امید و بیم دور است
غم دشمنان ندارد سر دوستان ندارد

ز هر موج طرب کز جدول خوناب می آید
خوشا رنگی که بر روی دل بیتاب می آید

ز نقش عشرت دل می تراود رنگ جوشیها
که در غمخانه ام مهتاب چون سیلاب می آید

خوشا نیرنگ شوخیها خوشا وضع تغافلها
ز لعلش خنده بیهوشد بچشمش خواب می آید

مبارک موج آفت خیز را گهواره جنبانی
دل راحت طلب در حلقه گرداب می آید

نوید ای فتنه محشر که اندر پرده محشر
بانداز دگر آن دشمن احباب می آید

نسیم بیقراری می پرورد نخل دل ما را
بباغ ما بهار جلوه سیماب می آید

وفا دل میکنم نذر تغافل وای نادانی
بدست بینیازش گوهر نایاب می آید

دل افسرده همچون دیده بی نور می ماند
چراغ آرزوی ما ز منزل دور می ماند

بپای دار جوشد دجله دجله خون رسوائی
حدیث شورش ما بر لب منصور می ماند

دریغا انتظار لذت خونتابه نوشیها
دلی دارم که اندر پهلوی ناسور می ماند

کمال سادگی یاس باشد خنده گلها
بهار رنگ از باغ محبت دور می ماند

جهان یک قطره خون آرزو کز تنگی فرصت
نشاید تا سر مژگان بدل مجبور می ماند

ملایک فیض یاب از خدمت تعمیر الوانش
نجم دوش فلک هم با نجم مزدوری ما

الهی قطره قطره خون حسرت را چه اغماض کن
بآن نورے که اندر دیده‌ها صورمی ما

چه پیرسی وفا از سطوت آداب دربانش
که موقف دور باشش قیصر و فغفور می‌ماند

صید فتراک تغافل چون به مقتل وارود
جوهر از شمشیر ریزد آب از خنجر رود

چیست معراج دماغ نیستیهائے جنون؟
بهلن طوفانگاه غم خونابه‌ها از سر رود

در تماشاگاه رنگین بهار ما نگر
خون دل از آبشار دیده‌هائے تر رود

رشتهٔ شوقت نداند نرم و سخت کار ما
میرود اندر لیشها در شمع دور گو هر رود

انقلاب عالمست و گردش پهلوے ما
حشر ماند آن نوردی ما که از بستر رود

چون نگاه تند ساقی بزمها برهم زند
رنگ از صهبا پرد و صهبا هم از ساغر رود

اے خوشا اقبال امت مرحبا انعام حق
دامن ناموس ما در دست پیغمبر رود

از برائے کسب تاثیر سعادت اے وفا
چشمهٔ کوثر بپائے ساقی کوثر رود

ردیف رائے مهمله

سبک برخیز اے جوش جنونم بار آسمان بر
بهجوم ناله از تنگنائے محشرستان بر

دلم خونین و خونم آتشین و آتشم دوزخ
بهار عیش مینو را ببازیگاه طفلان بر

بهانی معجزه‌ها چون غنچه میخواهد شگفتنها
بخواب ناز آ فر پرده از من فوق پنهان بر

چه رنگین کاروان دامان محمل خونچکان مینا
سر اندیشه آمد روادی چاک دل و جان بر

شهید جلوهٔ برقم و لے در دل نمی یا قیست
بخاک من چراغ دیده خونابه افشان بر

دل صد پاره آخر ناز پرورد ستم بوداست
اگر لخته بخاک اندازی لخته بدامان بر

هلاک التفاتم اشتیاقم فرصتے دارد
تنم در خاک و خون بگذار و زخم را بزندان

وفا ازاین وآن جز این وآن چیزی نمی آید
شکایت نامهٔ جورِ عزیزان پیشِ یزدان بر

رنگ آمیزیِ نیرنگ بهاراست بهار
پرِ طاؤس رگ موجِ غباراست غبار

غنچه بر شاخ سرِ انگشتِ حنا آلوده
لاله در باغ کفِ دستِ نگاراست نگار

آب در رنگِ ازلی رنگِ عنایت ریزد
تربیت غازه کشِ روی شراراست شرار

صفحه می بالد و هر سطر تموّج دارد
هان رگِ خامه رگِ ابرِ بهاراست بهار

ای وفا صدفِ عدم چیست سروراست سرو
دُرِ رُوپیدائی ما چیست خماراست خمار

ردیف میم

حیا در پردهٔ قاتل بود شب جائیکه من بودم
نگه در دیده بسمل بود شب جائیکه من بودم

ادب آموزی تمکین نازاو چه میپرسی
هوس چون گشته در دل بود شب جائیکه من بودم

فروغِ لایزالی سوخت فرقِ امتیازی را
سحر یک شمع محفل بود شب جائیکه من بودم

تجلی بود و پنهان بود اندر پردهٔ حیرت
تماشا بود و غافل بود شب جائیکه من بودم

همه بیرنگیِ مطلق همه یکرنگیِ برحق
دو عالم نقشِ باطل بود شب جائیکه من بودم

غبارِ کاروانش بود رنگ و بوی جان پرور
بهارِ خلد محمل بود شب جائیکه من بودم

بمن حسن گمانِ ضبط و جوشِ جلوه ها تیغ
زخود رفتن چه مشکل بود شب جائیکه من بودم

مپرس از لطفِ ساقی یک جهان مستی نثار او
خم و خمخانه حاصل بود شب جائیکه من بودم

وفا اندازه و اینهای موجِ ناز را نازم
که دریا خطِ ساحل بود شب جائیکه من بودم

دو پیچ و خم طرهٔ گویائیِ خویشم
دل بستهٔ زلفِ سخن آرائیِ خویشم

معشوق بچشم است و تماشائیِ خویشم
تصویرم و آئینهٔ رعنائیِ خویشم

از صافی کونین مرا قطع نگاه است
دردی کشِ پیرایهٔ تنهایی خویشم

صیقل زده ام آینهٔ حالِ زبون را
سرمایهٔ دکانِ خود آرایی خویشم

پنهانم و از کسوتِ آثار عیانم
پیدایم و خود پردهٔ پیدایی خویشم

از ناخنِ خورشیدِ قیامت بگشایند
آخر گرهٔ دامنِ رسوایی خویشم

از منتِ آزار دوا دست کشیدم
خود آبلهٔ پای شکیبایی خویشم

بیا بگشا دوام پیچیده سامانی که من دارم
بمحشر داده ام جای تر دامانی که من دارم

تماشاگاه خوبانست دکانی که من دارم
متاعِ گلشنِ کفر است ایمانی که من دارم

مپرس اندر محبت شیوه‌های لاابالی را
بچاکِ سینه میدوزم گریبانی که من دارم

گدازم سینهٔ الماس و اندر دل فرو ریزم
محیطِ عالمِ درد است درمانی که من دارم

رخ چون آتشِ زردشت برافروز و آتش زن
نثارِ شعلهٔ نازِ تو ایمانی که من دارم

رگِ امیدها سیراب و رنگِ دودها تازه
بهارِ گلشنِ جان است جانانی که من دارم

وفا قیدِ من از قیدِ تعین هم جدا باشد
فضای سیرِ لاهوت است عندانی که من دارم

دل من ساده پرکار است رخشیدن نمیدانم
نوآموز وفایم شکوه سنجیدن نمیدانم

بمیخور رفتم و مستانه دست و پای گم کردم
نگاهِ شوق گلچین است و گل چیدن نمیدانم

تو در فکرِ دل آزاری که پرسیدن نمی تابی
من و نیرنگِ خاموشی که نالیدن نمیدانم

محبت قطع کرده ریشهٔ تشویش و تنویم را
بهارم یک دم آخر که بالیدن نمیدانم

نهاده پیش من آئینها ذوقِ شنیدنها
تو پیدای جلوهٔ اندیشه‌ها دیدن نمیدانم

چو آن آتش که آخر کار زرقِ دود میگردد
بسوزِ خویش گم گشتم درخشیدن نمیدانم

بیا در غالبِ روحِ روان خالیست جای من
من دیوانه در آغوش گنجیدن نمیدانم

بدست خار خار بیکسی عشق افتادم
که دامن از جنون شوق برچیدن نمیدانم

نگاه حسرتم با جوهر تیغش هم آغوش است
وفا از التفاتش دیده پوشیدن نمیدانم

نگاهم از دل شبهائے تار سرمه می‌آیم
سیه‌مست بهارم از بهار سرمه می‌آیم

گواه من خموشیها بیانم نیز با نیها
شهید چشم نازم از دیار سرمه می‌آیم

بگیر اے تیرگی بخت اندر دامن شبها
چو اشک سرمه آلود از کنار سرمه می‌آیم

بدوش صرصر حشر خموشی محملے بستم
غبار سرمه ام از کهسار سرمه می‌آیم

رنگے هستم که از وی خون صد آواز میجوشد
من از ظرف سویدائے بهار سرمه می‌آیم

نگه در اهتمام فتنهٔ خاموش سرگرم است
زبان بسته ز بزم انتظار سرمه می‌آیم

چو آن اشکے که از مژگان ناز افرو ریزد
وفائے نامرادم از دیار سرمه می‌آیم

جگر خون گشت و از خون میچکد ذوق چکیدن هم
دل و صد رنگ بیتابی شکستن نیز پریدن هم

بیا اے ساقی اندازه‌دان برحال من رحم
فراغم ده ایاغم ده دماغم ده رسیدن هم

غزال دشت بیرنگی تو ساز جلوهٔ رم کن
ز وضع آرمیدن ای از انداز رمیدن هم

مپرس از سنگ دیدارش بیش تریت تنگ گفتارش
گل شاخ نهال طور شد گوش شنیدن هم

دل و جان بیستانی میدوانی ز تیشه و جانها
رگ جان میکشد شوق در آغوش کشیدن هم

بشوخی میروی از خود بتمکین باز می‌آیی
شکار دام ناز تو بود از خود رمیدن هم

دل بے آرزو دارم که بیتاز و بازارش
گل بیرنگ و بو دارم که بیبالد چیدن هم

در جنت خیال تو بدست بوده ایم
اندر کنار سایهٔ طوبے غنوده ایم

ذوق نظر ز جلوهٔ پنهان گرفته ایم
فرصت ز لن ترانی پندار بوده ایم

چشمے دگونه متاع نگاه شوق
دکان انتظار تماشا کشوده ایم

یشوقست و تازه تازه بهار نشاط ذوق
دل را سواد روضهٔ مینو نموده ایم

تلخابهٔ اجل نفس جانگداز ماست
صد بار چاشنی تقاضا فزوده ایم

آئینم از ازل بادست میر چیده ایم
ای فتنهٔ نگاه ترا آزموده ایم

چون چشم التفات تو رنگ پریده ایم
در بزم ناز تو سخن ناشنوده ایم

رنگینی بهار چکد از غبار ما
پرکاری ادای بتان را ستوده ایم

ناخوش اے وفا که دل دردمند را
بگداختیم و پارهٔ الماس سوده ایم

بخلوتگاه حسن تو رسیدن آرزو دارم
بیا در پرده چون بےپرده دیدن آرزو دارم

گریبانگیر جان تمکین و دامنگیر دل شوخی
بخود می آیم و از خود رمیدن آرزو دارم

خدایا جنت حرمان برنگ تازه پیدا کن
گل ناکامی جاوید چیدن آرزو دارم

چمن پروردهٔ اندیشهٔ خود را تماشا کن
منم رنگ بهار تو چکیدن آرزو دارم

قلم رنگین دلم رنگین سواد دل بهشت آئین
که نقش آرزوی او کشیدن آرزو دارم

ز خلوت میروی هنگامهٔ محشر نمی بینی
هلاک لذت وصلم تپیدن آرزو دارم

وفا هم قید من وهم است وهم آزادیم وهم
ببال شهرت عنقا پریدن آرزو دارم

ردیف نون

شیوهٔ نازش بود رنگ گلستان ریختن
از چمن گل چیدن و گلها ز دامان ریختن

طرح شوخیها که نقشے از نگارستان اوست
همچو مے در قالب چشم غزالان ریختن

رنگ مستیها که رنگے از بهارستان اوست
همچو مے در جنت بزم حسینان ریختن

ریزهٔ الماس سوده بجون آمیختن
نوک نشترها شکسته در رگ جان ریختن

نازش بےپرده بنگر پرسش در پرده بین
زخمها پیدا و در پنهان نمکدان ریختن

بے محابا اخگر حسن بتاں افروختن
آتشش اندر پردۂ ناموس ایماں ریختن

من چو مستم وفا آخر همی زیبد مرا
گل بسر افشاندن و مے در گریباں ریختن

بصبحهاے جان سوگوارم میتواں کشتن
بسینه تخم درین شبهاے تارم میتواں کشتن

بجرم سادگی انتظارم میتواں کشتن
بذوق وعدهٔ بے اعتبارم میتواں کشتن

ز دنیا تازه داغ ناشناسی میتواں بردن
برغم آشنائی ذره وارم میتواں کشتن

مرا از جلوهٔ رنگین چمن گلگوں کفن باید
به تیغ تازه در صبح بهارم میتواں کشتن

گر انجامم گر انجامم تن آسانی هوس دارم
مزارم بستر من بر مزارم میتواں کشتن

علاج سر گرانیهاست آخر سر جدا کردن
بدهٔ یک ساغر مے در خمارم میتواں کشتن

چو میخواهی که آئین محبت تازه تر باشد
بپهلوے دل امیدوارم میتواں کشتن

بسے مست خیالم اے وفا خوش صحبتے دارم
خوشا کشتن در آغوش نگارم میتواں کشتن

بادر از پیهاے مژگان شوق مضمر را ببیں
در رگ جاں نهار وانیهاے نشتر را ببیں

لذت سیرابی جاوید از بسمل مپرس
بر گلوے تشنهٔ بیداد خنجر را ببیں

اعتبار وسعت عالم ز چشم ما نگر
بر سر شوریده وحشت خاک محشر را ببیں

ما گنهگاریم و شافع سید پیغمبراں
کشتی طوفانی و تمکین لنگر را ببیں

اے ز چشم مست ساقی چاشنی گیر قضا
موجهٔ صهبا بسنج و آب کوثر را ببیں

گردش چشم است و صد میخانه فیض ازل
با نوازشهاے ساقی دور ساغر را ببیں

هاں تجلی از کدامی بام موجے میزند
حسن خوباں را چه بینی حسن منظر را ببیں

جاں ستاند دل همی جوید بافسون وفا
اے خوشا صد پرده بے پرده ستمگر را ببیں

آفتاب صبح محشر سایهٔ بخت من است
در شبستان مصیبت تیره اختر را ببیں

مرحبا ناموس ... اشک ندامتهای ما
ای وفا بر دیده دامان همی برابین

حاصل جلوه بود محو تماشا بودن / معنی وعده بود وقف تمنا بودن
ایکه سرمایهٔ امید توئی سیدائی / در پس پرده غم حوصله فرسا بودن
ایکه آسایش جاوید توئی می بینی / روح برق ستم ناز بدلها بودن
راز انصاف همی گفتن و پنهان گفتن / ستم آرستن جهان بودن و پیدا بودن
جلوه فرما و گل افشان که ترا می زیبد / بهار روی بهارین تماشا بودن
پرده بگشا و برون آ که ترا می ارزد / بود شوخی رنگ گل و صهبا بودن
من و صد لذت افسوس مبارک باد / ز تنکامی جاوید گوارا بودن
چیست آن شیوه پرکاری نیرنگ بگو / گله شوق بعنوان تقاضا بودن

ای وفا چیست ... از بخت زبون
در پس چشم غبار غم رسوا بودن

ردیف واو

بیا بند حیا بشکست طوفان شباب او / که موج میزند نظاره از طرف نقاب او
بسر شتم آتش و از کشور آتش همی آیم / با غوش نگاهم جلوه برق عتاب او
بپرس از عشق رسوایم حساب پارسائیها / که دارم دلنشین یک یک نگاه بیحجاب او
من و دیوانگیها شیوه تمکین نمی دانستم / دل بیتاب گم کردم بجوش اضطراب او
بوی خونابها از جدول مژگان ریختن دارد / بر آوردیم جوی تازه از سرچشمه سراب او
خوشا ذوق تغافلها خوشا نیرنگ صحبتها / دو عالم یک سر مژگان بچشم نیم خواب او
آتش از سینه خیزد محشرستان همعنان باشد / سرشک از دیده ریزد نشو طوفان در رکاب او
چنان گرم است بزم شوق از اندیشه خویش / نفسها دود دلها داغ پهلوها کباب او

وفا از سرد مہریہائے دنیا دل بتنگ آمد
بمحشر گرم کردم داغہائے سینہ تاب او

ہزاران فتنہ در پہلو دل دیوانہ در پہلو
حریم کعبہ در پہلو در بتخانہ در پہلو

خمیر طینتم مست الستم ظرفہ بد مستم
شکستم ہمچو رنگ بادہ صد میخانہ در پہلو

ببزم حسن و عشق خویش رنگین جلوہا بینی
چراغان روبرو خاکستر پروانہ در پہلو

ہمانا بزم او مینا دلم نازک تر از مینا
چو موج بادہ لرزد نالہ مستانہ در پہلو

مپرس از ذوق وصل او بہلاک حسرت خویشم
وفا نا آشنا از آشنا بیگانہ در پہلو

فرو دلبستر بتابیم پیچیدہ محشرہا
بایں دل تنگی من یک جہان ویرانہ در پہلو

وفا از بیقراری جلوہ خواہم ہوس باشد
صدائے صور میخواند مرا افسانہ در پہلو

اے خون کن ہزار تمنا جفائے تو
بیگانۂ وفا دل نا آشنائے تو

تو در ہوائے خویش و جہان در ہوائے تو
تو مبتلائے آئنہ ما مبتلائے تو

مشق خیال جلوۂ رنگین چہ سحر کرد
چشم من و تراوش رنگ ادائے تو

درہائے خلد برخ گیتی گشودہ ایم
وا کردہ ایم عقدۂ بند قبائے تو

ردیف ہائے ہوز

اے زخم آرزویت تا سینہا رسیدہ
زہراب جستجویت در رگہائے جان چشیدہ

در تاب طرۂ شام ابد مسلسل
از مطلع گریبان صبح ازل دمیدہ

از وعدۂ وصالش بدست انتظارم
یعنی دماغ شوقم از بوسہ رسیدہ

چشمش بود مرقع نقاش چشم مستی
نقشے ز ہم کشیدہ رنگے ز رخ پریدہ

ہر جلوۂ نگاہش ہر شیوۂ ادایش
چون آہوئے رمیدہ از خویشتن رسیدہ

پامال انتظارم چون معنی نگفتہ
خارج از اعتبارم چون حرف ناشنیدہ

بدلها ساختی بیتابی نبض تپان بوده
بجا بنهاد رنجی چون تتابه رگهای جان بوده

چرا هنگامها آراستی وازمیان رفتی
نشان بگذاشتی از دیده و دل بی‌نشان بوده

بسامان تمنا تنگی فرصت تماشا کن
بقدر اشک تو می‌آییم هنید نیمجان بوده

مبارک ای ادای عجز خاموشی که می‌خیزد
قیامت زخمهٔ تار رگ ذوق بیان بوده

نوید ای تشنگی شوق ناکامی که می‌ریزد
هزاران جدول خون از محیط دل روان بوده

نگاه فتنه زا اقلیم دل زیر و زبر کرده
بلای سرزمین بوده قضای آسمان بوده

گداز زهره هم تسکین نمی‌بخشد رگ پی را
چو زهر مرگ صرف تلخی کام و زبان بوده

نمی‌بینم ترا نازم کمال حق‌شناسی را
که می‌آیی در آغوشم نصیب دشمنان بوده

وفا شیرازهٔ اوراق امکانی پریشان شد
دو عالم را جدا کرده نگاهی درمیان بوده

مذاق تازه می‌بخشد شباب آهسته آهسته
درون تاک می‌بالد شراب آهسته آهسته

تغافل با نزاکت طرفه رنگ آمیزی دارد
بچشمش می‌کشد تصویر خواب آهسته آهسته

روانم محو لذتهای ملامتهای با تمکین
دلم مشتاق فرصتهای عتاب آهسته آهسته

نهان آتش زدی وز میان انجمن رفتی
دل و جان سوختی همچون کباب آهسته آهسته

هجوم جلوهٔ ناز است و مستی کار پرواز است
خود از هم بگسلاند نقاب آهسته آهسته

هلاک بی‌نیازیها جگرها دیده‌ها دلها
هزاران خانمان کردی خراب آهسته آهسته

سلامت باد چشم او حیا هم آشنا گردد
به نیرنگ نگاه بی‌حجاب آهسته آهسته

وفا جان حزینم گشته [illegible]
بغارت رفت نیم اضطراب آهسته آهسته

ردیف یا

بهشت جاودانی غمزهٔ ما [illegible]
بهار پیرهن [illegible] جلوه تا بند نقاب بستی

ز فیض لطف ساقی دیده و دل کامیابستی
[illegible] شرابستی و هم بوی کبابستی

به وقت وعده نیرنگ سخن پیچیده رازاستی
به هنگامه وفا پرده خاموشی جوابستی

نویدا حسن خوبان لنگر شوخی گرانستی
شرر ای شیوه تمکین حیا پا در رکابستی

بچشم خوار تی بین قطره قطره سیل خونستی
بذوق جلوه او ذره ذره آفتابستی

وفا [illegible] تا [illegible] افشانی [illegible]
دماغ آرزو [illegible] را جسم قطره [illegible] بستی

هر زمان دل را بطوفان دگرگون افگنی
[illegible] کشتی در [illegible] جیحون [illegible] افگنی

حشر ناز انگیزی و هنگامها [illegible]
آتش افروزی و اندر کوه و [illegible] افگنی

پرده ها بر روی دل آرای لیلی در کشی
چاکها در کسوت ناموس مجنون [illegible] افگنی

سوختی و العطش زالیست هر هر قطره ام
کاش این خاکسترم در [illegible] افگنی

اینکه از طرف کله تدبیر ثریا بشکنی
هم کمند دلبری بر اوج گردون افگنی

بزم آرائی و خونریزی و ساقی شوی
کاسه سر بر زمین چون جام [illegible] افگنی

بر سر مهر و وفا آئی مسیحائی کنی
روح غم در قالب دلهای محزون افگنی

ترجیع بند

نگویم از غرور از طاق ایوان قضا افتم — نه پندارم ز اوج بام فیضان خدا افتم
ننالم گر بقید کشور ناآشنا افتم — چه غم گر از نگاه دوستان بی‌وفا افتم

نه آن جنسم که از قحط خریدار از بها افتم
همان خورشید تابانم اگر در زیر پا افتم

[illegible] — [illegible]
اندر پرده [illegible] از آسمان شکوه — [illegible] از مجمع ناقدردان شکوه

[illegible]
[illegible]

[illegible] — [illegible]
[illegible] — [illegible]

[illegible]
همان خورشید تابانم اگر در زیر پا افتم

بیا ای همدم [illegible] — [illegible]
جگر خون کن نوای خاطر ناشاد من بشنو — [illegible] افسانه روداد من بشنو

نه آن جنسم که از قحط خریدار از بها افتم
همان خورشید تابانم اگر در زیر پا افتم

دبیرم شاعرم مضمون نگارم نکته آرایم — عطارد می‌نهد بر دیده کلک [illegible]
فرستاده است بر دکان محنت کار فرمایم — متاع کشور جانم ز راه دور [illegible] آیم

نه آن جنسم که از قحط خریدار از بها افتم

ہماں خورشیدِ تابانم اگر در زیرِ پا افتم

من و یک عالمِ بازارِ حیرانی در آغوشم — متاعِ بے بہائے من بود لبہائے خاموشم
امیدِ حاصلِ ہر دو جہاں خوابِ فراموشم — وفادارم وفاخواہم وفاسنجم وفاکوشم

نہ آں جنسم کہ از قحطِ خریدار از بہا افتم
ہماں خورشیدِ تابانم اگر در زیرِ پا افتم

نتابد غازۂ منت رخِ سودائے بے پروا — ندارد احتیاجِ سرمۂ چشمِ آہوئے صحرا
ز قیدِ آستیں آزاد باشد دستِ استغنا — کمندِ شہرتِ عنقا بود در گردنِ عنقا

نہ آں جنسم کہ از قحطِ خریدار از بہا افتم
ہماں خورشیدِ تابانم اگر در زیرِ پا افتم

قطعۂ تقریظیہ بر دیوانِ وحشت

ایں نقشِ دلفریب کہ نورِ نگاہِ ماست — از عالمِ مرقعِ بزمِ ادائے کیست
در اہتزاز آمدہ رگہائے گوشِ شوق — ایں گفتگوئے دل ز لبِ جانفزائے کیست
رنگِ نشاط ریختہ در پردۂ دماغ — ایں فیضِ روح از نفسِ مشکسائے کیست
ایں کاروانِ کیست کہ جابجا غبارِ اوست — ہاں دستگاہِ فیضِ ازل رہنمائے کیست
ایں داستانِ کیست زباںہا نثارِ اوست — ہاں نامہ و پیام و دعا از برائے کیست
صد نکتہ ہائے مشکل و صد عقدہ ہائے راز — یارب فدائے ناخنِ مشکلکشائے کیست
آخر تو بے نیازی و نازم بتو خوش است — وابستۂ تو عجزِ عقیدت گرائے کیست
بے پردہ صد شکایت و در پردہ صد دعا — از چشمِ ناشناس و دلِ آشنائے کیست

از دیدہ دور و مژدۂ نزدیکیِ خیال
یارب وفا ہلاکِ فریبِ وفائے کیست

رباعیات

ذاتی کہ ظہورِ سطوت داور چیست
آں غلغلۂ صور چہ شانے دارد
آں صرصرِ حشر و فتنۂ محشر چیست
یک گردشِ پہلوئے دلِ مضطر چیست

دیگر

فریاد ز شورِ دلِ دیوانۂ ما
شوریدگیِ دماغ ہستی پیداست
صد خرمنِ شیون است و یک دانۂ ما
در چشمِ عدم تنگ شد افسانۂ ما

دیگر

ہم روزِ سیاہ با خدا امید اند
کوتاہیِ فرصت است و ہم طولِ امل
ہم حالِ تباہ با خدا امید اند
نا ایم و گناہ با خدا امید اند

دیگر

از وادیِ فتنہ ہمچو گرد آمدہ ایم
زہرے است کہ اندر رگِ جاں بیختہ اند
دل باختہ با چہرۂ زرد آمدہ ایم
ملخا بہ فشاں زراہِ ورد آمدہ ایم

دیگر

اے ختمِ رسل شمعِ نہاں خانہ توئی
اے حاصلِ مد و جزرِ دریائے قدم
ہم صدر نشینِ بزمِ شاہانہ توئی
کونین صدف گوہرِ یکدانہ توئی

دیگر

اے فخرِ رسل ختمِ رسل آمدہ
راہیست کہ از در تا بحق پیوند د
شیراز و بنظمِ جزو و کل آمدہ
حقیست کہ در جیبِ سبل آمدہ

دیگر

اے خواجۂ خواجگاں چہ شانے داری
اے سرورِ سروراں چہ آنے داری

آن مُهر که بر پشت مبارک زده اند		بر بخشش عاصیان نشانی داری
	دیگر	
این شعلهٔ مهر سایه پرورد من است آن جوش قلق که محشرش می نامند		این برق جهان سوز دم سرد من است یک کالبد است و روح او درد من است
	دیگر	
بشنو که مرا بیان من سوخته است این هم اثر گمان هستی باشد		چون شمع مرا زبان من سوخته است ای وای مرا گمان من سوخته است
	دیگر	
ای شادی ما بهانهٔ ناشادی ما پیدائی یاد لیلی ناپیدائی است		آبادی ما طراز بربادی ما پابندی ما کفیل آزادی ما

تمام شد

ملنے کا پتہ

حافظ محمد شفیق علی گڑھ
سرائے حکیم جلیل سعید منزل